بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب المسائل

(جلدِ دوم)

جنائز، روزہ، زکوٰۃ، قربانی، عقیقہ

[نظر ثانی واضافہ شدہ اشاعت]

مرتب:

مفتی محمد سلمان منصور پوری

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

ناشر

المرکز العلمی للنشر والتحقیق مرادآباد

تقسیم کار:

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ

❍

❍

نام کتاب: کتاب المسائل (۲)

مرتب: مفتی محمد سلمان منصور پوری

کتابت وتزئین: محمد اسجد قاسمی مظفرنگری

صفحات: ۳۵۲

قیمت: ۱۵۰/روپیہ

اشاعتِ اول: ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ مطابق اکتوبر ۲۰۱۱ء

نظرِ ثانی: جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ مطابق مئی ۲۰۱۳ء

ناشر: المرکز العلمی للنشر والتحقیق لال باغ مرادآباد

09412635154 - 09058602750

تقسیم کار: فرید بک ڈپو (پرائیویٹ لمٹیڈ) دہلی

011-23289786 - 23289159

❍

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مرتب (نظرِ ثانی)

نحمدہٗ ونصلي علی رسولہ الکریم! اما بعد:

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے ''کتاب المسائل'' کی دوسری جلد نظر ثانی کے بعد پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی، اس جلد کی تصحیح وتہذیب میں بھی خاص طور پر محبِّ مکرم حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب اعظمی زید مجدہم مفتی واستاذ جامعہ شیخ الاسلام شیخو پور اعظم گڈھ نے غیر معمولی دل چسپی کا مظاہرہ فرمایا، اللہ تعالیٰ موصوف کو بے حد جزائے خیر سے نوازیں، آمین۔

نئی اشاعت میں اس جلد کے شروع میں ''کتاب الجنائز'' شامل کیا گیا ہے، جو طبعِ اول میں پہلی جلد کے ساتھ شامل تھا۔

اس جلد میں روزہ اور زکوٰۃ سے متعلق چند ضروری مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے، امید ہے کہ یہ نئی اشاعت شائقین ے لئے مزید اعتماد کا باعث ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

احقر ان سبھی حضرات کا مشکور وممنون ہے جنہوں نے زبانی یا تحریری طور پر کتاب کی تحسین فرماکر اس ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائی، **فجزاهم اللّٰه تعالیٰ أحسن الجزاء**۔

یہ حقیقت تو اپنی جگہ طے ہے کہ بے عیب ذات تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے، اور احقر تو علم وعمل اور فہم وذکاوت ہر اعتبار سے ناقص ہے، علم کا دعویٰ نہ پہلے تھا اور نہ اب ہے؛ بلکہ ہر وقت اپنی کمزوری اور ناسمجھی کے اظہار کا ڈر دامن گیر ہے۔ قارئین سے گذارش ہے کہ مطالعہ کے دوران کوئی بھی بات قابل اشکال پائیں تو احقر کو ضرور مطلع فرمائیں، نوازش ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر محنت کو شرفِ قبولیت سے نوازیں، اور احقر کے سبھی معاونین ومحسنین کو جزائے خیر سے نوازیں، آمین۔

فقط واللہ الموفق

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۷؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ ۸؍ مئی ۲۰۱۳ء بروز چہار شنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مرتب (طبعِ اول)

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم! اما بعد:

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ ''کتاب المسائل'' کی دوسری جلد اب قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، جو ''روزہ، زکوٰۃ، قربانی اور عقیقہ'' کے ضروری اور منتخب مسائل پر مشتمل ہے۔ پہلے سے ذہن میں یہ تھا کہ حج وعمرہ کے مسائل بھی اسی دوسری جلد میں شامل کردئے جائیں گے؛ لیکن احباب کے مخلصانہ مشورہ پر مناسب معلوم ہوا کہ حج وعمرہ کے مسائل مستقل جلد میں شائع کئے جائیں؛ تاکہ عازمین حج کے لئے استفادہ میں سہولت ہو۔ چناں چہ تیسری جلد عنقریب شائع کی جائے گی، جو حج وعمرہ کے مسائل پر مشتمل ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

کتاب المسائل کی جلد اول جو ''طہارت ونماز اور جنائز'' کے مسائل کو شامل تھی، آج سے پانچ سال قبل شائع ہوئی تھی، ارادہ تھا کہ اگلی جلدیں بھی جلد ہی پیش کی جائیں گی، مگر ہجومِ کار، وقت کی برق رفتاری اور سب سے بڑھ کر اس ناکارہ کی تساہلی کے سبب تاخیر ہوتی چلی گئی۔ تاہم اس تاخیر میں ایک خیر کا پہلو یہ شامل رہا کہ اس سلسلہ کے اکثر مسائل بالترتیب ماہنامہ ''ندائے شاہی'' میں شائع ہوکر عوام وخواص کی نگاہوں سے گذرتے رہے، اور مسائل پر مناقشہ ومذاکرہ کا سلسلہ جاری رہا، جس سے تنقیحات میں کافی مدد ملی اور اعتماد میں اضافہ ہوا، فالحمد للہ علی ذٰلک۔

جس طرح انسانی زندگی کے پہلو ان گنت ہیں، اسی طرح زندگی میں پیش آنے والے مسائل وجزئیات بھی بے حد وبے حساب ہیں، اس لئے مسائل کے اعتبار سے مخلوق کی تیار کردہ کسی کتاب کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ وہ سبھی مسائل کو محیط ہے، خودفریبی کے سوا کچھ نہیں ہے؛ کیوں کہ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جب ایسے مسائل پیش نہ آتے ہوں جن کا پہلے زمانہ میں تصور بھی نہ

تھا، اس لئے کوئی کتنی بھی کوشش کرلے وہ جزئیات کے احاطہ میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا۔ یہی حال اس کتاب کا بھی ہے کہ اس میں کوشش کرکے اپنی ناقص فہم کے اعتبار سے جو مسائل ضروری معلوم ہوئے انہیں مرتب انداز میں جمع کیا گیا ہے؛ لیکن احاطۂ مسائل کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔

ان مسائل کا مسودہ اولاً احقر نے والد معظم حضرت اقدس مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصورپوری دامت برکاتہم ومدظلہم کی خدمتِ عالیہ میں پیش کیا تھا، حضرت والا نے جابجا ملاحظہ فرماکر دعاؤں سے نوازا۔ اسی طرح محبّ مکرم حضرت اقدس مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب بھڑکودری زیدمجدہم شیخ الحدیث جامعہ علوم القرآن جمبوسر، ومفتی دارالعلوم کنتھاریہ بھڑوچ (گجرات) نے بھی مسودہ پر نظر فرماکر تصویب وتائید فرمائی اور بعض اہم مسائل کی طرف توجہ دلائی۔ نیز مخدوم مکرم، مفتی اعظم گجرات حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری دامت برکاتہم مفتی وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات کی خدمت میں بھی بعض ضروری مسائل پیش کئے گئے اور موصوف نے ان کی تصویب وتائید فرمائی، احقر ان سبھی اکابر کا نہایت ممنون ومشکور ہے۔

مزید قابلِ اطمینان بات یہ ہے کہ معروف عالم ومحقق حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی زیدمجدہم مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد نے نہایت بشاشت کے ساتھ مسودہ پر گہری نظر ڈالی اور جابجا اصلاحات فرمائی، اور مفید مشوروں سے نوازا، جس پر احقر نہایت مشکور ہے، اللہ تعالیٰ آں موصوف کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائیں، آمین۔

احقر کے کرم فرما اور علمی رفیق، محبّ مکرم مولانا مفتی ابوجندل قاسمی زیدعلمہ شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ ضلع مظفرنگر یوپی نے آخری مرحلہ میں تصحیح ومراجعت کا کام بہت ہی تن دہی سے انجام دیا۔ نیز عزیز مکرم مولانا قاری مفتی محمد عفان منصورپوری استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ نے بھی مسودہ پر گہری نظر ڈالی۔ **فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالیٰ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔**

نیز اس کتاب کی تیاری اور حوالہ جات کی فراہمی اور مراجعت میں طلبہ افتاء مدرسہ شاہی مرادآباد ۱۴۳۲ھ نے بڑی جانفشانی سے حصہ لیا، اسی طرح عزیزم مولوی مفتی عبدالحق رسول پوری زیدعلمہ حال استاذ جامعہ معارف القرآن اوجھاری نے مسائل کی تلاش وجستجو میں بہت دل چسپی کا مظاہرہ کیا، نیز مفتی محمد احسان دیوبندی اور مفتی نجم الدین میرٹھی (فاضلانِ افتاء مدرسہ شاہی) اور

عزیزم مولوی سید محمد ابوبکر صدیق سلمہ نے تصحیح اور فہرست سازی میں تعاون کیا، اللہ تعالیٰ ان سب کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائیں، آمین۔

عزیزم مولوی محمد اسجد قاسمی مظفرنگری نے کمپیوٹر کتابت اور تزئین وتہذیب میں انتھک محنت کی، اور اپنی بہترین فنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا، وہ بھی یقیناً عند اللہ ماجور ہوں گے۔

محبّ مکرم جناب مولانا معز الدین صاحب قاسمی ناظم امارتِ شرعیہ ہند دہلی اور جناب محمد ناصر خاں صاحب مالک ''فرید بک ڈپو دہلی'' کا بھی احقر نہایت ممنون ہے کہ انہوں نے بہت جلد عمدہ طباعت کا انتظام کیا، اللہ تعالیٰ ان سبھی حضرات کو اجر جزیل سے نوازیں، آمین۔

واضح رہنا چاہئے کہ:

اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس قرآنِ کریم اور پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے پرنور کلام کے علاوہ کسی کتاب یا کسی بات کے بارے میں نقائص سے پاک ہونے کی ضمانت نہیں دی جاسکتی، پھر احقر جیسے کم علم اور کم فہم کو کب یہ زیب دیتا ہے کہ وہ کوتاہیوں اور غلطیوں سے مبرا ہونے کا دعویٰ کرے، یقیناً اس کتاب میں بھی لفظی ومعنوی غلطیاں ہوں گی، جن پر احقر اپنے نقص کی وجہ سے مطلع نہ ہو پایا ہوگا، اس لئے سبھی قارئین سے عاجزانہ گذارش ہے کہ وہ غلطیوں پر ضرور متنبہ فرما کر احسان فرمائیں، کرم ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائیں اور احقر کے والدین محترمین، تمام اساتذۂ کرام اور کتاب کی تالیف وترتیب میں حصہ لینے والے سبھی احباب نیز جن جدید وقدیم کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، ان کے مؤلفین کے لئے اس کتاب کو صدقۂ جاریہ بنادیں اور امت کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عنایت فرمائیں، آمین۔

فقط واللہ الموفق

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

خادم فقہ وحدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

۱۰/ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ ۹/اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز یکشنبہ

تأثرات: حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب
مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

نحمدہٗ و نصلی علی رسوله الكريم، أما بعد!

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری استاذ حدیث و مفتی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کی تحریر کردہ اس کتاب کے سلسلہ میں مجھ جیسے آدمی کا کچھ تحریر کرنا ایسا ہی ہے جیسے ’’سورج کو چراغ دکھانا‘‘۔ میں نے دست بستہ معذرت بھی پیش کی؛ لیکن منظور نہیں کی گئی۔

جہاں تک سوال ’’کتاب المسائل‘‘ کے مندرجات کا ہے، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ حسنِ ترتیب اور حسنِ انتخاب قابلِ ستائش اور لائقِ مدح ہے۔ فاضل مصنف نے روزمرہ پیش آنے والے اہم مسائل نہایت آسان اور محققانہ انداز میں معتبر حوالوں سے جمع فرمادئے ہیں۔ رؤیتِ ہلال، روزہ، زکوٰۃ، قربانی اور عقیقہ وغیرہ سے متعلق ضروری معلومات بڑی خوش اسلوبی سے تحریر کردی گئی ہیں۔

امید ہے کہ اللہ رب العزت اس کے فائدہ کو عام و تام فرمائے گا، اور فاضل مصنف کو اس دینی و علمی خدمت پر دنیا و آخرت میں اجر جزیل سے مالامال کرے گا؛ کیوں کہ اس کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔ (بے شک اللہ رب العزت ایمان والوں کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں کرتا)

وصلى الله على النبي الكريم۔

فقط والسلام

طالب دعاء:

(حضرت مولانا) اشہد غفرلہ (صاحب)

خادم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

۱۲/۱۱/۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسنِ ترتیب

کتاب الجنائز

کفن کے مسائل

حادثاتی اموات

جنازہ اٹھانے کے مسائل

نماز جنازہ کا بیان

دفن کے مسائل

شہید کا بیان

کتاب الصوم

رمضان المبارک اور رؤیتِ ہلال

روزہ کے اہم مسائل

روزہ میں جو کام مفسد نہیں ہیں

مفسداتِ روزہ

روزہ توڑنے کے کفارہ کے مسائل

مکروہاتِ روزہ

وہ اعذار جن کی وجہ سے افطار جائز ہے

باب الاعتکاف

کتاب الزکوٰۃ

مسائلِ زکوٰۃ

جانوروں کی زکوٰۃ کے مسائل

پیداوار کی زکوٰۃ

زکوٰۃ کی ادائیگی اور مصارف

صدقۃ الفطر کے مسائل

کتاب الاضحیۃ

۲۸۷-۳۳۶

مسائلِ قربانی

قربانی کا وجوب

قربانی کے جانور

عیب دار جانور کی قربانی

قربانی کیسے کریں؟

چرمِ قربانی اور گوشت کے مصارف

باب العقیقة

مسائلِ عقیقہ

کتاب الجنائز

(تجہیز وتکفین، نمازِ جنازہ اور دفن کے مسائل)

کتاب الجنائز

میت کے بارے میں اسلامی تعلیمات

ہر انسان کو موت سے سابقہ پڑتا ہے، امیر ہو یا غریب، فقیر ہو یا بادشاہ، مسلم ہو یا غیر مسلم، ہر ایک کے لئے ایک نہ ایک دن موت یقینی ہے، مرنے والے کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ یہ اہم ترین مرحلہ ہے؛ کیوں کہ ظاہر ہے کہ نعش کو گھر میں تو رکھا نہیں جاسکتا، یقیناً اسے کہیں نہ کہیں منتقل کیا جائے گا، تو اب اس بارے میں طریقے مختلف ہوگئے۔ پارسیوں نے یہ طریقہ اپنایا کہ مردے کی نعش کو حرام خور پرندوں کے حوالے کردیتے ہیں جو منٹوں میں اس کی تکہ بوٹی کر ڈالتے ہیں، اور ہمارے برادرانِ وطن ہندوؤں نے اپنے مردوں کی نعشوں کو آگ میں جلانے کا طریقہ اپنایا، جس کی راکھ کو دریاؤں میں بہادیا جاتا ہے؛ لیکن تمام معروف آسمانی مذاہب کے یہاں مردوں کو زمین میں دفن کرنے کا طریقہ ہے، اور اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ جب دنیا میں پہلی مرتبہ حادثہ قتل رونما ہوا اور قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا، تو حیران ہوا کہ بھائی کی نعش کو کہاں ٹھکانے لگائے؟ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اس کی رہنمائی کے لئے کوے کو بھیجا، جس نے اپنے عمل سے اسے دفن کا طریقہ بتایا۔ قرآنِ پاک میں ارشاد خداوندی ہے:

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ، قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْاَةَ اَخِيْ، فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ. (المائدة: ۳۱)

پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا، جو کریدتا تھا زمین کو؛ تا کہ اس کو دکھلاوے کس طرح چھپاتا ہے لاش اپنے بھائی کی، بولا: اے افسوس! مجھ سے اتنا نہ ہوسکا کہ ہوں برابر اس کوے کے کہ میں چھپاؤں لاش اپنے بھائی کی، پھر لگا پچھتانے۔

اسی وقت سے اموات کی تدفین کا سلسلہ جاری ہوا، اور یہ طریقہ ضرورت، ماحول، عزت اور تکریم ہر اعتبار سے عین مناسب تھا، چناں چہ اسلام جو دینِ فطرت ہے، اور انسانیت کے احترام کا سب سے بڑا علم بردار ہے، اس نے بھی اپنے ماننے والوں کو نہ صرف یہ کہ تدفین کا حکم دیا؛ بلکہ نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ تجہیز وتکفین اور پھر نماز جنازہ کے مسائل واضح طور پر بتائے ہیں۔ اموات کے بارے میں اسلامی ہدایات

انتہائی روشن اور حد درجہ قابلِ قدر ہیں، اسلام نے مرض الموت سے لے کر تدفین تک ہر طرح کی نزاکتوں کا خیال رکھتے ہوئے احکامات دیئے ہیں، جس میں ہر ہر سطح پر انسانیت کے احترام کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

اسلام کی نظر میں انسانی بدن انتہائی قابلِ احترام ہے، زندگی میں بھی اس کا احترام کیا جائے گا اور مرنے کے بعد بھی اس کی بے وقعتی سے احتراز کرنا ضروری ہوگا۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهٖ حَيًّا. (أبوداؤد شريف ٤٥٨/٢)	میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی زندہ انسان کی ہڈی توڑنا۔

یعنی جس طرح سے ایک زندہ انسان کو ہڈی ٹوٹنے سے تکلیف ہوتی ہے اسی طرح مردے کو بھی اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔

اسلام نے یہاں تک مردوں کے احترام کی تلقین کی ہے کہ کسی قبر پر بیٹھنے تک کو نہایت ناپسند سمجھا گیا ہے، ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَأَنْ يَّجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتَحْرِقُ ثِيَابَهٗ حَتّٰى تَخْلُصَ إِلٰى جِلْدِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنَ أَنْ يَّجْلِسَ عَلٰى قَبْرٍ. (أبوداؤد شريف ٤٦٠/٢)	تم میں سے کوئی شخص کسی انگارے پر بیٹھے جو اس کے کپڑے کو جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے یہ اس بات سے بہتر ہے کہ کسی قبر پر بیٹھے۔

الغرض اسلام کی بے نظیر تعلیمات زندگی اور موت ہر حالت میں انسانیت کے احترام کی تلقین کرتی ہیں۔ ذیل میں اس سلسلہ کے بعض اہم مسائل ذکر کئے جارہے ہیں:

جب موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں

جب میت پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو اس کے پاس قدرے بلند آواز سے کلمۂ شہادت یا کلمہ طیبہ پڑھا جائے، مگر اس سے کلمہ طیبہ پڑھنے پر اصرار نہ کیا جائے؛ کیوں کہ ممکن ہے کہ اس پریشانی اور بے چینی کے وقت میں اس کے منہ سے کوئی کلمہ اس کے خلاف نکل جائے۔ نیز میت کے قریب سورہ یٰسں اور سورۂ رعد پڑھنا بھی مستحب ہے، اس سے روح کا نکلنا آسان ہوجاتا ہے۔

ويلقن بذكر الشهادتين (درمختار) قال في الإمداد: وإنما اقتصرت على ذكر

الشهادة تبعاً للحديث الصحيح (عنده من غير أمر بها لئلا يضجر) ...... ويندب قراءة سورة يٰس والرعد (درمختار) هو استحسان بعض المتأخرين لقول جابر: أنها تهون عليه خروج روحه. (درمختار مع الشامي زكريا ۳/ ۷۸-۸۰، بيروت ۳/ ۷۴-۷۶، طحطاوی ۳۰۵، هدایہ مع الفتح ۲/ ۱۰۴، عالمگیری ۱/ ۱۵۷، احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۱۲، رحیمیہ ۲/ ۳۳۸، بہشتی زیور ۲/ ۷۷)

موت کے وقت میت کو کس طرح لٹائیں؟

جب کسی پر موت کا اثر ظاہر ہو تو اس کا سر شمال کی طرف اور پیر جنوب کی طرف کر کے دائیں کروٹ پر لٹا دیں، اور اگر اس طرح چت لٹایا جائے کہ قبلہ اس کی داہنی طرف ہو جائے اور اس کے چہرہ کو قبلہ کی طرف کر دیا جائے تو بھی جائز ہے۔ (مستفاد احکام میت ۲۴ ڈاکٹر عبدالحئی عارفی) اگر قبلہ کی طرف رخ کرنے میں تکلیف ہوتی ہو تو پھر اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ **یوجه المحتضر القبلة على يمينه هو السنة - إلى قوله - وقيل يوضع كما تيسر على الأصح صححه في المبتغى، وإن شق عليه ترك على حاله.** (درمختار زکریا ۳/ ۷۷-۷۸، بیروت ۳/ ۷۳، البحر الرائق کراچی ۲/ ۱۷۰، ھدایہ مع الفتح ۲/ ۱۰۳، طحطاوی علی المراقی ۳۰۵، امداد الاحکام ۲/ ۴۳۵، فتاویٰ دارالعلوم ۵/ ۲۴۲، کفایت المفتی ۴/ ۴۲)

میت کے قریب خوشبو رکھنا

اگر کوئی خوشبو (اگر بتی وغیرہ) میسر ہو تو اس کو جلا کر میت کے قریب رکھ دیں۔ **ويحضر عنده الطيب.** (درمختار زکریا ۳/ ۸۳، بیروت ۳/ ۷۸، ہندیہ ۱/ ۱۵۷، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ۳۰۸، بہشتی زیور ۲/ ۵۲)

موت کے بعد منہ اور آنکھیں بند کر دیں

جب موت واقع ہو جائے تو کسی کپڑے وغیرہ کے ذریعہ جبڑے باندھ دیں اور نرمی سے آنکھیں بند کر دیں، اور آنکھیں بند کرنے والا یہ دعا پڑھے: **بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ**

اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ أَمْرَهُ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهُ وَأَسْعِدْهُ بِلِقَاءِ كَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ إِلَيْهِ خَيْراً مِمَّا خَرَجَ عَنْهُ ۔(اللہ تعالیٰ کے نام سے اور رسول اللہ ﷺ کے دین پر (یہ عمل انجام دیتا ہوں) اے اللہ! اس میت پر اس کا معاملہ آسان فرما، اور اس پر بعد کے حالات آسان فرما اور اس کو اپنی ملاقات سے مشرف فرما اور جہاں گیا ہے (یعنی آخرت) اس کو بہتر بنادے اس جگہ سے جہاں (یعنی دنیا) سے گیا ہے۔ **وإذا مات شدوا لحييه وغمضوا عينيه ويتولىٰ ارفق أهله به أغماضه باسهل مما يقدر عليه ويشد لحياه بعصابة عريضة يشدها في لحيه الأسفل ويربطها فوق رأسه كذا في الجوهرة النيرة ويقول مغمضه بسم الله الخ.** (هنديه ۱۵۷/۱، فتح القدير ۱۰۵/۲، درمختار بيروت ۷۸/۳، زكريا ۸۲/۳–۸۳، طحطاوی ۳۰۸، حلبی كبير ۵۷٦، بهشتی زيور ۷۷/۲)

موت کے بعد ہاتھ اور پیر سیدھے کردیں

پھر اس کے بعد ہاتھ پاؤں سیدھے کردیں اور پیروں کے انگوٹھے ملاکر کپڑے کی پٹی وغیرہ سے باندھ دیں اور پورے بدن کو ایک چادر وغیرہ سے ڈھانک دیا جائے۔ **ثم تمد أعضائه (درمختار) وفي الشامي: وفي الإمداد: وتلين مفاصله وأصابعه بأن يرد ساعده لعضده وساقه لفخذه وفخذه لبطنه.** (شامی زكريا ۸۳/۳، بيروت ۷۸/۳، هنديه ۱۵۷/۱، طحطاوی ۳۰۸، الجوهرة النيرة ۱٤۷/۱)

پیٹ پر کوئی بھاری چیز رکھ دیں

انتقال کے بعد اس کے پیٹ پر کوئی بھاری چیز لوہا وغیرہ رکھ دیا جائے؛ تاکہ اس کا پیٹ نہ پھولے۔ **ويوضع على بطنه سيف أو حديد لئلا ينتفخ.** (درمختار زكريا ۸۳/۳، بيروت ۷۸/۳، هنديه ۱۷۵/۱، طحطاوی ۳۰۸، البحر الرائق ۱۷۱/۲، كبيری ۵۷۷)

ناپاک آدمی میت کے پاس نہ آئیں

جب کسی شخص کا انتقال ہوجائے تو اس کے پاس جنبی یعنی جس کو غسل کی حاجت ہے اور

حیض ونفاس والی عورتیں نہ آئیں۔ **ویخرج من عنده الحائض والنفساء والجنب.**

(درمختار زکریا ۸۳/۳، بیروت ۷۸/۳، هندیه ۱۵۷/۱، البحر الرائق ۱۷۱/۲، فتاویٰ رحیمیه ۳٤۹/۷، بهشتی زیور ۵۲/۲)

میت کے پاس قرآن کی تلاوت

مرنے کے بعد جب تک میت کو غسل نہ دے دیا جائے اس کے پاس قرآنِ کریم نہ پڑھا جائے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ **وکره قراءة القراٰن عنده إلى تمام غسله.** (شامی زکریا ۸۵/۳، بیروت ۸۱/۳، هندیه ۱۵۷/۱، البحر الرائق ۱۷۱/۲، طحطاوی ۳۰۸، کبیری ۵۷۷، بهشتی زیور ۵۲/۲)

عزیز واقارب میں موت کی خبر کردیں

میت کے دوست واحباب پڑوسیوں اور رشتہ داروں کو انتقال کی خبر کردی جائے؛ تاکہ اس کی نماز میں زیادہ آدمی شریک ہوں اور اس کے لئے دعا کریں، تاہم اس کی تجہیز وتکفین اور تدفین میں بہت جلدی کی جائے، بلاوجہ تاخیر نہ کی جائے۔ **ویستحب أن یعلم جیرانه وأصدقائه حتیٰ یؤدوا حقه بالصلاة علیه والدعاء له.** (هندیه ۱۵۷/۱، درمختار زکریا ۸۳/۳، بیروت ۷۸/۳، بدائع زکریا ۲۲/۳، الجوهرة النیرة ۱٤۷/۱، خانیه علی الهندیة ۱۸٦/۱)

میت کو کون نہلائے؟

سب سے بہتر بات یہ ہے کہ میت کو اس کے قریب ترین رشتہ دار نہلائیں، ہاں اگر قریبی رشتہ دار غسل وغیرہ کے طریقے سے واقف نہ ہوں تو پھر کوئی اور شخص بھی غسل دے سکتا ہے، جو دین دار اور مسائل سے واقف ہو، اور بہتر یہ ہے کہ غسل دینے والا باوضو ہو۔ **ویستحب للغاسل أن یکون أقرب الناس إلى المیت فإن لم یعلم الغسل فأهل الأمانة والورع، کذا فی الزاهدی: وینبغی أن یکون غاسل المیت علی الطهارة.** (هندیه ۱۵۹/۱، شامی زکریا ۹۵/۳، بیروت ۸۹/۳، طحطاوی ۳۱۲، البحر الرائق ۱۷۵/۲، صغیری ۲۸۷، بهشتی زیور ٥٤/۲)

غسل دینے والے کو اجرت دینا کب جائز ہے؟

اگر غسل دینے والے بستی میں چند آدمی ہوں تو کسی کو اجرت پر لاکر میت کو غسل دلایا جاسکتا ہے؛ لیکن اگر پوری آبادی میں ایک ہی آدمی غسل کے طریقہ سے واقف ہو تو پھر اسی آدمی کو غسل دینا ضروری ہے اور غسل دینے کی اجرت لینا اس کے لئے جائز نہیں۔ **فإن ابتغى الغاسل الأجر جاز إن كان ثمة غيره وإلا لا لتعينه عليه.** (درمختار) **لأنه صار واجباً عليه عيناً، ولا يجوز أخذ الأجرة على الطاعة كالمعصية.** (شامی زکریا ۹۲/۳، بیروت ۸۷/۳، هندیه ۱۵۹/۱، طحطاوی ۳۱۲، البحر الرائق ۱۷۴/۲، مجمع الانهر ۱۸۱/۱ مکتبه فقیه الأمت)

مرد میت کو غسل دینے والا کوئی نہ ہو؟

اگر میت مرد ہے اور وہاں مردوں میں کوئی غسل دینے والا نہیں تو اس کو اس کی بیوی غسل دے سکتی ہے، بیوی کے علاوہ کسی عورت کے لئے غسل دینا درست نہیں خواہ وہ محرم ہی کیوں نہ ہو، اور اگر بیوی بھی نہ ہو تو اس کو تیمّم کرادینا چاہئے؛ لیکن تیمّم کرانے والی عورتیں اگر میت کی محرم ہیں تو ہاتھ لگانا درست ہے اور اگر عورتیں غیر محرم ہوں تو میت کے بدن کو ہاتھ نہ لگائیں؛ بلکہ ہاتھ میں دستانے پہن کر یا کپڑا وغیرہ لپیٹ کر تیمّم کرائیں۔ **إذا مات رجل في سفر فإن كان معه رجال يغسله الرجل وإن كان معه نساء لا رجل فيهن، فإن كان فيهن امرأته غسلته وكفنته وصلين عليه وتدفنه، وإن لم يكن معهن من ذٰلك فإنهن لايغسلنه سواء كن ذوات رحم محرم منه أو لا، ولكنه ييممنه غير أن الميممة إذا كانت ذات رحم محرم منه تيممه بغير خرقة، وإن لم تكن ذات رحم محرم منه تيمم بخرقة تلفها على كفها.** (بدائع الصنائع ۳۳/۲، درمختار زکریا ۹۴/۳، بیروت ۸۹/۳، تاتارخانیة زکریا ۱۳/۳-۱۴ رقم: ۳۶۰۵، هندیه ۱۶۰/۱، بهشتی زیور ۵۴/۲)

مرنے کے بعد بیوی اور شوہر کا حکم

کسی کا شوہر مر جائے تو بیوی کے لئے اس کا چہرہ دیکھنا نہلانا اور کفنانا درست ہے، اور اگر

بیوی مر جائے تو شوہر کے لئے اس کو نہلانا اور بدن چھونا تو درست نہیں؛ البتہ دیکھنا اور جنازہ اٹھانا جائز ہے۔ **ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح وهی لا تمنع من ذٰلک.** (تنویر الأبصار) **وقال الشامی: أی من تغسیل زوجها دخل بها أو لا کما فی المعراج ...... وفی البدائع: المرأة تغسل زوجها لأن إباحة الغسل مستفادة بالنکاح فتبقى ما بقی النکاح، والنکاح بعد الموت باق إلی أن تنقضی العدة، بخلاف ما إذا ماتت فلا یغسلها لانتهاء ملک النکاح لعدم المحل فصار أجنبیاً.** (شامی زکریا ۹۰/۳-۹۱، بیروت ۸۵/۳-۸٦، مجمع الانهر مکتبه فقیه الأمت ۲٦٦/۱، طحطاوی ۳۱۳، بهشتی زیور ۵٤/۲، امداد الاحکام ٤۳٦/۲)

بچہ و بچی کو کون غسل دے؟

اگر کسی ایسے چھوٹے نابالغ بچے کا انتقال ہوجائے جن کو دیکھنے سے شہوت نہیں ہوتی تو ایسے بچے کو عورتیں اور ایسی بچی کو مرد بھی غسل دے سکتے ہیں، اور اگر بچے و بچی اتنے بڑے ہوں کہ ان کے دیکھنے سے شہوت ہوتی ہو تو لڑکے کو مرد اور لڑکی کو عورت ہی غسل دے۔ **والصغیر والصغیرة إذا لم یبلغا حد الشهوة یغسلهما الرجال والنساء.** (فتح القدیر ۱۱۲/۲، الجوهرة النیرة ۱٤۹/۱، طحطاوی ۳۱۳، هندیه ۱٦۰/۲)

جنبی وحائضہ اور نفساء کا غسل دینا

جو آدمی حالتِ جنابت (ناپاکی کی حالت) میں ہو اسی طرح حیض اور نفاس والی عورت کا میت کو نہلانا مکروہ ہے؛ لیکن اگر غسل دے تو وہ کافی ہوجائے گا۔ **ولو کان الغاسل جنباً أو حائضاً أو کافراً جاز ویکره کذا فی معراج الدرایة.** (هندیه ۱۵۹/۱، شامی زکریا ۹۵/۳، بیروت ۸۹/۳، فتح القدیر ۱۱۲/۲، الجوهرة النیرة ۱۵۰/۱، طحطاوی ۳۱۲، بهشتی زیور ۵٤/۲)

غسل دینے والوں کے لئے چند ہدایات

○ میت کو اتنے گرم پانی سے نہ نہلایا جائے جس سے زندہ آدمی کو تکلیف ہوتی ہو؛ بلکہ اس

کونہلانے کے لئے صرف نیم گرم یا سادہ ہی پانی استعمال کیا جائے؛ اس لئے کہ جس چیز سے زندہ آدمی کو تکلیف ہوتی ہے اسی سے مردے بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ **وإلا فماء خالص مغلى (درمختار) أي إغلاء وسطا لأن الميت يتأذى بما يتأذى به الحي وأفاد كلامه أن الحار أفضل سواء كان عليه وسخ أولا.** (شامی زکریا ۸۷/۳، بیروت ۸۳/۳)

○ غسل دینے والا اپنے قریب کوئی خوشبو (اگربتی وغیرہ جلاکر) رکھ لے۔ **ويستحب أن يكون بقرب الغاسل مجمرة فيها بخور لئلا يظهر من الميت رائحة كريهة فتضعف نفس الغاسل ومن يعينه.** (هنديه ۱۵۹/۱، الجوهرة النيرة ۱۴۷/۱، فتح القدير ۱۰۸/۲، البحر الرائق زكريا ۳۰۰/۲)

○ جس جگہ غسل دیا جائے وہاں پردہ ہونا چاہئے اور زائد آدمیوں کو وہاں بالکل نہ رہنا چاہئے۔ **ويستحب أن يستر الموضع الذي يغسل فيه الميت فلا يراه إلا غاسله أو من يعينه.** (هنديه ۱۵۸/۱، الجوهرة النيرة ۱۴۷/۱، درمختار بيروت ۱۳۶/۳)

○ میت کے بالوں میں نہ کنگھی کی جائے نہ ناخن کاٹے جائیں نہ کسی جگہ کے بال کاٹے جائیں؛ بلکہ جس طرح بھی ہوں اس حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ **ولا يسرح شعر الميت ولا لحيته ولا يقص ظفره ولا شعره، كذا في الهداية. ولا يقص شاربه ولا ينتف إبطه ولا يحلق شعر عانته ويدفن بجميع ما كان عليه.** (هنديه ۱۵۸/۱، تاترخانية زكريا ۸/۳ رقم: ۳۵۹۳، بدائع ۲۶/۲، درمختار بيروت ۸۴/۳)

○ اگر نہلاتے وقت کوئی عیب دیکھیں مثلاً چہرہ بگڑ گیا ہو یا کالا ہو گیا ہو وغیرہ، تو کسی سے اس کا تذکرہ نہ کریں، ہاں اگر کوئی اچھی علامت دیکھیں مثلاً چہرہ کی نورانیت یا جسم کی خوشبو وغیرہ تو اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دینا چاہئے۔ **وينبغي للغاسل ولمن حضر إذا رأى ما يجب الميت ستره أن يستره ولا يحدث به لأنه غيبة، وكذا إذا كان عيباً حادثاً بالموت كسواد وجه ونحوه ما لم يكن مشهوراً ببدعة فلا بأس بذكره تحذيراً من بدعته، وإن رأى من أمارات الخير كوضاءة الوجه والتبسم ونحوه استحب إظهاره**

لکثرة الترحم علیه و الحث علی مثل عمله الحسن. (شامی زکریا ۹۵/۳، بیروت ۸۹/۳، الجوهرة النیرة ۱۴۷/۱، طحطاوی ۳۱۲، صغیری ۲۸۷، بهشتی زیور ۵۴/۲)

غسل دینے کا طریقہ

○ جس تختہ پر غسل دیا جائے پہلے اس کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ لوبان وغیرہ کی دھونی دے لیں، پھر اس پر میت کو قبلہ کی طرف رخ کر کے یا جیسے بھی آسان ہولٹا یا جائے۔

○ اس کے بعد میت کے بدن کے کپڑے چاک کرلیں اور ایک تہبند اس کے ستر پر ڈال کر بدن کے کپڑے اتارلیں، یہ تہبند موٹے کپڑے کا ناف سے لے کر پنڈلی تک ہونا چاہئے؛ تاکہ بھیگنے کے بعد ستر نظر نہ آئے۔

○ پھر بائیں ہاتھ میں دستانے پہن کر میت کو استنجاء کرائیں۔

○ اس کے بعد وضو کرائیں اور وضو میں نہ کلی کرائیں نہ ناک میں پانی ڈالا جائے اور نہ گٹوں تک ہاتھ دھوئے جائیں؛ ہاں البتہ کوئی کپڑا یا روئی وغیرہ انگلی پر لپیٹ کر تر کر کے ہونٹوں دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیر دیں۔

○ پھر اسی طرح ناک کے سوراخوں کو بھی صاف کردیں (خاص کر اگر میت جنبی یا حائضہ ہو تو منہ اور ناک پر انگلی پھیرنے کا زیادہ اہتمام کیا جائے)

○ اس کے بعد ناک، منہ اور کانوں کے سوراخوں میں روئی رکھ دیں؛ تاکہ وضو و غسل کراتے ہوئے پانی اندر نہ جائے۔

○ وضو کرانے کے بعد ڈاڑھی و سر کے بالوں کو صابن وغیرہ سے خوب اچھی طرح دھودیں۔

○ پھر مردے کو بائیں کروٹ پر لٹا کر بیری کے پتوں میں پکا ہوا یا سادہ نیم گرم پانی دائیں کروٹ پر خوب اچھی طرح تین مرتبہ نیچے سے اوپر تک بہادیں کہ پانی بائیں کروٹ کے نیچے پہنچ جائے۔

○ پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر اسی طرح بائیں کروٹ پر سر سے پیر تک تین مرتبہ پانی ڈالا

جائے کہ پانی دائیں کروٹ تک پہنچ جائے، نیز پانی ڈالتے ہوئے بدن کو بھی آہستہ آہستہ ملا جائے، اگر میسر ہو تو صابن بھی استعمال کریں۔

○ اس کے بعد میت کو ذرا بٹھانے کے قریب کردیں اور پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ ملیں اور دبائیں اگر کچھ نجاست نکلے تو صرف اس کو پونچھ کر دھو ڈالیں، وضو و غسل لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

○ اس کے بعد اس کو بائیں کروٹ پر لٹا کر کافور ملا ہوا پانی سر سے پیر تک تین دفعہ ڈالیں۔

○ پھر سارے بدن کو تولیہ وغیرہ سے پونچھ دیا جائے۔ **ویصب علیہ ماء مغلی بسدر أو حرض إن تیسر، وإلا فماء خالص – إلی قولہ – وینشف في ثوب.** (الدر المختار مع الشامی زکریا ۸۷/۳ تا ۸۹، بیروت ۸۲/۳ تا ۸۴، طحطاوی ۳۱۰-۳۱۱، فتح القدیر ۱۰۵/۲-۱۰۹، ہندیہ ۱۵۸/۱، بہشتی زیور ۵۲/۲)

میت پر ایک مرتبہ پانی ڈالنا واجب ہے

مذکورہ طریقہ مسنون ہے اگر کوئی اس طرح نہ نہلائے؛ بلکہ سارے بدن پر صرف ایک مرتبہ پانی بہادے تب بھی واجب غسل ہوجائے گا۔ **ویصب علیه الماء عند کل اضطجاع ثلاث مرات لما مر، وإن زاد علیها أو نقص جاز إذا الواجب مرة.** (درمختار زکریا ۸۹/۳، بیروت ۸۴/۳، بدائع ۲۴/۲، فتح القدیر ۱۰۶/۲، بہشتی زیور ۵۳/۲، ہندیہ ۱۵۸)

استنجاء دستانے پہن کر کرائیں

میت کو استنجاء دستانے پہن کر کرانا ضروری ہے؛ کیوں کہ جس جگہ کو زندگی میں ہاتھ لگانا اور دیکھنا جائز نہیں، مرنے کے بعد بھی اس جگہ کو بلا دستانے پہنے ہاتھ لگانا اور دیکھنا جائز نہیں۔ **وصورۃ استنجائه أن یلف الغاسل علی یده خرقة ویغسل السوءۃ لأن مس العورۃ حرام کالنظر إلیها.** (الجوهرة النیرة ۱۴۸/۱، صغیری ۲۸۶، طحطاوی ۳۱۰، فتح القدیر ۱۰۷/۲، شامی زکریا ۸۶/۳، بیروت ۸۱/۳، ہندیہ ۱۵۸/۱، البحر الرائق زکریا ۳۰۱/۲)

غسل دینے والے کے لئے بعد میں غسل کرنا مستحب ہے

میت کو غسل دینے والے کے لئے مستحب ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد خود بھی غسل کرلے؛ البتہ اس کے لئے غسل کرنا واجب اور ضروری نہیں ہے۔ **ویندب الغسل من غسل الميت.** (شامی زکریا ۹۵/۳، بیروت ۸۹/۳، فتح القدیر ۱۱۲/۲، طحطاوی ۳۱۷، البحر الرائق ۱۲۱/۲)

خنثیٰ کو غسل کون دے؟

اگر خنثیٰ مشکل میت بالغ یا مراہق ہو تو اس کو غسل نہیں دیں گے؛ بلکہ صرف تیمّم کرائیں گے؛ البتہ اگر نابالغ ہو تو اس کا حکم چھوٹے بچے اور بچی کے مانند ہے، یعنی اس کو مرد یا عورت کوئی بھی غسل دے سکتا ہے۔ **والخنثیٰ المشکل المراهق لا يغسل رجلاً ولا امرأةً ولم يغسلها رجلٌ ولا امرأة، وييمم وراء ثوبٍ، کذا في الزاهدی.** (هندیه ۱۶۰/۱)

بچہ پیدا ہونے کے بعد مرجائے

اگر کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس میں زندگی کے آثار پائے گئے، تو اس پر انتقال کے بعد زندوں کے احکام جاری ہوں گے، یعنی اس کا نام رکھا جائے گا، غسل دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور وراثت وغیرہ جاری ہوگی۔ **ومن ولد فمات يغسل ويصلیٰ عليه ويرث ويورث ويسمیٰ إن استهل.** (درمختار مع الشامی زکریا ۱۲۹/۳، المحیط البرهانی ۴۹/۳)

مرا ہوا بچہ پیدا ہوا

اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہوا، یعنی پیدائش کے بعد اس میں زندگی کے آثار بالکل نہیں پائے گئے، تو نہ تو اس کا نام رکھا جائے گا اور نہ ہی اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؛ بلکہ اسے غسل دے کر ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے گا۔ **وإن لم يستهل لم يسم ولم يصلیٰ عليه ولم يورث.** (المحیط البرهانی ۴۹/۳) **والمختار أنه يغسل ويلف في خرقة ولا يصلیٰ عليه.** (شامی بیروت ۱۲۲/۳)

کفن کے مسائل

تکفین کا اہتمام

اسلام کے ممتاز احکام میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے نہایت باوقار انداز میں مردوں کو کفن دینے کا حکم دیا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

إِذَا وَلِـيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفْنَهُ. (ترمذی شریف ۱۹۴/۱)

تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کا ذمہ دار ہو اسے چاہئے کہ اس کے کفن کا بہتر انتظام کرے۔

نیز بعض احادیث میں مردے کو کفن دینے والے کے لئے بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، ایک روایت میں پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ كَفَّنَ مَيِّتاً كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ سُنْدُسٍ وَاسْتَبْرَقٍ فِي الْجَنَّةِ. (رواہ الحاکم ۳۵٤/۱، الترغیب والترهیب مکمل ۷۲۳)

جو شخص کسی مردے کو کفن پہنائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں گاڑھے اور باریک ریشم کا جوڑا پہنائیں گے۔

اس لئے جہاں تک ہوسکے بہتر انداز میں میت کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کرنا چاہئے۔ ذیل میں اس کے متعلق چند مسائل ذکر کئے جارہے ہیں:

غسل دینے کے بعد عطر لگانا

جب میت کو تولیہ وغیرہ سے صاف کر کے کفن پر رکھ دیا جائے تو سر اور داڑھی پر (اور عورت کے صرف سر پر) عطر لگادیں، پھر پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پیروں پر کافور مل دیں۔ **ويجعل الحنوط العطر المركب من الأشياء الطيبة غير زعفران وورس على رأسه ولحيته والكافور على مساجده كرامة لها.** (الدر المختار مع الشامی زکریا ۸۹/۳، بیروت ۸٤/۳، طحطاوی ۱۱۲، بدائع ٤۰/۲، هنديه ۱۶۱/۱)

تجہیز وتکفین فرضِ کفایہ ہے

غسل دینا، کفن دینا، نماز جنازہ پڑھنا اور دفن کرنا یہ سب فرضِ کفایہ ہے، یعنی اگر چند لوگ بھی ان امور کو انجام دے دیں تو سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہوجائے گا، اور اگر کوئی بھی ان امور کو انجام نہ دے تو سب کے سب گنہ گار ہوں گے۔ **فعلی المسلمین تکفینه والصلاۃ علیه فرض کفایة کدفنه وغسله وتجهیزه فإنها فرض کفایة.** (الدر المختار مع الشامی زکریا مختصراً ۱۰۲/۳، بیروت ۹۷/۳، فتح القدیر ۷٦/۲، طحطاوی ۳۱۷، البحر الرائق ۱۷۳/۲، کبیری ۵۷۹، مجمع الانهر ۱۸۲/۱)

کفن کیسا ہو؟

کفن کا کپڑا اسی حیثیت کا ہونا چاہئے جیسا وہ مردہ اپنی زندگی میں جمعہ وعیدین وغیرہ کے موقع پر استعمال کرتا تھا، اور عورت کو بھی اسی طرح کفن دیا جائے جو وہ اپنی زندگی میں میکے یا شادی وغیرہ میں جانے کے موقع پر استعمال کرتی تھی۔ **ویحسن الکفن بأن یکفن بکفن مثله وهو أن ینظر إلی ثیابه فی حیاته للجمعة والعیدین، وفی المرأۃ ما تلبسه لزیارۃ أبویها.**

(شامی زکریا ۹٦/۳، بیروت ۹۰/۳، طحطاوی ۳۱۵، البحر الرائق ۱۷٦/۲، هندیه ۱٦۱)

کفن کا رنگ کیسا ہو؟

سفید کپڑا کفن کے لئے سب سے بہتر ہے؛ البتہ نیا پرانا (دھلا ہوا) سب برابر ہے۔ **فالأفضل أن یکون التکفین بالثیاب البیاض ...... والخلق إذا غسل والجدید سواءٌ.**

(بدائع الصنائع ۳۹/۲، کبیری ۵۸۱، البحر الرائق ۱۷٦/۲، شامی زکریا ۱۰۰/۳، بیروت ۹۵/۳، هندیه ۱٦۱/۱)

کفن کو دھونی دینا

کفن کو پہلے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ لوبان وغیرہ کی دھونی دے دی جائے، اس کے بعد مردے کو کفنایا جائے، پانچ مرتبہ سے زائد دھونی نہ دی جائے۔ **وتجمر الأکفان قبل أن**

یدرج المیت فیها وتراً أو واحدةً أو ثلاثاً أو خمساً ولا یزاد علی ذٰلک. (هندیه ۱/۱۶۱، طحطاوی ۳۱۷، بدائع ۲/۳۹، تاترخانیة ۲/۱٤۸، بهشتی زیور ۲/۵۵)

مرد کا کفن

مرد کے کفن کے مسنون کپڑے تین ہیں: (۱) ازار: سر سے پاؤں تک (۲) لفافہ: اس کو چادر بھی کہتے ہیں یہ ازار سے ایک ڈیڑھ ہاتھ لمبا ہوتا ہے (۳) قمیص: یعنی کرتا بغیر آستین اور بغیر کلی کے گلے سے پیروں تک۔ **ویسن فی الکفن له إزار وقمیص ولفافة.** (در مختار) **قوله: إزار الخ وهو من القرن إلی القدم والقمیص من أصل العنق إلی القدمین بلا دخریص وکمین واللفافة تزید علی ما فوق القرن والقدم.** (شامی زکریا ۳/۹۵، بیروت ۳/۸۹-۹۰، هدایه مع الفتح ۲/۱۱۳-۱۱۵)

مرد کو کفنانے کا طریقہ

کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ:

- چارپائی پر پہلے لفافہ بچھائیں پھر ازار اس کے بعد کرتا۔
- پھر مردے کو اس پر لے جا کر پہلے کرتا پہنا دیں پھر ازار لپیٹ دیں، اس طرح کہ پہلے بائیں طرف لپیٹا جائے پھر دائیں طرف (تاکہ داہنی طرف اوپر رہے)
- پھر چادر لپیٹیں، پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف۔
- پھر کسی پٹی وغیرہ سے پیروں اور سر اور کمر کے پاس سے کفن کو باندھ دیں؛ تاکہ راستہ میں کھل نہ جائے۔ **تبسط اللفافة أولاً ثم یبسط الإزار علیها ویقمص ویوضع علی الإزار ویلف یساره ثم یمینه ثم اللفافة کذلک لیکون – إلی قوله – ویعقد الکفن إن خیف انتشاره الأیمن علی الأیسر.** (درمختار مع الشامي زکریا ۳/۹۸، بیروت ۳/۹۳، طحطاوی ۳۱۶، بدائع ۲/٤۰، عالمگیری ۱/۱۶۱، هدایه مع الفتح ۲/۱۱۷)

عورت کا کفن

عورت کے کفن کے مسنون کپڑے پانچ ہیں: (۱) ازار (۲) لفافہ (۳) قمیص بغیر آستین اور کلی

کے(۴) سینہ بند پستانوں سے رانوں تک (۵) خمار (سر بند) تین ہاتھ لمبا، خلاصہ یہ کہ تین کپڑے تو وہی ہے جو مرد کے ہیں اور دو کپڑے (سینہ بند اور سر بند) زائد ہیں۔ **ولها درع أي قميص وإزار وخمار ولفافة وخرقة تربط بها ثدياها وبطنها.** (درمختار) **وفي الشامي: خمار: ما تغطي به المرأة رأسها. قال الشيخ اسماعيل: ومقداره حالة الموت ثلاث أذرع. قوله: (وخرقة) والأولى أن تكون من الثديين إلى الفخذين.** (شامی زکریا ۹۶/۳-۹۷، بیروت ۹۱/۳، طحطاوی أشرفي ۵۷۸، هندية ۱۶۰/۱، الجوهرة النيرة ۱۵۲/۱، بهشتی زیور قدیم ۷۸/۲)

عورت کو کفنانے کا طریقہ

عورت کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ:

- پہلے چادر (لفافہ) بچھائیں اس کے بعد سینہ بند رکھیں، اس کے اوپر ازار پھر قمیص۔
- پھر میت کو کفن پر لے جا کر پہلے کرتا پہنائیں، اور سر کے بالوں کے دو حصے کر کے کرتے کے اوپر سینے پر ڈال دیں ایک حصہ داہنی طرف ایک حصہ بائیں طرف۔
- اس کے بعد سر بند کو سر اور بالوں پر ڈال دیں اس کو نہ باندھیں نہ لپیٹیں، پھر ازار لپیٹ دیں پہلے بائیں طرف پھر داہنی طرف۔
- بعد ازاں سینہ بند باندھیں، پھر چادر لپیٹیں پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف، اس کے بعد پیر سر اور کمر کے پاس سے کفن کو پٹیوں سے باندھ دیں؛ تا کہ ہوا وغیرہ سے راستہ میں کھل نہ جائے۔ **وأما المرأة فتبسط لها اللفافة والإزار على نحو ما بيّنا للرجل، ثم توضع على الإزار وتلبس الدرع ويجعل شعرها ضفيرتين على صدرها فوق الدرع، ثم يجعل الخمار فوق ذلک، ثم يعطف الإزار واللفافة كما بينا في الرجل ثم الخرقة بعد ذلک تربط فوق الأكفان فوق الثديين.** (هنديه ۱۶۱/۱) **وفي الشامي: تربط الخرقة على الثديين فوق الاكفان يحتمل أن يراد به تحت اللفافة وفوق الإزار والقميص وهو الظاهر.** (شامی زکریا ۹۹/۳، بیروت ۹۳/۳، تاتارخانية زکریا ۲۹/۳، کبیری ۵۸۱)

کفنِ کفایت

مرد کے کفن میں اگر صرف دو کپڑے ہوں یعنی ازار اور لفافہ تو یہ بھی بلا کراہت درست ہے، اسی طرح عورت کے کفن میں صرف تین کپڑے ہوں یعنی قمیص، لفافہ اور سر بند یا ازار، لفافہ اور سر بند تو یہ بھی درست ہے اس کو کفن کفایت کہا جاتا ہے۔ **وكفاية له إزار ولفافة في الأصح ولها ثوبان وخمار. (درمختار) قال الشامي: ولها ثوبان لم يعينهما كالهداية وفسرها في الفتح بالقميص واللفافة وعينهما في الكنز بالإزار واللفافة.** (شامی زکریا ۹۷/۳ - ۹۸، بیروت ۹۱/۳ - ۹۲، طحطاوی أشرفي ۵۷۸، تاتارخانیة زکریا ۲۵/۳)

کفنِ مکروہ

مرد کو دو کپڑوں سے کم میں کفن دینا اور عورت کو تین کپڑوں سے کم میں کفن دینا مکروہ ہے الا یہ کہ کوئی مجبوری ہو۔ **ويكره أقل من ذلك (درمختار) وفي الشامي: أي عند الاختيار.**

(شامی زکریا ۹۸/۳، بیروت ۹۳/۳، تاتارخانیة زکریا ۲۶/۳، هندية ۱۶۰/۱، بدائع ۳۹/۲، بهشتی زیور ۵۶/۲)

چارپائی کی چادر

جو چادر سب سے اوپر چارپائی پر بطور پردہ کے ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں کفن صرف اتنا ہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۵۰۴/۸ - ۵۰۵، فتاویٰ دارالعلوم ۲۶۶/۵، بہشتی زیور ۵۶/۲)

نابالغ لڑکے اور لڑکی کا کفن

قریب البلوغ لڑکا اور لڑکی بڑے مرد اور عورت کی طرح ہیں یعنی قریب البلوغ لڑکے کو مرد کی طرح تین کپڑوں میں اور قریب البلوغ لڑکی کو عورت کی طرح پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے گا، نیز بہت چھوٹے لڑکے اور لڑکی کو بھی اسی طرح کفن دیا جائے گا، ہاں البتہ چھوٹے لڑکے کو ایک کپڑے میں اور لڑکی کو دو کپڑوں میں کفن دینا بھی جائز ہے۔ **والمراهق كالبالغ ومن لم يراهق إن كفن في واحد جاز. (درمختار) وفي الشامية: قال في الزيلعي وأدنىٰ ما يكفن به الصبي الصغير ثوب واحد والصبية ثوبان. وفي الحلية عن الخانية**

والخلاصة: الطفل الذى لم يبلغ حد الشهوة الأحسن أن يكفن فيما يكفن فيه البالغ وإن كفن فى ثوب واحد جاز. (شامی زکریا ۹۹/۳، بیروت ۹۳/۳-۹۴، بدائع ۳۹/۲، طحطاوی أشرفي ۵۷۵، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۵۱۰/۸، بهشتی زیور ۵٦/۲)

مردہ مولود کا کفن

جو حمل ساقط ہوجائے (گر جائے) یا جو بچہ مردہ پیدا ہوا سے کفنانے میں سنت طریقہ کی رعایت کرنا ضروری نہیں؛ بلکہ کسی بھی کپڑے میں لپیٹ کر دفنا دیا جائے تو بھی کافی ہے، ایسے بچہ کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ **والسقط يلف (درمختار) أى فى خرقة لأنه ليس له حرمة كاملة وكذا من ولد ميتاً بدائع. ولا يكفن أى لايراعى فيه سنة الكفن وهل النفى يعنى النهى أو بمعنى نفى اللزوم الظاهر الثانى.** (شامی زکریا ۹۹/۳، بیروت ۹۴/۳، مراقی الفلاح مع الطحطاوی أشرفي ۵۷۵، هدایه ۱۸۱/۱، کبیری ۵۸۱)

جنازہ پر کلمہ والی چادر ڈالنا

میت پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ، آیت الکرسی یا سورۂ یٰسین لکھی ہوئی چادر ڈالنا احترام کے خلاف اور ناجائز ہے۔ **وقد افتىٰ بن الصلاح بأنه لا يجوز أن يكتب على كفن الميت يٰس والكهف وغيرهما خوفاً من صديد الميت.** (شامی زکریا ۱۵۷/۳)

قبر کھل جائے اور لاش بے کفن ہو؟

اگر کسی انسان کی قبر کھل جائے یا کسی وجہ سے لاش قبر سے باہر آجائے اور اس پر کفن نہ ہو اور وہ لاش پھولی پھٹی نہ ہو، تو اسے دوبارہ مسنون کفن دے کر دفن کرنا چاہئے۔ اور اگر وہ پھول پھٹ گئی ہو تو اسے مسنون کفن دینے کی حاجت نہیں، بس ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے۔ (احکام میت ۴۷) **وآدمي منبوش طرى لم يتفسخ يكفن كالذي لم يدفن مرة بعد أخرىٰ وإن تفسخ كفن في ثوب واحد.** (الدر المختار زکریا ۹۹/۳، البحر الرائق کوئٹه ۱۷۷/۲)

حادثاتی اموات

میت کا صرف سر دستیاب ہوا

اگر کسی میت کا صرف سر یا بدن کا نصف سے کم حصہ دستیاب ہوا تو نہ تو اسے غسل دیا جائے گا اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؛ بلکہ اسے ویسے ہی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفنا دیا جائے گا۔ **وجد رأس آدمی أو أحد شقیه لا یغسل ولا یصلی علیه بل یدفن.** (درمختار بیروت ۳/۸٦، شامی زکریا ۳/۹۲)

نصف دھڑ دستیاب ہوا

کسی میت کے بدن کا نصف سے زائد حصہ (خواہ سر سمیت ہو یا سر کے بغیر ہو) دستیاب ہوا تو اس کو باقاعدہ غسل دے کر کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اس کے بعد دفنایا جائے گا۔ اور اگر صرف نصف حصہ دست یاب ہوا تو دیکھا جائے گا کہ اس کے ساتھ سر ہے یا نہیں؟ اگر سر ہے تو اسے غسل دے کر تجہیز وتکفین کی جائے گی، ورنہ ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر نماز پڑھے بغیر دفنا دیا جائے گا۔ **ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأس یغسل ویکفن ویصلی علیه، وإن وجد نصفه من غیر الرأس أو وجد نصفه مشقوقاً طولاً فإنه لا یغسل ولا یصلی علیه ویلف فی خرقة ویدفن فیها.** (عالمگیری ۱/۱۵۹، درمختار بیروت ۳/۸٦، زکریا ۳/۹۲)

سمندری سفر کے دوران وفات

اگر سمندری سفر کے دوران کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور ساحل تک پہنچنے میں اتنی دیر ہو کہ نعش کے خراب ہونے کا خطرہ ہو، تو ایسی صورت میں میت کو حسبِ دستور غسل وکفن دے کر نماز

جنازہ پڑھ لی جائے گی اوراس کے بعد کوئی وزنی چیز باندھ کر میت کو سمندر کے حوالہ کر دیا جائے گا؛ تاکہ لاش اوپر نہ تیرے، اوراگر ساحل قریب ہو تو قدرے انتظار کیا جائے گا اور خشکی میں لاکر با قاعدہ تدفین کی جائے گی۔ **مات فی سفینة غسل و کفن وصلی علیه والقی فی البحر إن لم یکن قریباً من البر.** (درمختار ۱۳۱/۳، احسن الفتاویٰ ۲۵۰/٤) **ویصلی علیه ویثقل ویرمی فی البحر.** (عالمگیری ۱۵۹/۱، زکریا ۱٤۰/۳)

لاش جل کر کوئلہ ہوگئی

اگر آگ زنی کے کسی حادثہ میں نعش جل کر بالکل کوئلہ ہوگئی تو اسے غسل نہیں دیا جائے گا اور نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی؛ بلکہ کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔ **ألا تریٰ إن العظام لا یصلی علیها بالإجماع.** (بدائع الصنائع ۲۹/۲، مسائل بهشتی زیور، مؤلفه: ڈاکٹر عبد الواحد صاحب ۲۷۸)

صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ برآمد ہوا

اگر کسی میت کی لاش اس حال میں پائی گئی کہ اس کا گوشت پوست سب پارہ پارہ ہو چکا ہے اور صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ موجود ہے، تو اس ڈھانچہ کو غسل دینے یا سنت کے مطابق کفن پہنانے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ اس پر نماز جنازہ پڑھے بغیر کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفنا دیا جائے۔ **ألا تریٰ أن العظام لا یصلی علیها بالإجماع.** (بدائع الصنائع ۲۹/۲، مسائل بهشتی زیور ۲۷۸)

لاش پھول جائے

اگر میت کی لاش اس حال میں برآمد ہوئی کہ وہ بالکل پھول چکی تھی، تو اس لاش پر اوپر سے پانی بہا کر غسل دے دیا جائے گا اور پھر حسبِ دستور کفن دفن اور نماز جنازہ کا اہتمام کیا جائے گا۔ **ولو کان المیت متفسخاً یتعذر مسحه کفی صب الماء علیه. کذا فی التاتر خانیة.** (عالمگیری ۱۵۸/۱، تاتر خانیة زکریا ۱۰/۳، حاشیه فتاویٰ محمودیه جدید ۵۰۱/۸)

جولاش پھول کر پھٹ گئی ہو؟

جولاش اس حالت میں ملی کہ وہ پھول کر پھٹ چکی تھی اور ہاتھ لگانے کے قابل بھی نہ تھی، تو اس پراوپر سے پانی بہادیا جائے اور نماز جنازہ نہ پڑھی جائے؛ بلکہ یونہی کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے۔ **وقيد بعدم التفسخ لأنه لا يُصلىٰ عليه بعد التفسخ لأن الصلوٰة شرعت على بدن الميت فإذا تفسخ لم يبق بدنه قائماً.** (البحر الرائق كوئٹه ۲/ ۱۸۲) **ولو كان الميت متفسخاً يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه.** (هندية ۱/ ۱۵۸، تاتارخانية ۳/ ۱۰، رقم: ۳۵۹۸، احکام میت ۱۹۸)

بحالتِ احرام وفات پانے والے کی تجہیز وتکفین

جس شخص نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا اور وہ اسی حالت میں وفات پا گیا تو اس کی تجہیز وتکفین اسی طرح کی جائے گی جیسے غیر محرم میت کی کی جاتی ہے؛ کیوں کہ وفات پاتے ہی احرام کا حکم ختم ہوجاتا ہے؛ لہٰذا اس کو خوشبو وغیرہ لگانا اور سر ڈھانکنا وغیرہ سب جائز ہوگا۔ **والمحرم كالحلال أي فيغطى رأسه وتطيب أكفانه.** (درمختار ۳/ ۱۱۷، شامی زکریا ۳/ ۹۹، احکام میت ۴۳)

حادثہ میں مسلمان اور کافروں کی لاشیں گڈمڈ ہوجائیں

اگر کسی حادثہ میں مسلم وغیر مسلم سب ہلاک ہوجائیں اور جل جانے یا کسی اور وجہ سے ان کے درمیان شناخت ممکن نہ رہے، تاہم مسلمانوں کی اموات زیادہ ہونے کا گمان غالب ہو تو سب کے جنازے تیار کر کے نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نیت صرف مسلمانوں پر نماز جنازہ پڑھنے کی کی جائے گی۔ اور انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ جدید ۸/ ۵۲۹، امداد الاحکام ۲/ ۴۵۱، احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۱۲-۲۳۶، قدیم ۴/ ۲۰۲) **يصلي ويقصد المسلمين لأنه إن عجز عن التعيين لا يعجز عن القصد.** (شامی بیروت ۳/ ۸۸، زکریا ۳/ ۹۴) **موتى المسلمين إذا اختلطوا بموتى الكفار أو قتلى المسلمين بقتلى الكفار إن كان للمسلمين علامة – إلى قوله – فيصلي**

عليهم. وإن لم تكن علامة إن كانت الغلبة للمسلمين يصلى على الكل وينوى بالصلاة الدعاء للمسلمين ويدفنون فى مقابر المسلمين. (عالمگیری ۱/ ۱۵۹)

نوٹ:- اوریہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ کفار اور مسلمانوں کی لاشیں برابر ہوں یا کافروں کی تعداد زیادہ ہو۔(مستفاد: شامی زکریا ۳/ ۹۴)

پوسٹ مارٹم کا حکم

مرنے کے بعد میت کے جسد خاکی کو چیر پھاڑ کر معائنہ کرنا (پوسٹ مارٹم کرنا) عام حالات میں شرعاً جائز نہیں ہے؛ اس لئے جہاں تک ہوسکے اس عمل سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے؛ البتہ جہاں قانونی مجبوری ہو تو معذوری ہے۔ (کفایت المفتی مبوب جدید ۴/ ۲۰۱ وغیرہ)

پوسٹ مارٹم والی نعش کی تجہیز وتکفین

جس میت کا مجبوری میں پوسٹ مارٹم کرانا پڑے اس کو بعد میں غسل اور کفن عام مردوں کی طرح ہی دیا جائے گا، اور غسل کی وجہ سے اگر چہ بدن کے اندر پانی چلا جانے کا خطرہ ہو پھر بھی غسل دیا جائے گا۔ (مستفاد: عالمگیری ۱/ ۱۵۸)

پوسٹ مارٹم کے لئے قبر کھود کر نکالنا

پوسٹ مارٹم کے لئے قبر کھود کر لاش نکالنا قطعاً جائز نہیں ہے، اور اگر اس غرض سے مجبوراً لاش نکالی جائے اور وہ لاش پھولی پھٹی نہ ہو تو اسے دوبارہ مسنون کفن دے کر دفن کر دینا چاہئے۔ **وقيل: إنهم لم تتفرق أعشائهم فإن معاوية رضي الله عنه لما أراد أن يحولهم وجدهم كما دفنوا فتركهم.** (بدائع الصنائع ۲/ ۵٦) اور اگر پھول پھٹ گئی ہو تو اسے ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفنا دیا جائے۔ (احکام میت ۷۴) **وآدمي منبوش طرى لم يتفسخ يكفن كالذي لم يدفن مرة بعد أخرىٰ وإن تفسخ كفن في ثوب واحد.** (الدر المختار مع الشامی زکریا ۳/ ۹۹ - ۱۰۰)

میت کی بندھی ہوئی پٹیاں کھول دی جائیں گی

اگر کسی شخص کے بدن پر پلاسٹر تھا یا زخم پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور اسی حالت میں انتقال ہوگیا تو اس کی پٹیاں اور پلاسٹر وغیرہ کھولنے کے بعد غسل دیا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ جدید ۵۰۰/۸)

ڈوب کر مر جانے والے کو غسل

اگر کوئی شخص پانی میں ڈوب کر مر جائے اور بعد میں اس کی لاش دستیاب ہو تو اسے بھی عام مردوں کی طرح غسل دیا جائے گا (یعنی پانی میں مرجانا اس کے غسل کی طرف سے کافی نہ ہوگا) البتہ اگر لاش کو پانی سے نکالنے سے پہلے غسل کی نیت سے متعدد مرتبہ حرکت دے دی جائے تو یہ غسل شرعاً معتبر ہوگا۔ **الميت إذا وجد في الماء لا بد من غسله لأن الخطاب بالغسل توجه على بني ادم ولم يوجد من بني ادم فعل، إلا أن يحركه في الماء بنية الغسل عند الإخراج، كذا في التجنيس.** (عالمگیری ۱۵۸/۱)

اسقاطِ حمل

اگر کسی عورت کا حمل ساقط ہوجائے تو دیکھا جائے گا کہ اس کے اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ میں سے کوئی عضو وجود میں آیا ہے یا نہیں، اگر کوئی عضو بن گیا ہے تو اس کا حکم مردہ بچے کے مانند ہے کہ اس کا نام رکھا جائے گا اور غسل دے کر اسے پاک کپڑے میں لپیٹ کر بلا نماز پڑھے دفن کر دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی عضو وجود میں نہیں آیا ہے تو نہ تو اس کا نام رکھا جائے نہ غسل دیا جائے نہ باقاعدہ کفن دیا جائے؛ بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر کہیں دبا دیا جائے۔ (احکام میت ۱۹۳-۱۹۴)

والسقط يلف ولا يكفن كالعضو من الميت. (الدر المختار مع الشامی زکریا ۹۹/۳)

والمتبادر منه أنه ظهر فيه بعض خلق وأما إذا لم يظهر فيه خلق أصلاً فالظاهر أنه لا يغسل ولا يسمى لعدم حشره. (الطحطاوی ۵۹۸/۱) **وإذا استبان بعض خلقه غسل وحشر وهو المختار.** (الدر المختار شامی زکریا ۱۳۱/۳، بدائع الصنائع ۲۸/۲)

والخلاصة من أن السقط الذي لم تتم خلقة أعضائه اعتبار أنه يغسل، وفي المبتغى السقط الذي لم تتم أعضاؤه هل يحشر؟ قيل: إذا نفخ فيه الروح يحشر وإلا فلا، وإذا استبان بعض خلقه يحشر. (بحر کوئٹه ۲/۱۸۸-۱۸۹)

بچہ زندہ ہوتو مردہ عورت کا پیٹ چاک کیا جائے گا

اگر کسی حاملہ عورت کا انتقال ہوجائے اور بچہ اس کے پیٹ میں زندہ موجود ہوتو آپریشن کرکے بچہ کو نکال کر اس کی جان بچانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ **الحبلیٰ إذا ماتت وفي بطنها ولد يضطرب يشق بطنها ويخرج الولد ولا يسع إلا ذٰلک.** (البحر الرائق کوئٹه ۲/۱۸۸، حاشية الطحطاوی ۵۹۷) **حامل ماتت وولدها حي يضطر بشق بطنها من الأيسر ويخرج ولدها.**

(شامی زکریا ۳/۱۴۵)

جس لاش سے بدبو اٹھ رہی ہو؟

جس لاش سے بدبو اٹھ رہی ہو؛ لیکن وہ پھٹی نہ ہوتو اس کی نماز جنازہ حسب دستور پڑھی جائے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۵/۳۳۵، احکام میت ۱۹۹) **وهي فرض على كل مسلم مات.**

(درمختار ۲/۱۲۵، شامی زکریا ۳/۱۰۷)

زندہ انسان کے کٹے ہوئے عضو کا کیا کریں؟

اگر کسی حادثہ یا مرض کی وجہ سے زندہ انسان کا کوئی عضو کٹ کر الگ ہوجائے تو اس عضو کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۵/۴۳۵) **لو وجد طرف من أطراف إنسان أو نصفه مشقوقاً طولا أو عرضاً يلف في خرقة.** (الدر المختار ۳/۱۱۷، شامی زکریا ۳/۹۹، احکام میت ۲۱۳) **وعلى هٰذا يخرج ما إذا وجد طرى من أطراف الإنسان كيد أو رجل أمله لا يغسل...... ألا ترى أن العظام لا يصفى عليها بالإجماع، ما روى عن ابن عباس وابن مسعود رضي الله عنهما قالا: لا يصلى على عضو.** (بدائع الصنائع ۲/۲۹)

دفن کے بعد باقی اجزاء ملے

اگر کسی لاک کے اکثر اجزاء دستیاب ہونے پر اس کی نماز جنازہ پڑھ کر تدفین کر دی گئی اور بعد میں کوئی اور عضو دستیاب ہوا تو اب اس پر دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی؛ بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔ **وإذا صلى على الأكثر لم يصل على الباقي إذاوجد...... ويلف في خرقة ويدفن فيها.** (الهندية ١٥٩/١) ...... **فيؤدي إلى تكرار الصلوٰة على ميت واحد وذٰلک مكروه عندنا.** (بدائع الصنائع ٢٩/٢)

جس لاش پر پٹیاں بندھی ہوں اس کے غسل کا حکم

جس لاش میں زخم کی وجہ سے پٹیاں بندھی ہوں تو پٹیاں کھول کر اسے باقاعدہ غسل وکفن دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی (پٹیاں کھولے بغیر غسل درست نہ ہوگا اوپر سے مسح کافی نہیں) (فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ٥٦/١٣) **ويمسح نحو مفتصد وجريح على كل عصابة مع فرجتها في الأصح الالخ، الماء أو حلها وتحته من جانب الشامي أي على كل فرد من أفرادها سواء كانت عصابة تحتها جراحة وهي بقدرها أو زائدة عليها كعصابة المفتصد أو لم يكن تحتها جراحة أصلاً بل كسر أو كي، وهٰذا معنى قول الكنز، كانت تحتها جراحة أو لا، لكن إذا كانت زائدة على قدر الجراحة، فإن جزه الحل والغسل مسح الكل تبعا وإلا فلا.** (شامی زکریا ٤٧١/١، البحر الرائق کوئٹہ ١٨٧/١)

دریا یا سمندر میں ڈوب کر لا پتہ ہوجانے والے کا حکم

جو شخص کسی دریا یا سمندر میں ڈوب کر مرجائے اور اس کی لاش کا پتہ نہ چلے تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی (کیوں کہ نماز جنازہ کی صحت کے لئے لاش کا سامنے ہونا لازم ہے اور وہ اس صورت میں متحقق نہیں ہے) **بخلاف ما لو غرق في بحر لعدم تحقق وجوده أمام المصليٰ.** (شامی زکریا ١٢٥/٣، احکام میت ٢٠٣) **وشرطها أيضاً حضوره ووضعه**

وكونه هدأ وأكثره أمام المصلي. (درمختار زكريا ١٠٤/٣، هندية ١٦٤/١)

ملبے کے نیچے دب جانے والے کا حکم

اگر عمارت منہدم ہونے یا زلزلہ کی وجہ سے کوئی شخص ملبہ میں دب جائے اور کوشش کے باوجود اس کی لاش نہ نکالی جاسکے، جب تک یہ گمان غالب ہو کہ وہ پھولی پھٹی نہ ہوگی تو اس کی نماز جنازہ اوپر سے پڑھی جائے گی؛ لیکن اگر اتنا وقت گذر جائے کہ یہ گمان ہو کہ لاش پھول پھٹ گئی ہوگی تو اب اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ (احسن الفتاویٰ ۲۱۱/۴) **ينبغي أن يكون في حكم من دفن بلا صلاة من تردى في نحو بير او وقع عليه بنيان ولم يمكن اخراجه.** (شامی بیروت ١١٧/٣، زكريا ١٢٥/٣)

جنازہ اٹھانے کے مسائل

جنازہ کے پیچھے چلنے کی فضیلت

اسلام کی ایک اہم تعلیم یہ بھی ہے کہ جنازہ کے ساتھ چل کر قبرستان تک جایا جائے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا، جن میں سے ایک جنازہ کے پیچھے چلنے کا حکم بھی تھا۔ (بخاری شریف ۱/۱۶۶)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهِ فَلَهٗ قِيْرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَ حَتّٰى يُدْفَنَ كَانَ لَهٗ قِيْرَاطَانِ، قِيْلَ: مَا الْقِيْرَاطَانِ؟ قَالَ: مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ. (بخاری شریف ۱/۱۷۷)

جو شخص جنازہ میں حاضر ہو یہاں تک کہ اس کی نماز پڑھی جائے تو اسے ایک قیراط اجر ملتا ہے، اور جو دفن تک شریک ہو تو اس کے لئے دو اجر قیراط مقرر ہے، تو آپ سے پوچھا گیا کہ دو قیراط کتنے بڑے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ دو بڑے پہاڑوں کے برابر۔

اس لئے ہر مسلمان کو یہ عظیم اجر وثواب حاصل کرنے کا شوق ہونا چاہئے، اور اس سے محروم نہ رہنا چاہئے۔

جنازہ کے ساتھ پیدل جائیں

بہتر ہے کہ بلاضرورت جنازہ کے پیچھے سوار ہو کر نہ چلیں؛ بلکہ پیدل چلنے کا اہتمام کریں؛ اس لئے کہ فرشتے بھی مومن کے جنازہ کے ساتھ پیدل جاتے ہیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک جنازہ کے ساتھ نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کی معیت میں نکلے، تو آپ نے کچھ لوگوں کو سواری پر دیکھا تو ارشاد فرمایا:

أَلَا تَسْتَحْيُوْنَ أَنَّ مَلٰٓئِكَةَ اللّٰهِ عَلٰى أَقْدَامِهِمْ وَأَنْتُمْ عَلٰى ظُهُوْرِ الدَّوَابِّ.

کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ اللہ کے فرشتے تو پیدل ہیں اور تم سواریوں پر چڑھے بیٹھے ہو؟

(ترمذی شریف ۱/۱۹۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلاضرورت جنازہ کے ساتھ سوار ہوکر جانا پسندیدہ نہیں ہے؛ تاہم اگر ضرورت ہو، مثلاً قبرستان بہت دور ہو یا جانے والا کمزور یا مریض ہوتو سواری پر حرج نہیں۔

جنازہ جلدی لے جانے کا حکم

شریعت کا حکم یہ ہے کہ قبرستان کی طرف جنازہ جلدی لے جایا جائے، چناں چہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا إِلَيْهِ وَإِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ. (بخاری شریف بلال ۱۷۶ رقم: ۱۳۱۵، مسلم شریف بلال ۳۰۶ رقم: ۹٤٤، الترغیب والترهیب مکمل: ۵۲۸۲، بیروت: ۵۱۵٦)

جنازہ کو لے کر جلدی چلو؛ اس لئے کہ اگر وہ نیک ہے تو تم اس کو بہتر ٹھکانہ تک پہنچاؤ گے، اور اگر وہ نیک نہیں ہے تو اپنی گردنوں سے برائی کو (جلد) ہٹاؤ گے۔

بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ قبرستان قریب ہونے کے باوجود محض کاندھا لگانے والوں کی رعایت میں دور کے راستہ سے جنازہ کو قبرستان تک پہنچایا جاتا ہے، مذکورہ حدیث کی روشنی میں یہ طریقہ صحیح نہیں ہے؛ بلکہ حکم یہ ہے کہ نماز جنازہ ہونے کے بعد بلا تاخیر جلد از جلد میت کو قبر میں پہنچا دینا چاہئے، اور بلا خاص عذر کے ہرگز تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ ذیل میں اس سلسلہ کے مزید مسائل ملاحظہ فرمائیں:

بچہ کے جنازہ کو اٹھانے کا طریقہ

میت اگر چھوٹا بچہ ہے تو لوگوں کو چاہئے کہ اس کو دست بدست لے جائیں کہ ایک آدمی اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھائے پھر اس سے دوسرا آدمی لے لے، اسی طرح ادلتے بدلتے لے جائیں۔ **والصبي الرضيع أو الفطيم أو فوق ذلك قليلاً يحمله واحد على يديه. (درمختار) أي ويتداوله الناس بالحمل على أيديهم.** (شامی زکریا ۱۳۵/۳، بیروت ۱۲٦/۳، هندية ۱٦۲/۱، حلبي کبیر ۵۹۲)

بڑے جنازہ کو اٹھانے کا طریقہ

اگر میت بڑی ہو مرد ہو یا عورت، تو اس کو چارپائی وغیرہ پر لٹا کر لے جائیں، سرہانا آگے

رکھیں اوراس کے چاروں پایوں کوایک ایک آدمی اٹھائے۔ **والسنة فی حمل الجنازة أن یحملها أربعة نفر من جوانبها الأربع ویقدم الرأس فی حال حمل الجنازة.** (بدائع ۴۲/۲، هدایه مع الفتح ۱۴۰/۲، هندیه ۱۶۲/۱، حلبی کبیر ۵۹۱)

سواری پر جنازہ لے جانا

بلا عذر جنازہ کوسواری پر لے جانا مکروہ ہے؛ لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً قبرستان بہت زیادہ دور ہوتو جنازہ کوسواری پر لے جانے کی گنجائش ہے۔ **ویکره حمله علی ظهر دابة بلا عذر أما إذا کان عذراً بأن کان المحل بعیداً یشق حمل الرجال له أو لم یکن الحامل إلا واحداً فحمله علی ظهره فلا کراهة إذاً.** (طحطاوی ۲۳۱، دارالعلوم ۲۷۴/۵، کفایت المفتی ۲۹/۴-۳۰، احکام میت ۶۱)

جنازہ کو دو لکڑیوں پر اٹھانا مکروہ ہے

جنازہ کو دو لکڑیوں کے درمیان اس طرح اٹھانا کہ اسے دو آدمیوں نے اٹھا رکھا ہو، یہ طریقہ مکروہ ہے، ہاں اگر کوئی مجبوری ہوتو درست ہے، مثلاً راستہ اتنا تنگ ہو کہ چار پائی پر چار آدمی سنت کے مطابق نہ اٹھا سکیں۔ **ویکره حملها بین العمودین بأن یحملها رجلان أحدهما مقدمها والآخر مؤخرها إلا عند الضرورة مثل ضیق المکان وما أشبه ذلک.**

(هندیه ۱۶۲/۱، بدائع ۴۲/۲، البحر الرائق ۱۹۱/۱، تاترخانیة ۱۵۱/۲، کبیری ۵۹۲، فتح الکبیر زکریا ۱۴۱/۲)

جنازہ کو جلدی لے کر چلنا

جنازہ کو تیز قدم لے جانا مسنون ہے مگر اتنا تیز نہیں کہ میت حرکت میں آجائے۔ **ویسرع بها بلا خبب. (درمختار) وحد التعجیل المسنون أن یسرع بها بحیث لایضطرب المیت علی الجنازة.** (شامی زکریا ۱۳۶/۳، بیروت ۱۲۶/۳، طحطاوی ۳۳۲، هندیة ۱۶۲/۱، البحر الرائق زکریا ۳۳۵/۲)

جنازہ کے پیچھے چلنا

جنازہ کے پیچھے پیدل چلنا افضل ہے، اگر چند آدمی آگے نکل جائیں اور جنازہ سے دور نہ

ہوں تو حرج نہیں؛ لیکن اگر سب کے سب آدمی آگے بڑھ جائیں اور جنازہ پیچھے کردیں یا چند آدمی آگے نکل کر جنازہ سے دور ہو جائیں تو یہ مکروہ ہے۔ **الأفضل للمشيع للجنازة المشي خلفها ويجوز اماماً إلا أن يتباعد عنها أو يتقدم الكل فيكره ولا يمشي عن يمينها ولا عن شمالها.** (فتح القدير زكريا ١٤٣/٢)

وندب المشي خلفها ولايمشي عن يمينها ويسارها ولو مشى أمامها جاز، ولكن أن تباعد عنها أو تقدم الكل كره. (درمختار مع الشامي زكريا ١٣٦/٣، هندية ١٦٢/١، خانية ١٩٠/١)

جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا

جو لوگ کہیں بیٹھے ہوئے ہوں اور ان کا ارادہ جنازہ کے ساتھ جانے کا نہ ہو تو انہیں جنازہ دیکھ کر کھڑا نہ ہونا چاہئے۔ (پہلے یہ حکم تھا بعد میں منسوخ ہوگیا) **ولا يقوم من مرت به جنازة ولم يرد المشي معها والأمر به منسوخ.** (مراقي الفلاح ٣٣٣، تاترخانية ١٥٢/٢، هنديه ١٦٢/١، فتح القدير ١٤٢/٢، درمختار بيروت ١٢٧/٣)

قبرستان میں بیٹھنا

جنازہ پہنچنے سے پہلے قبرستان میں بلا ضرورت جا کر بیٹھنا مکروہ ہے، اسی طرح جنازہ کے کندھوں سے اترنے سے پہلے بھی بیٹھ جانا مکروہ ہے؛ لیکن جنازہ کندھوں سے اتر جانے کے بعد بیٹھنا منع نہیں ہے۔ **ويكره لمتبعي الجنازة أن يقعدوا قبل وضع الجنازة فأما بعد الوضع فلا بأس بذلك.** (بدائع الصنائع ٤٦/٢، درمختار زكريا ١٣٦/٣، بيروت ١٢٦/٣)

عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا

عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا مکروہ تحریمی ہے۔ **ويكره خروجهن تحريماً.** (درمختار مع الشامي زكريا ١٣٧/٣، بيروت ١٢٧/٣، مراقي الفلاح ٣٣٣، تاترخانية ١٥٢/١، بدائع ٤٥/٢)

جنازہ لے جانے کا مسنون طریقہ

جنازہ کو اٹھانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے میت کی داہنی طرف کا اگلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے، پھر پچھلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے، پھر بائیں طرف کا اگلا پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے اور پھر پچھلا پایا بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے، حدیث شریف میں اس طرح اٹھانے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ **وإذا حمل الجنازة وضع ندباً مقدمها على يمينه عشر خطوات ثم وضع مؤخرها على يمينه كذلك ثم مقدمها على يساره ثم مؤخرها كذلك مختصراً.** (در مختار مع الشامی زکریا ۱۳۵/۳، بیروت ۱۲۶/۳، هندية ۱۶۲/۱، مراقی الفلاح ۳۳۱، کبیری ۵۹۲/۱، کفایت المفتی ۴۷/۴)

جنازہ لیجاتے ہوئے بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے

جنازہ لیجاتے ہوئے بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے؛ البتہ آہستہ بلا آواز ذکر وفکر میں مشغول رہنا بہتر ہے۔ **ويكره رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن وغيرهما في الجنازة.** (البحر الرائق ۲۰۷/۲) **وعن مقيس بن عبادة رضي الله عنه أنه قال: كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يكرهون الصوت عند ثلاثة، عند القتال، وعند الجنازة والذكر ولأنه تشبه بأهل الكتاب فكان مكروهاً.** (بدائع الصنائع ۴۶/۲) **عن قتادة رضي الله عنه عن الحسن قال: أدركت أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يستحبون خفض الصوت عند الجنائز وعند قراءة القرآن وعند القتال.** (مصنف عبد الرزاق ۴۵۳/۳، حديث: ۶۲۸۱) **عن ابن جرير قال: حدثت أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا اتبع الجنازة اكثر السكات وأكثر حديث نفسه.** (مصنف عبد الرزاق ۴۵۳/۳، حديث: ۶۲۸۲) **عن قتادة عن الحسن، عن قيس بن عماد قال: كان أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم يستحبون خفض الصوت عند ثلاث: عند القتال وعند القرآن وعند الجنائز.** (مصنف ابن ابی شيبة

۲۰۱/۷، رقم الحدیث: ۱۳۱۳) **عن ابن جریج قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا کان في جنازة أکثر السکوت وحدث نفسه.** (مصنف ابن ابی شیبة ۲۰۲/۷)

جنازہ دوسرے شہر میں لے جانا

اولی اور افضل یہ ہے کہ میت کا جس شہر میں انتقال ہو وہیں تدفین کا انتظام کیا جائے؛ البتہ اگر کسی معقول عذر کی وجہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، بشرطیکہ زیادہ تاخیر نہ ہو۔ **وکذا لو مات فی غیر بلدہٖ یستحب ترکه فإن نقل إلی مصر آخر لا بأس به.** (عالمگیری ۱۶۷/۱، درمختار بیروت ۱۳۷/۳، تاتارخانیه ۱۹۵/۱، خانیة ۱۹۵/۱، طحطاوی ۳۳۷، مجمع الانہر ۱۸۷/۱) **وإن نقل من بلد إلی بلد فلا اثم فیه.** (البحر الرائق ۱۹۵/۱)

نماز جنازہ کا بیان

بارگاہِ حق میں میت کی سفارش

''نماز جنازہ'' درحقیقت اہلِ ایمان کی طرف سے اپنے مومن بھائی کے لئے بارگاہِ خداوندی میں مغفرت کی سفارش کی ایک باوقار شکل ہے، اور اس سفارش کی قبولیت کا من جانب اللہ وعدہ کیا گیا ہے۔ چناں چہ ایک روایت میں ہے:

مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِا ئَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهُ إِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ. (مسلم شريف بلال ۳۰۸ رقم: ۹٤۷، الترغيب والترهيب مكمل: ۵۲۷٤، بيروت: ۵۱٤۸)

جس میت پر مسلمانوں کی ایک جماعت نماز پڑھے جن کی تعداد سو تک پہنچ جائے اور وہ سب اس کے حق میں سفارش کریں تو ان کی سفارش ان کے حق میں یقیناً قبول ہوتی ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس میت پر چالیس ایمان والے نماز جنازہ پڑھیں تو ان کی سفارش اس کے حق میں بلاشبہ قبول کرلی جاتی ہے۔ (مسلم شریف ۹۴۸، مکتبہ بلال دیوبند ۳۰۸)

اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص کی نماز جنازہ میں مسلمانوں کی تین صفیں ہوں اس کے لئے جنت واجب ہے۔ (ابوداؤد شریف: مکتبہ بلال ۴۵۱ رقم: ۳۱۶۶، الترغیب والترہیب مکمل ۵۲۷۸، بیروت: ۵۱۵۲)

نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کو خوش خبری

نہ صرف یہ کہ نماز جنازہ سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے؛ بلکہ خود نماز جنازہ پڑھنے والے بھی سعادت سے محروم نہیں رہتے، اور ان کے لئے بھی مغفرت کا انتظام کیا جاتا ہے۔ چناں چہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُجَازَىٰ بِهِ الْعَبْدُ بَعْدَ مَوْتِهِ أَنْ يُّغْفَرَ لِجَمِيْعِ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَتَهُ. (الترغيب والترهيب مكمل: ۵۲۷۳)

انسان کو اس کی موت کے بعد سب سے پہلا بدلہ یہ دیا جاتا ہے کہ اس کے جنازہ کے ساتھ چلنے والے تمام لوگوں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

اس لئے نماز جنازہ میں شرکت کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔

افسوس کا مقام!

آج کل بہت افسوس کی بات ہے کہ عام طور پر نماز جنازہ کے موقع پر یہ منظر نظر آتا ہے کہ کچھ لوگ نماز کی جگہ سے دور کھڑے دکھائی دیتے ہیں اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ جنازہ میں کیوں شریک نہیں ہورہے؟ تو کوئی تو ناپاکی کا عذر کر دیتا ہے اور کوئی دعاءِ جنازہ یاد نہ ہونے کا ذکر کرتا ہے، حالاں کہ یہ اعذار سب لچر اور کمزور ہیں؛ اس لئے کہ پاکی حاصل کرنا کوئی مشکل نہیں، اور رہ گئی دعاء کی بات تو یہ نماز جنازہ کے فرائض میں داخل نہیں ہے؛ بلکہ اس کے فرائض صرف دو ہیں: ایک یہ کہ کھڑے ہونے کی قدرت رکھنے والے شخص کا قیام کرنا اور دوسرے یہ کہ چار مرتبہ تکبیر کہنا، اور یہ دونوں باتیں کسی مسلمان کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ اتنی آسان عبادت کو محض غفلت اور جہالت کی وجہ سے موقع ملنے کے باوجود انجام نہ دینا بڑی محرومی کی بات ہے۔
ذیل میں نماز جنازہ سے متعلق کچھ ضروری مسائل ذکر کئے جاتے ہیں:

نماز جنازہ فرضِ کفایہ ہے

نماز جنازہ فرضِ کفایہ ہے اگر کسی نے بھی نماز جنازہ نہ پڑھی اور مسلمان میت کو نماز کے بغیر ہی دفنا دیا گیا تو جن کو معلوم ہے سب گنہ گار ہوں گے، اور اگر صرف ایک شخص نے بھی نماز جنازہ پڑھ لی تو فرضِ کفایہ ادا ہوگیا؛ کیوں کہ نماز جنازہ کے لئے جماعت شرط نہیں ہے۔ **والإجماع منعقد على فرضيتها إلا أنه فرض كفاية إذا قام به البعض يسقط عن الباقين.** (بدائع ١/٤٦، البحر الرائق ٢/١٧٩، طحطاوی ٣١٨، هندیه ١/١٦٢، درمختار بیروت ٣/٩٦)

نماز جنازہ کا وقت

جس طرح پنج وقتہ نمازوں کے لئے اوقات مقرر ہیں، نماز جنازہ کے لئے اس طرح کا کوئی متعین وقت شرط نہیں؛ بلکہ جب جنازہ تیار کر کے نماز کے لئے رکھ دیا جائے وہی اس کی ادائیگی کا وقت ہے؛ البتہ کپڑے جگہ اور بدن کا پاک ہونا اسی طرح استقبالِ قبلہ اور نیت وغیرہ کا لحاظ اسی طرح ضروری ہے جیسے دیگر نمازوں کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ **أما الشروط التي ترجع إلى**

المصلى فهى شروط بقية الصلوات من الطهارة الحقيقية بدناً وثوباً ومكاناً والحكمية وستر العورة والاستقبال والنية سوى الوقت. (شامی زکریا ۳/۱۰۳، بیروت ۹۷/۳)

فجر اور عصر کے بعد نماز جنازہ

فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد آفتاب زرد ہونے سے پہلے بھی نماز جنازہ بلاکراہت جائز ہے۔ ولا بأس بأن يصلى فى هٰذين الوقتين الفوائت ويسجد للتلاوة ويصلى الجنازة. (هدايه ۸٦/۱، البحر الرائق ۲٥۱/۱، مجمع الانهر ۷۳/۱-۷٤، شامی زکریا ۳٤/۲، هنديه ٥۲/۱)

طلوع آفتاب، زوال اور غروب کے وقت نماز جنازہ

اگر عین طلوع وغروب یا زوال کے وقت جنازہ نماز کے لئے لایا گیا تو اسی وقت نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن اگر جنازہ پہلے لایا جاچکا تھا اور ابھی نماز نہیں پڑھی گئی تھی کہ مکروہ وقت شروع ہوگیا تو اب مکروہ وقت میں نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی؛ بلکہ مکروہ وقت ختم ہونے کے بعد ہی نماز پڑھنا درست ہوگا۔ ولا يصلى على جنازة ولا يسجد لتلاوة فى هٰذا الوقت فإنه لا يجوز قطعاً ولو وجبتا فى هٰذا الوقت واديتا فيه جاز الخ. (الجوهرة النيرة ۹۸/۱، البحر الرائق ۲٥۰/۱، مجمع الانهر ۷۳/۱، شامی زکریا ۳٤/۲، هنديه ٥۲/۱)

نماز جنازہ میں تاخیر مکروہ ہے

نماز جنازہ میں جماعت زیادہ ہونے کے مقصد سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (البتہ اگر کسی عزیز کے انتظار میں کچھ تاخیر ہو تو اس کی گنجائش ہے) وكره تاخير صلاته ودفنه ليصلى عليه جمع عظيم. (شامی زکریا ۱۳٦/۳، بیروت ۱۷٦/۳، هنديه ٥۲/۱)

نماز جنازہ کے فرض ہونے کی شرطیں

نماز جنازہ کے فرض ہونے کی پانچ شرطیں ہے:

(۱) قدرت: یعنی مصلی کا جنازہ کی نماز پڑھنے پر قادر ہونا۔

(۲) عقل: لہٰذا مجنوں پر جنازہ کی نماز فرض نہیں۔

(۳) بلوغ: بچے پر نماز جنازہ پڑھنا فرض نہیں۔

(۴) اسلام: یعنی مصلی کا جنازہ پر نماز پڑھنے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے، کافر پر نماز جنازہ فرض نہیں۔

(۵) موت کا علم ہونا: لہٰذا جس کو میت کے مرنے کا پتہ نہ ہو وہ معذور سمجھا جائے گا، اس پر نماز جنازہ فرض نہیں۔

وأما شروط وجوبها فهي شروط بقية الصلوات من القدرة والعقل والبلوغ والإسلام مع زيادة العلم بموته. (شامی زکریا ۱۰۳/۳)

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی شرطیں

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے دو قسم کی شرطیں ہیں:

(۱) وہ شرطیں جن کا نمازیوں میں پایا جانا ضروری ہے۔

(۲) وہ شرطیں جن کا میت میں پایا جانا ضروری ہے۔

چناں چہ جن شرطوں کا نمازیوں میں پایا جانا ضروری ہے وہ چھ ہیں: (۱) بدن کی طہارت (۲) کپڑے کی پاکی (۳) جگہ کا پاک ہونا (۴) ستر کا چھپانا (۵) قبلہ کی طرف منہ کرنا (۶) نیت کرنا، وقت اس کے لئے شرط نہیں، جیسا کہ گذر گیا۔

اور جن شرطوں کا میت میں پایا جانا ضروری ہے وہ بھی چھ ہیں: (۱) میت کا مسلمان ہونا۔ (۲) میت کے بدن اور کفن کا نجاست سے پاک ہونا ہاں اگر نجاست اس کے بدن سے کفنانے کے بعد نکلے پھر کوئی حرج نہیں، نماز درست ہے اس کا دھونا ضروری نہیں۔ (۳) میت کے ستر کا چھپانا، لہٰذا اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس کی نماز جنازہ درست نہ ہوگی۔ (۴) میت کا نمازیوں سے آگے ہونا، اگر میت نمازیوں سے پیچھے ہو اور نمازی اس سے آگے ہوں تو نماز جنازہ نہ ہوگی۔ (۵) میت

کا یا میت کی چارپائی وغیرہ کا زمین پر ہونا، لہٰذا اگر بلا عذر میت کو لوگ اوپر اٹھائے ہوئے ہوں یا میت سواری (جانور وغیرہ) پر ہو تو نماز درست نہ ہوگی۔ (۶) میت کا موجود ہونا، لہٰذا اگر غائب پر نماز جنازہ پڑھی تو نماز درست نہ ہوگی۔ **شرطها أی شرط صحتها ستة: إسلام الميت وطهارته، وفي القنية: الطهارة من النجاسة في ثوب وبدن ومكان وستر العورة شرط في حق الميت والإمام جميعاً وشرطها أيضاً حضوره، ووضعه وكونه هو أو أكثر إمام المصلي (درمختار مختصراً) وفي الشامي: قوله وضعه: أي على الأرض.**

(شامی زکریا ۱۰۳/۳-۱۰۴، بیروت ۹۷/۳-۹۸، البحر الرائق ۳۱۵/۲، مجمع الانہر ۱۸۲/۱)

نماز جنازہ میں نابالغ کی امامت

نماز جنازہ پڑھانے والے امام کا بالغ ہونا شرط ہے اگر نابالغ کو امام بنا دیا جائے یا صرف کوئی نابالغ بچہ تنہا نماز جنازہ پڑھ لے تو بالغین کے ذمہ سے فرض ساقط نہ ہوگا۔ **وبقي من الشروط بلوغ الإمام.** (طحطاوی ۳۱۹، درمختار بیروت ۹۸/۳، زکریا ۱۰۴/۳) اگر نابالغ بچہ میت کو غسل دیدے تو غسل ہو جائے گا میت کو غسل دینے کے لئے غسل دینے والوں کا بالغ ہونا شرط نہیں۔ **الصبي إذا غسل الميت جاز، وإذا أم في صلاة الجنازة ينبغي أن لا يجوز - إلى قوله - أقول حاصله أنها لاتسقط عن البالغين بفعله.** (شامی زکریا ۱۰۴/۳، بیروت ۹۸/۳)

نماز جنازہ کے فرائض وسنن

نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں: (۱) چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا (۲) نماز جنازہ کھڑے ہو کر پڑھنا۔ اور تین چیزیں مسنون ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنا (۲) نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا (۳) میت کے لئے دعا کرنا۔ **وركنها شيئان التكبيرات الأربع والقيام. وسنتها ثلاثة: التحميد والثناء والدعاء فيها. (درمختار) وفي الشامية: فكان عليه أن يذكر الثالث الصلاة على النبي ﷺ.** (شامی زکریا ۱۰۵/۳، بیروت ۹۹/۳-۱۰۰، طحطاوی ۳۲۰)

نماز جنازہ کی ترکیب

نماز جنازہ کا مسنون اور مستحب طریقہ یہ ہے کہ:

○ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے مقابل کھڑا ہو جائے۔

○ اور سب لوگ دل میں یا دل کے ساتھ زبان سے بھی یہ نیت کریں کہ: ''میں اللہ کی رضا اور میت کے حق میں دعا کرنے کے لئے نماز جنازہ پڑھ رہا ہوں''۔

○ اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں کی لوتک اٹھا کر ناف کے نیچے باندھ لیں۔

○ پھر ثناء پڑھیں، جس کے الفاظ یہ ہیں: ''سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالیٰ جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُکَ''۔

○ اس کے بعد دوسری تکبیر کہیں، پھر نماز والا درود شریف پڑھیں۔

○ اس کے بعد تیسری تکبیر کہہ کر میت کے لئے دعا کریں۔

○ میت اگر بالغ ہے مرد ہو یا عورت، تو یہ دعا پڑھیں: ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الإِيْمَانِ''۔

○ اور اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھیں: ''اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطاً وَاجْعَلْهُ لَنَا أَجْراً وَذُخْراً وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعاً وَمُشَفَّعاً''۔

○ اور اگر میت نابالغ لڑکی ہو تو یہ دعا پڑھیں: ''اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطاً وَاجْعَلْهَا لَنَا أَجْراً وَذُخْراً وَاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً''۔

○ اس کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دیں۔

○ اور پہلی تکبیر کے علاوہ دوسری اور تیسری اور چوتھی تکبیر میں ہاتھ نہ اٹھائیں؛ بلکہ بلا ہاتھ اٹھائے ہی تکبیر کہیں۔ وهى أربع تكبيرات يرفع يديه فى الأولىٰ فقط ويثنى بعدها ويصلى على النبى ﷺ كما فى التشهد بعد الثانية ويدعوا بعد الثالثة بأمور

الاٰخرۃ والمأثور أولی ویسلم بعد الرابعة تسلیمتین. (درمختار مختصراً) وقال فی الشامی: ومن المأثور: اللّٰهم اغفر لحینا الخ. (شامی زکریا ۳/۱۰۹، بیروت ۳/۱۰۳، بدائع ۲/۵۱، هندیه ۱/۱٦٤، طحطاوی ۳۲۰)

نماز جنازہ کی دعائیں سراً پڑھی جائیں گی

نماز جنازہ میں صرف تکبیر اور سلام بلند آواز کے ساتھ کہے جائیں گے، اور تکبیرات کے درمیان ثناء، درود شریف اور دعاء، یہ سب آہستہ آواز سے پڑھنا مسنون ہے۔ ویسر الکل إلا التکبیر. (درمختار) والذي في البدائع: ولا یجهر بما یقرأ عقب کل تکبیرة؛ لأنه ذکر، والسنة فیه المخافتة. (شامی بیروت ۳/۱۰٤-۱۰۵)

تنبیہ :- آج کل بعض لوگوں نے نماز جنازہ میں جہراً سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے، تو اس بارے میں یاد رکھنا چاہئے کہ حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں قرأت کی نیت سے سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے؛ البتہ دعا کی نیت سے پڑھنے کی گنجائش ہے؛ لیکن جہر کسی حالت میں صحیح نہیں ہے۔ یہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک ہے۔ اور جن بعض روایات میں سورۂ فاتحہ جہراً پڑھنے کا ذکر ہے تو اس کا محمل یہ ہے کہ کبھی کبھار نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سری دعاؤں کو ہلکی آواز سے جہراً پڑھ دیتے تھے؛ تاکہ صحابہ کو علم ہوجائے۔ آپ کا یہ عمل تعلیم کی غرض سے تھا نہ کہ تشریع کی غرض سے، جیسا کہ رکوع وسجدہ کی دعاؤں کے متعلق روایات میں وارد ہے۔ عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: السنة في الصلوٰة علی الجنازة أن یقرأ في التکبیرة الأولیٰ بأم القرآن مخافتةً ثم یکبر ثلاثاً والتسلیم عند الاٰخرة. (نسائی شریف ۱/۲۱۸، حدیث اور اهل حدیث ۲۷۷ انوار خورشید) وعین الشافعي الفاتحة في الأولیٰ، وعندنا تجوز بنیة الدعاء، وتکره بنیة القراءة لعدم ثبوتها فیها عنه علیه الصلوٰة والسلام. (درمختار) وقال الشامي: وبه قال أحمد؛ لأن ابن عباس رضي اللّٰه عنه صلی علی جنازةٍ فجهر بالفاتحة، وقال عمداً فعلته؛ لیعلم أنها سنة. ومذهبنا قول عمر وابنه وعلي وأبی هریرة وبه قال مالک، کما في شرح المنیة الخ. وظاهره أن الکراهة تحریمیة. (شامی بیروت ۳/۱۰۵، حلبی کبیر ۵۸٦)

جس کو دعا یاد نہ ہو

اور اگر کسی شخص کو نماز جنازہ کی دعا یاد نہ ہوتو وہ صرف ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلَهٗ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ'' پڑھتا رہے، اور اگر یہ بھی یاد نہ ہوسکے تو صرف چار تکبیر کہنے سے نماز ہوجاتی ہے؛ لہٰذا بلا عذر نماز نہ چھوڑے۔ **ثم أفاد إن من لم يحسن الدعاء الماثور يقول: اللّٰهم اغفرلنا الخ.** (شامی زکریا ۱۱۰/۳، بیروت ۱۰۳/۳، بهشتی زیور ۱۰۱/۱۱، طحطاوی ۳۲۱، الجوهرة ۱۵۵/۱، البحر الرائق ۳۲۱/۲)

نماز جنازہ میں امامت کا مستحق

اگر اسلامی حکومت ہوتو نماز جنازہ کی امامت کا اولین حق دار حاکم وقت ہے، پھر اس کا نائب، وہ نہ ہوتو قاضیٔ شہر پھر اس کا نائب، اور اگر یہ لوگ موجود نہ ہوں یا حکومت اسلامی نہ ہوتو زندگی میں جس محلّہ کی مسجد میں میت نماز پڑھتا رہا ہو اور اس مسجد کے امام کی امامت سے خوش رہا ہوتو وہ امام ولی میت کے مقابلہ میں اولیٰ ہے، بشرطیکہ وہ علم وتقویٰ میں ولی میت پر فوقیت رکھتا ہو، اور اگر میت اس امام سے خوش نہ رہا ہو یا اس امام کے مقابلہ میں ولی میت علم وتقویٰ میں افضل ہوتو پھر ولی ہی کو اولویت حاصل ہوگی۔ **وتقديم إمام الحي مندوبٌ فقط بشرط أن يكون أفضل من الولي، وإلا فالولي أولى كما في المجتبى.** (درمختار زکریا ۱۲۰/۳) **قوله: ثم إمام الحي إلى الطائفة وهو إمام المسجد الخاص بالمحلة وإنما كان أولى؛ لأن الميت رضي بالصلاة خلفه في حال حياته، فينبغي أن يصلى عليه بعد وفاته. قال في شرح المنية: فعلى هٰذا لو علم أنه كان غير راض به حال حياته ينبغي أن لا يستحب تقديمه.** (شامی زکریا ۱۱۹/۳)

تنبیه : اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر میت کی نماز جنازہ اپنے محلّہ کے علاوہ کسی دوسرے محلّہ میں ادا کی جارہی ہے تو اس محلّہ کی مسجد کے امام کو ولی پر مطلقاً اولویت حاصل نہ ہوگی؛ لہٰذا وہاں کے امام کو ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ نہیں پڑھانی چاہئے؛ بلکہ ولی کو حق ہے خواہ خود

پڑھائے یا کسی دوسرے سے پڑھوائے۔ **قال الشامي بحثاً: أقول: وهٰذا أولیٰ لما یأتي من أن الأصل أن الحق للولي، وإنما قدم علیه الولاۃ وإمام الحي لما مر من التعلیل وهو غیر موجود هنا.** (شامي زکریا ۳/ ۱۲۰)

نماز جنازہ کی ولایت میں ترتیب

ولی کے لئے نماز جنازہ پڑھانے کا استحقاق، نکاح کی ولایت کی ترتیب کے اعتبار سے ہوگا، مگر فرق صرف اتنا ہے کہ نماز جنازہ کے استحقاق میں باپ بیٹے سے مقدم ہوگا، ہاں اگر میت کا لڑکا عالم ہو اور باپ جاہل ہو تو پھر لڑکا ہی مقدم ہوگا، اگر کوئی ولی نہیں تو پھر شوہر اور وہ بھی نہ ہو تو پڑوسی کو حق حاصل ہے۔ **ویقدم في الصلاۃ علیه السلطان أو نائبه وهو أمیر المصر ثم القاضي ثم صاحب الشرط ثم خلیفته ثم خلیفة القاضي.** (درمختار زکریا ۳/ ۱۱۹)

نماز جنازہ کو فاسد کرنے والی چیزیں

نماز جنازہ ان تمام چیزوں سے فاسد ہوجاتی ہے جن سے دوسری نمازیں فاسد ہوجاتی ہیں؛ البتہ عورت کے محاذات سے نماز جنازہ فاسد نہیں ہوتی اور نماز جنازہ میں قہقہہ لگانے سے وضو تو نہیں ٹوٹتا؛ البتہ نماز جنازہ فاسد ہوجاتی ہے، ایسی صورت میں دوبارہ نیت کر کے نماز شروع کرنی ہوگی۔ **وتفسد صلاۃ الجنازۃ بما تفسد به سائر الصلوات إلا محاذاۃ المرأۃ، ومن قهقه فیها اعاد الصلاۃ ولم یعد الوضوء.** (الجوهرۃ ۱/ ۱٥٤، هندیه ۱/ ۱٦٤)

وہ مقامات جن میں نماز جنازہ مکروہ ہے

درج ذیل جگہوں میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے: (۱) وہ مسجد جس میں پنج وقتہ نماز ہوتی ہو اس میں بلا عذر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے؛ البتہ اگر بارش یا کسی اور واقعی عذر کی بنا پر مسجد میں نماز جنازہ پڑھی تو مکروہ نہیں۔ (۲) عام راستہ پر (جب کہ اس کی وجہ سے گذرنے والوں کو پریشانی ہو) (۳) اور دوسرے کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ **وصلاۃ الجنازۃ**

فــی الــمســجــد الذی تقام فیه الجماعة مکروه ...... ولا تکره بعذر المطر ونحوه هٰـکـذا فـی الکافی، وتکره فی الشارع وأراضی الناس. (هـنـديه ١٦٥/١، در مختار مع الشامی زکریا ١٢٦/٣، بیروت ١١٨/٣)

عیدگاہ میں نماز جنازہ

عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ **وقیـد بـمسجد الجماعة لانها لاتکـره فی مسجد اعدلها وکذا فی مدرسة ومصلی عید.** (طحطاوی ٣٢٦، مستفاد فتاویٰ دارالعلوم ٣٢١/٢، فتاویٰ محمودیه جدید ٧٠٣/٨-٧٠٥)

عید میں نماز جنازہ کب پڑھی جائے؟

اگر عید کی نماز میں جنازہ لایا گیا ہے تو اولاً عید کی نماز پڑھی جائے اس کے بعد خطبہ عید پڑھا جائے اور اس کے بعد نماز جنازہ ادا کریں۔ (امدادالفتاویٰ ۵۸۴/۱، احکام میت ۱۰۴)

جنازہ مسجد میں داخل کرنا

جس طرح جنازہ کو نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں داخل کرنا مکروہ ہے، اسی طرح بغیر نماز کے ارادے کے بھی جنازہ کو بلا عذر مسجد میں داخل کرنا مکروہ ہے۔ **کما تکره الصلاة علیها فی المسجد یکره إدخالها فیه.** (شامی زکریا ١٢٦/٣، بیروت ١١٨/٣، طحطاوی ٣٢٧)

مسجد میں نماز جنازہ صحیح ہونے کی صورت

اگر جنازہ کے ساتھ امام اور کچھ لوگ مسجد کے باہر ہوں اور کچھ لوگ عذر کی وجہ سے مسجد (مثلاً خارج مسجد جگہ تنگ ہونے کی بنا پر) کے اندر ہوں تو سب کی نماز بلا کراہت درست ہے۔ اور اگر کچھ لوگ بلا عذر ہی مسجد کے اندر ہوں تو صرف اندر والوں کی نماز مکروہ ہوگی اور یہ کراہت بھی مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہوگی۔ **و لـو کـانت الجنازة والإمام وبعض القوم خـارج الـمسـجد وباقی القوم فی المسجد کما هو المعهود فی جوامعنا لایکره باتفاق أصحابنا.** (مجمع الانهر ١٨٤/١، فتح القدیر زکریا ١٣٢/٢-١٣٣، حلبی کبیر ٥٨٩)

لا كـراهة فيها بالا تفاق لكن رده في البحر وأجاب في النهر يحمل الاتفاق علـى عـدم الـكـراهة فـي حـق مـن كان خارج المسجد وما مر في حق من كان داخله. (شامی زکریا ۲۷/۳ ۱، بیروت ۱۸/۳ ۱، مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/ ۶ ۷۶-۷ ۶ ۷)

بیک وقت کئی جنازے جمع ہوجائیں

اگرایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہوجائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہرایک کی نماز جنازہ علیحدہ علیحدہ پڑھی جاے اس صورت میں جوسب سے زیادہ (علم وعمل میں) افضل ہواس کی نماز جنازہ سب سے پہلے پڑھی جائے اوراگر سب پرایک ہی ساتھ نماز پڑھی جاے تب بھی جائز ہے، سب کے لئے ایک ہی نماز کافی ہوجائے گی۔ **وإذا اجتـمـعت الجنائز فافراد الصلاة على كل واحـدة أولى من الجمع وتقديم الأفضل أفضل وإن جمع جاز.** (در مختار مع الشامی زکریا ۱۱۸/۳، بیروت ۱۱۱/۳، بدائع الصنائع ۲/ ۵٦، احسن الفتاویٰ کراچی ۲۰۸/٤)

بالغ ونابالغ دونوں طرح کی اموات جمع ہوجائیں تو نماز جنازہ میں کیادعاء پڑھیں؟

اگر بالغ اور نابالغ دونوں طرح کی اموات جمع ہوجائیں تو ایسی صورت میں بالغوں کی دعاء کے بعدنابالغوں کی دعاءبھی پڑھی جائے گی۔(فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۸/ ۵۸٦) **ولا يستـغـفـر فيهـا لـصبي بـل يـقـول بـعد دعاء البالغين: ''أللّٰهم اجعله له فرطاً'' وهو دعاء له أيضاً.** (درمختار زکریا ۱۳/۳ ۱) **ولا يستغفر لصبي ويقول في الدعاء: "اللّٰهم اجعله لنا فرطاً" بعد تمام قوله: "ومن توفيته منا فتوفه على الإيمان''.** (طحطاوي على المراقي دار الكتاب ۵۸۷، حلبي كبير أشرفي ۵۸۷، البحر الرائق کوئٹہ ۱۸٤/۲، الدر المنتقیٰ مع مجمع الانهر بیروت ۲۷۱/۱)

جنائز کے درمیان صف بندی کی ترتیب

اگرمتعدد جنازوں پرایک ہی نماز پڑھی جائے توان کے درمیان صف بندی کے دوطریقے

ہیں: (۱) اس طرح صف بندی کی جائے کہ ایک جنازہ کی پائنتی دوسرے کے سراہنے سے مل جائے۔ (۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جنازوں کو اس طور پر رکھا جائے کہ ہر ایک کا سینہ امام کے مقابل ہوجائے، اسی ترتیب پر عمل کرنا احسن ہے، اور بہر صورت اموات میں جو شخص افضل ہو اسے امام سے قریب رکھا جائے۔ وإن جمع جاز ثم إن شاء جعل الجنائز صفاً واحداً وقام عند أفضلهم. (درمختار) وفي الشامي: أي كما يصطفون في حال حياتهم عند الصلاة بدائع، أي بأن يكون رأس كل عند رجل الآخر فيكون الصف على عرض القبلة. (شامی زکریا ۱۱۸/۳) وإن شاء جعلها صفاً مما يلي القبلة واحداً خلف واحد بحيث يكون صدر كل جنازة مما يلي الإمام ليقوم بحذاء صدر الكل. (درمختار) وفي الشامي: ذكر في البدائع التخيير بين هذا والذي قبله ثم قال: هذا جواب ظاهر الرواية وروى عن أبي حنيفة في غير رواية الأصول أن الثاني أولىٰ، لأن السنة هي قيام الإمام بحذاء الميت، وهو يحصل في الثاني دون الأول. (شامی زکریا ۱۱۸/۳، بیروت ۱۱۱/۳، بدائع الصنائع ۵۶/۲)

نماز جنازہ میں مسبوق کا حکم

اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں ایسے وقت پہنچا کہ اس کے آنے سے پہلے کچھ تکبیر ہوچکی تھیں، تو اس شخص کو اور نمازوں کی طرح آتے ہی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے جب امام اگلی تکبیر کہے تو یہ شخص بھی اب ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر نماز میں شریک ہوجائے، یہ اس کی تکبیر تحریمہ ہے، پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص امام کے سلام کے بعد بقیہ تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے اور اگر جنازہ فوراً اٹھائے جانے کا اندیشہ ہو تو ان تکبیروں کے درمیان اس کے لئے کچھ پڑھنا ضروری نہیں۔ والمسبوق ببعض التكبيرات لا يكبر في الحال؛ بل ينتظر تكبير الإمام ليكبر معه للافتتاح. (درمختار) وفي الشامي: ويكون هذا التكبير تكبير الافتتاح في حق هذا الرجل فيصير مسبوقاً بتكبيرة يأتي بها بعد

سلام الإمام. (شامی زکریا ۱۱٤/۳ – ۱۱۵، بیروت ۱۰۸/۳ –۱۰۹، البحر الرائق ۱۸۵/۲، خانية على الهندية ۱۹۲/۱)

امام کی تکبیر کا انتظار نہ کرنے والے کا حکم

اگر مسبوق آتے ہی امام کی تکبیر کا انتظار کئے بغیر نماز میں شریک ہوجائے تو یہ شرکت معتبر تو ہے؛ لیکن چوں کہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے اس لئے اس تکبیر کا کچھ اعتبار نہ ہوگا؛ بلکہ اس تکبیر کو بھی امام کے سلام کے بعد دوبارہ کہنا ہوگا۔ **فلو كبر كما حضر ولم ينتظر لا تفسد عندهما لكن ما أداه غير معتبر. (وبعد اسطر) يصح شروعه بها ويعيدها بعد سلام إمامه.** (شامی زکریا ۱۱٤/۳، بیروت ۱۰۸/۳ –۱۰۹، طحطاوی ۳۲٦)

چار تکبیروں کے بعد آنے والے کا مسئلہ

اگر کوئی شخص نمازِ جنازہ میں ایسے وقت پہنچا کہ امام چاروں تکبیریں کہہ چکا تھا اب اگر یہ نماز میں شریک ہونا چاہتا ہے تو فوراً امام کے سلام پھیرنے سے پہلے پہلے تکبیر کہہ کر نماز میں شریک ہوجائے، پھر امام کے سلام کے بعد تین تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے۔ **وإن جاء بعد ما كبر الرابعة فاتته الصلاة عندهما وعند أبي يوسفؒ يكبر فإذا سلم الإمام قضىٰ ثلاث تكبيرات وذكر في المحيط أن عليه الفتوىٰ.** (شامی زکریا ۱۱۷/۳، بیروت ۱۱۰/۳، هندیه ۱٦۵/۱، تاترخانیه ۱۵۹/۱، کبیری ۵۸۷)

نماز جنازہ میں مسبوق تکبیروں کے درمیان کیا پڑھے؟

مسبوق کو اگر اس بات کا اطمینان ہو کہ وہ جنازہ اٹھنے سے پہلے تکبیرات مع اذکار کے ادا کرلے گا تو اس کو اذکارِ مشروعہ کو ادا کرلینا چاہئے؛ لیکن اگر جنازہ کے اٹھ جانے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں صرف چھوٹی ہوئی تکبیرات بغیر دعاء کے کہہ لے اور سلام پھیر دے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۰۵/۱۳، فتاویٰ دارالعلوم ۳۱۹/۵) **وهل يأتي بالأذكار المشروعة بين التكبيرتين؟ ذكره**

الحسن في المجرد: أنه إن كان يأمن رفع الجنازة فإنه يأتي بالأذكار المشروعة، وإن كان لا يأمن رفع الجنازة يتابع التكبيرات ولا يأتي بالأذكار. (تاتارخانية زكريا ۵۱/۳) ثم يقضي المسبوق ما فاته من التكبيرات قبل رفع الجنازة مع الدعاء إن أمن رفع الجنازة المراد بهٖ ما يعم الثناء والصلاة. (طحطاوي على المراقي دار الكتاب ۵۹٤، البحر الرائق كوئٹه ۱۸۵/۲، كبيري أشرفية ۵۸۷، مجمع الأنهر بيروت ۲۷۲/۱، هندية ۱۶۵/۱، خانية ۱۹۲/۱)

ثم المسبوق يقضي ما فاته نسقاً بغير دعاء؛ لأنه لو قضاه بدعاء ترتفع الجنازة فتبطل الصلوٰة؛ لأنها لا تجوز بلا حضور ميت. (تبيين الحقائق ۵۷۸/۱)

سستی کی وجہ سے تکبیرِ تحریمہ میں تاخیر کرنا

ایک شخص امام کی تکبیرِ تحریمہ کے وقت حاضر تھا؛ لیکن غفلت یا نیت لمبی کرنے یا کسی اور وجہ سے امام کے ساتھ تکبیر نہ کہہ سکا تو ایسا شخص امام کی دوسری تکبیر کہنے سے پہلے ہی امام کے ساتھ شریک ہوجائے امام کی دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے گویا یہ شخص مدرک کہلائے گا اور امام کے ساتھ ہی سلام پھیر کر نماز مکمل کرلے گا۔ وإن كان مع الإمام فتغافل ولم يكبر مع الإمام أو كان فی النية بعد فأخر التكبير فإنه يكبر ولا ينتظر تكبيرة الإمام الثانية فی قولهم لأنه لما كان مستعداً جعل بمنزلة المشارك، كذا فی شرح الجامع الصغير لقاضی خان. (ہندیہ ۱۶۵/۱، شامی زکریا ۱۱۷/۳، بیروت ۱۱۰/۳)

سہواً تین تکبیروں کے بعد سلام پھیر دیا

اگر نماز جنازہ میں امام نے بھول کر تین تکبیروں کے بعد سلام پھیر دیا، پھر یاد آنے پر یا یاد دلانے پر چوتھی تکبیر کہی اور دوبارہ سلام پھیر دیا تو نماز جنازہ درست ہوگئی، دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ولو سلم بعد الثلاث ناسياً كبر الرابعة ويسلم. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱۵۹/۲ قديم، زكريا ۵۱/۳ رقم: ۳۶۹۸، هندية ۱۶۵/۱، طحطاوی ۵۸۷) إذا سلم على ظن أنه أتم التكبير ثم علم أنه لم يتم فإنه يبني. (البحر الرائق ۱۸٤/۲)

جنازہ پر دوبارہ نماز پڑھنا

اگر امامت کا مستحق شخص جنازہ کی نماز پڑھا چکا ہو تو اب دوبارہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر میت کے ولی کی اجازت کے بغیر کسی غیر مستحق نے نماز جنازہ پڑھادی ہو تو اب ولی کے لئے نماز جنازہ پڑھنا درست ہے؛ البتہ جو لوگ پہلے نماز پڑھ چکے ہیں وہ ولی کی اقتداء میں دوبارہ نماز نہ پڑھیں۔ **فإن صلى غيره أى الولى ممن ليس له حق التقدم على الولى ولم يتابعه الولى أعاد الولى – إلى قوله – ولذا قلنا ليس لمن صلىٰ عليها أن يعيد مع الولى لأن تكرارها غير مشروع وإلا لا، أى وإن صلى من له حق التقدم كقاض أو نائبه أو إمام الحى أو من ليس له حق التقدم وتابعه الولى لايعيد لأنهم أولى بالصلاة منه.** (الدر المختار مع الشامی زکریا ۱۲٤/۳، بیروت ۱۱۵/۳-۱۱٦)

جوتے پہن کر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

اگر جگہ اور جوتے دونوں پاک ہوں تو جوتے پہن کر نماز جنازہ پڑھنا درست ہے، اور اگر جوتے نکال کر جوتے پر کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو اس صورت میں جوتے کا جو حصہ پیر سے لگا ہوا ہے اس کا پاک ہونا ضروری ہے اگرچہ تلا ناپاک ہو، اسی طرح پیروں میں پاک موزے ہوں تو بھی جوتے پر کھڑا ہو کر نماز پڑھنا درست ہے۔ **وقد قدمنا فى باب شروط الصلاة أنه لو قام على النجاسة وفى رجليه نعلان لم يجز ولو افترش نعليه وقام عليهما جاز وبهذا يعلم ما يفعل فى زماننا من القيام على النعلين فى صلاة الجنازة لكن لابد من طهارة النعلين كما لايخفىٰ.** (البحر الرائق ۱۷۹/۲، هندية ٦۲/۱، بدائع الصنائع ۲۳۹/۱) **ولو افترش نعليه وقام عليهما جاز فلا يضر نجاسة ما تحتهما لكن لا بد من طهارة نعليه مما يلي الرجل لا مما يلي الأرض.** (طحطاوي على المراقي ۳۸۳، حاشية الطحطاوی جدید ۵۸۲، احکام میت ۱۱۰، محمودیہ جدید ۵۸۱/۸-۵۸۲، دارالعلوم ۳۱۸/۵، امداد الاحکام ٤٤٦/۲)

قبر پر نماز جنازہ پڑھنا

اگر کسی میت کو نماز جنازہ کے بغیر دفن کر دیا گیا تو جب تک اس کی نعش کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو اس وقت تک اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے گی اس کے بعد نہیں، اور نعش پھٹنے کی مدت ہر جگہ کے تفاوت کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے، اسی طرح موسم کے اعتبار سے بھی مختلف ہو سکتی ہے۔ **وإن دفن الخ، بغير صلاة الخ، صلى على قبره ما لم يغلب على الظن يفسخه من غير تقدير هو الأصح (درمختار) وفى الشامى: لأنه يختلف باختلاف الأوقات حراً وبرداً والميت سمناً و هزالاً والأمكنة.** (شامی زکریا ۱۲۵/۳، بیروت ۱۱۷/۳، البحر الرائق ۱۸۲/۲)

نماز کے لئے میت کے رکھنے کی جگہ کا پاک ہونا

میت اگر کسی پاک چارپائی یا تخت یا کسی پاک گدے یا لحاف وغیرہ پر رکھی ہوئی ہو تو اب اس چارپائی وغیرہ کی زمین کا پاک ہونا شرط نہیں؛ بلکہ اسی حالت میں نمازِ جنازہ اس پر درست ہے اور اگر چارپائی یا تخت وغیرہ بھی ناپاک ہو یا میت کو بغیر چارپائی کے ناپاک زمین پر رکھ دیا گیا ہو تو اب اس صورت میں میت کی جگہ کے پاک ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک شرط ہے؛ لہٰذا اس صورت میں نماز جنازہ صحیح نہ ہوگی اور بعض کے نزدیک شرط نہیں؛ لہٰذا نماز صحیح ہوجائے گی۔ **وقيد المصنف بطهارة الميت احترازاً عن طهارة مكانه قال فى الفوائد التاجية إن كان على جنازة لاشك أنه يجوز وإن كان بغير جنازة لارواية لهذا وينبغى أن يجوز لأن طهارة مكان الميت ليس بشرط لأنه ليس بمؤد ومنهم من علل بأن كفنه يصير حائلا بينه وبين الأرض لأنه ليس بلابس بل هو ملبوس فيكون حائلا. وفى القنية الطهارة من النجاسة فى الثوب والبدن والمكان وستر العورة شرط فى حق الإمام والميت جميعاً.** (البحر الرائق ۱۷۹/۲، شامی ۱۰۳/۳)

نماز جنازہ کے لئے تیمّم

اگر نماز جنازہ ہورہی ہو اور وضو کرنے میں یہ اندیشہ ہو کہ نماز ختم ہو جائے گی تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے یہ اس وقت جائز ہے جب کہ چاروں تکبیریں فوت ہونے کا خوف ہو اگر وضو کرنے کے بعد آخری تکبیر میں شرکت ممکن ہو تو پھر تیمّم کرنے کی اجازت نہ ہوگی اب وضو کر کے ہی نماز پڑھنی ہوگی۔ **وجاز لخوف فوت صلاة الجنازة أی كل تكبيراتها.** (شامی زکریا ۱/۴۰۸)

ایک تیمّم سے متعدد نماز جنازہ

ایک شخص نے وقت کی تنگی اور نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خطرہ سے تیمّم کر کے نماز جنازہ ادا کی، ابھی وہ فارغ ہی ہوا تھا کہ دوسرا جنازہ آ گیا، تو اب اگر دوسری نماز میں اتنا وقت ہے کہ وہ قریبی جگہ سے وضو کر کے اس میں شریک ہوسکتا ہے تو اس کے لئے پہلے تیمّم سے دوسری نماز جنازہ کی ادائیگی جائز نہیں ہے؛ بلکہ یا تو وضو کرے (اگر ممکن ہو) اور یا دوبارہ تیمّم کرے (اگر پھر وقت تنگ ہوجائے) اور اگر دوسری نماز جنازہ فوراً ادا کی جارہی ہو درمیان میں وضو کے بقدر وقفہ نہ ہو تو امام ابویوسفؒ کے نزدیک پہلے ہی تیمّم سے دوسری نماز جنازہ بھی پڑھنا درست ہے۔ **رجل تيمم وصلى على جنازةٍ ثم أتى بجنازة أخرىٰ إن وجد من الوقت مقدار ما يتوضأ فيه والماء منه قريبٌ بطل ذٰلک التيمم، وعليه إعادة التيمم للصلاة على الثانية بالإجماع الخ. وإن لم يجد من الوقت مقدار ما يتوضأ فيه فله أن يصلى بالتيمم الأول على الجنازة الثانية عند أبی يوسفؒ.** (المحيط البرهانی ۳/۱۰۸)

نماز جنازہ کی صفوں کی تعداد

مستحب یہ ہے کہ نماز میں شرکت کرنے والوں کی تین صفیں کردی جائے اور اگر لوگ زیادہ ہوں تو بشرط سہولت طاق عدد کے اعتبار سے صفیں بنائی جائیں، مثلاً تین، پانچ، سات وغیرہ۔ **إذا كان القوم سبعة قاموا ثلاثة صفوف يتقدم واحد وثلاثة بعده واثنان بعدهم**

وواحد بعدهما . (هنديه ١٦٤/١)

نماز جنازہ میں ہاتھ کب چھوڑے جائیں؟

یہ مسئلہ اختلافی ہے، احسن الفتاویٰ میں متعدد جزئیات اور قاعدہ کلیہ سے ثابت کیا ہے کہ چوتھی تکبیر کہتے ہی ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیر دیا جائے۔ (احسن الفتاوی ۲۲۸/۴) لیکن اس مسئلہ میں زیادہ شدت نہیں کرنی چاہئے؛ اس لئے کہ سلام کے ساتھ یا سلام کے بعد ہاتھ چھوڑنے کے اقوال بھی فقہ میں موجود ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ جدید ۵۵۶/۸)

بچہ کی نماز جنازہ

جو بچہ زندہ پیدا ہوا ہو اور پیدائش کے بعد اس کی آواز سنی گئی ہو پھر اس کا انتقال ہوا ہو، تو اس کی نماز جنازہ پڑھنی ضروری ہے، اور اس کا طریقہ وہی ہے جو بڑوں پر نماز جنازہ کا ہے، بس فرق یہ ہے کہ تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھیں گے: **اللّٰهم اجعله لنا فرطاً اللّٰهم اجعله لنا ذخراً اللّٰهم اجعله لنا شافعاً مشفعاً**. (اور اگر بچی ہو تو ''اجعله'' کے بجائے ''اجعلها'' پڑھیں) **أن محمداً رحمه اللّٰه تعالىٰ روى عن أبى حنيفة فى كتاب اٰثار أبى حنيفة أن الذين يصلون فى جنازة أولاد المسلمين وهم صغار يقولون فى التكبيرة الثالثة: اللّٰهم اجعله لنا فرطاً اللّٰهم اجعله لنا ذخراً اللّٰهم اجعله لنا شافعاً مشفعاً**. (المحيط البرهاهى ٨٥/٣)

غسل کے بغیر نماز جنازہ پڑھا دی گئی

اگر میت کو غسل دئے بغیر جنازہ کی نماز پڑھا دی گئی اور جنازہ ابھی دفن نہیں کیا گیا ہے، تو دوبارہ اسے غسل دے کر نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے۔ اور اگر میت کو دفن کرنے کے لئے قبر میں اتارا جا چکا ہے؛ لیکن ابھی مٹی نہیں دی ہے کہ پتہ چلا کہ اسے غسل نہیں دیا گیا، تو نعش قبر سے نکال کر غسل دے کر دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور اگر مٹی بھی دی جا چکی ہے، تو اب میت کو نکالا تو نہیں جائے گا؛ لیکن اوپر سے دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ **إذا صلى على الميت قبل الغسل فإنه يغسل ويعاد الصلاة عليه بعد الغسل الخ. وإن كانوا دفنوه ثم**

تـذكـروا أنـه لـم يغسلوه فإن لم يهيلوا التراب عليه يخرج ويغسل ويصلىٰ عليه. وإن أهـالوا التراب عليه لم يخرج، وهل يصلىٰ عليه ثانياً في القبر؟ ذكر الكرخي رحمه اللّٰه في مختصره أنه يصلىٰ عليه الخ. (المحيط البرهانی ۳/ ۹۷-۹۸)

امام نے بلا وضو نماز جنازہ پڑھائی

کسی میت پر نماز جنازہ پڑھی گئی اس کے بعد پتہ چلا کہ جس امام نے نماز پڑھائی اس کا وضو نہیں تھا، تو اس میت پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور اگر دفن کے بعد اس بات کا پتہ چلا ہو تو قبر کے اوپر دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (جب کہ نعش کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو) وإذا صلوا على جنازة الإمام على غير طهارةٍ فعليهم إعادة الصلاة الخ. (المحيط البرهانی ۳/ ۹۸) وإن دفن بغير صلاة صلى على قبره مالم يغلب على الظن بفسخه. (شامی زکریا ۳/ ۱۲۵)

وصیت کی کہ میری نماز جنازہ فلاں پڑھائے

اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میری نماز جنازہ فلاں شخص پڑھائے، تو اس وصیت کا پورا کرنا لازم نہیں ہے؛ تاہم اگر اولیاء میت اس سے نماز پڑھوانا چاہیں تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ وفي العيون إذا أوصىٰ الميت أن يصلي عليه فلانٌ فالوصية باطلةٌ إلا في رواية ابن رستم، فإنها جائزة في روايته ويؤمر فلانٌ بأن يصلي عليه. (المحيط البرهانی ۳/ ۱۱۰)

دفن کے مسائل

دفن کرنا فرضِ کفایہ ہے

میت کے غسل کفن اور جنازہ کی نماز کی طرح دفن کرنا بھی فرض کفایہ ہے، اگر کسی نے بھی یہ فرض ادا نہ کیا تو سب گنہ گار ہوں گے۔ **دفن الميت فرض على الكفاية.** (الهندیه ۱/۱۶۵، شامی زکریا ۳/۱۳۸، بیروت ۳/۱۲۹)

بغلی قبر

اصل سنت بغلی قبر بنانا ہے جس کو لحد کہا جاتا ہے؛ لہٰذا جس جگہ کی مٹی سخت ہو وہاں بغلی قبر بنانی چاہئے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ قبر کھود کر قبلہ کی جانب اتنی جگہ مزید کھودی جائے جس میں بآسانی میت کو لٹایا جاسکے، اس کے بعد کچی اینٹوں سے اس حصہ کو ڈھک دیا جائے۔ **ويلحد للميت ولا يشق له الخ، وصفة اللحد أن يحفر القبر بتمامه ثم تحفر في جانب القبلة منه حفيرةً فيوضع فيه الميت.** (المحيط البرهاني ۳/۸۹-۹۰) **وصفة اللحد أن يحفر القبر بتمامه ثم تحفر منه في جانب القبلة حفيرة في وسط القبر ويوضع فيه الميت.** (تاتارخانية زکریا ۳/۶۶ رقم: ۳۷۲۸)

صندوقی قبر

صندوقی قبر کو عربی میں ''شق'' کہا جاتا ہے، جہاں کی زمین ایسی نرم ہو کہ بغلی قبر کھودنے میں قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو وہاں صندوقی قبر بنائی جائے گی۔ اور اس قبر کے بنانے کا طریقہ

یہ ہے کہ قبر کھود کر اس کے بیچوں بیچ ایک مزید گڑھا بنایا جائے جس کی لمبائی چوڑائی میت کے بدن کے مناسب ہو اور اس کے اوپر سے تختوں وغیرہ سے ڈھک دیا جائے۔ **وصفة الشق ان يحفر حفيرة في وسط القبر ويوضع فيه الميت.** (المحيط البرهاني ۹۰/۳) **ويلحد ولا يشق إلا في أرض رخوة. (درمختار) فلو لم يمكن حفر اللحد تعين الشق.** (شامي زكريا ۱۳۹/۳، بيروت ۱۳۰/۳، تاتارخانية زكريا ٦٥/۳ رقم: ۳۷۲۷)

قبر کی گہرائی

ہمارے علاقوں میں زمین نرم ہونے کی وجہ سے صندوقی قبر بنانے کا دستور ہے، اس کے دو حصے ہوتے ہیں: ایک وہ حصہ جس میں میت کو رکھا جاتا ہے اور ایک تختوں سے اوپر کا حصہ۔ تو فقہی عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تختوں سے اوپری حصہ کی گہرائی کم از کم آدمی کے نصف قد کے برابر ہونی چاہئے اور اندر کے حصہ کی گہرائی کم از کم اتنی ہو کہ اس پر تختہ رکھنے سے وہ تختے میت کے بدن سے نہ لگیں۔ **وحفر قبره مقدار نصف قامة فإن زاد فحسنٌ، وإن زاد إلى مقدار قامة فهو أحسن، وطوله على قدر طول الميت وعرضه على قدر نصف طوله.** (شامي زكريا ۱۳۸/۳-۱۳۹، هندية ۱٦٦، تاتارخانية زكريا ۷٦/۳ رقم: ۳۷۵۰) **يوضع فيها الميت بعد ان يبنىٰ حافتاه باللبن او غيره ثم يوضع الميت بينهما ويسقف عليه اللبن او الخشب ولا يمس السقف الميتُ.** (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ۶۰۷)

تابوت میں دفن کرنا

اگر زمین بہت زیادہ نرم ہو یا سیلاب زدہ ہو تو میت کو کسی صندوق یا تابوت میں رکھ کر دفن کریں، صندوق چاہے لکڑی کا ہو یا پتھر کا یا لوہے کا، سب جائز ہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے صندوق میں نیچے تھوڑی سی مٹی بچھادی جائے۔ **ولا بأس باتخاذ تابوت ولو من حجر أو حديد له عند الحاجة كرخاوة الأرض ويسن أن يفرش فيها التراب.** (شامي زكريا ۱٤۰/۳، بيروت ۱۳۰/۳، بهشتي زيور ۹۷/۱۱)

میت کو قبر میں کس طرح اتاریں؟

میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتاریں اس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے، اور اتارنے والے قبلہ رخ کھڑے ہوں پھر میت کو اٹھا کر قبر میں اتار دیں۔ **ویستحب أن یدخل من قبل القبلة (در مختار) أی فیکون الآخذ له مستقبل القبلة حال الأخذ.** (شامی زکریا ۱۴۰/۳، بیروت ۱۳۱/۳، البحر الرائق کوئٹه ۱۰۳/۲، زکریا ۳۳۹/۲)

قبر میں اتارنے والوں کی تعداد

قبر میں اتارنے والوں کا طاق عدد یا جفت عدد ہونا ضروری نہیں، آنحضرت ﷺ کو چار آدمیوں نے قبر میں اتارا تھا (حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس، حضرت علی اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہم) **ولا یضر وتر دخل القبر أم شفع لنا أن النبی ﷺ لما دفن أدخله العباس وعلی وفضل بن عباس وصهیب** رضی اللہ عنہم. (البحر الرائق کوئٹه ۱۹۳/۳، زکریا ۳۳۹/۲)

قبر میں رکھتے ہوئے کیا پڑھیں؟

میت کو قبر میں اتارنے والے میت کو قبر میں رکھتے ہوئے یہ پڑھیں: **بسم اللّٰه وباللّٰه وعلی ملة رسول اللّٰه ﷺ. أن یقول واضعه: ''بسم اللّٰه الخ''.** (الدر المختار مع الشامی زکریا ۱۴۱/۳، بیروت ۱۳۱/۳)

میت کو قبر میں کون اتارے؟

میت اگر مرد ہو تو اسے قبر میں کوئی بھی مرد اتار سکتا ہے، اور اگر عورت ہو تو ضروری ہے کہ اس کو اتارنے والے اس کے ایسے رشتہ دار ہوں جن سے اس کا نکاح حرام ہے (یعنی ذی رحم محرم) اور اگر یہ نہ ہوں تو اس کو قریبی رشتہ دار اتاریں (یعنی ذی رحم غیر محرم) اور اگر کوئی قریبی رشتہ دار بھی نہ ہو تو اجنبی مرد بھی عورت کو قبر میں اتار سکتے ہیں، عورت کو قبر میں اتارنے کے لئے عورتوں کی ضرورت نہیں۔ **وذو الرحم المحرم أولی بإدخال المرأة القبر، وکذا الرحم غیر**

المحرم أولى من الأجنبي، فإن لم يكن فلا بأس للأجانب وضعها ولايحتاج إلى النساء للوضع. (البحر الرائق کوئٹه ۱۹۳/۲، زکریا ۳۳۹/۲)

قبر میں میت کو کس طرح رکھا جائے؟

قبر میں میت کو داہنی کروٹ پر قبلہ رو کر کے لٹانا چاہئے، اس کو فقہاء نے واجب قرار دیا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ کروٹ دے کر میت کی پیٹھ کی طرف مٹی کا بڑا ڈھیلا رکھ دیں، یا کروٹ دے کر میت کو قبر کی مشرقی دیوار سے لگا دیں۔ **ویوجه إليها وجوباً الخ، وينبغي كونه على شقه الأيمن.** (درمختار مع الشامي زكريا ۱٤۱/۳، بیروت ۱۳۲/۳، امداد الفتاویٰ ۷۱۲-۷۱۳، احسن الفتاویٰ ۲۲۵/٤)

میت عورت کو قبر میں اتارتے وقت پردہ

اگر میت عورت ہے تو اسے قبر میں اتارتے وقت چاروں طرف سے چادر وغیرہ کے ذریعہ پردہ کرلیا جائے، تاکہ نامحرموں کی نظر اس کے کفن پر نہ پڑے اور عورت کے محرم ہی اسے قبر میں اتاریں، نامحرم وہاں سے ہٹ جائیں۔ **ويسجى قبرها (درمختار) أي بثوب ونحوه استحباباً حال إدخالها القبر حتى يسوى اللبن على اللحد.** (شامی زکریا ۱٤۲/۳)

قبر اندر سے کیسی ہو؟

قبر کے اندر میت کے اردگرد پکی اینٹیں یا لکڑی کے تختے اور چٹائی وغیرہ نہ بچھائی جائے، البتہ اوپر سے تختے وغیرہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ **قال في الحلية: وكرهوا الآجر وألواح الخشب وقال الإمام التمرتاشي هذا إذا كان حول الميت فلو فوقه لايكره لأنه يكون عصمة من السبع.** (شامی زکریا ۱٤۲/۳)

قبر پر مٹی ڈالنا

جو مٹی قبر کھودتے ہوئے نکلے وہی دوبارہ قبر پر ڈال دی جائے اِدھر اُدھر سے اور زیادہ

مٹی نہ ڈالی جائے، اور مٹی ڈالنے والے میت کے سر کی طرف سے دونوں ہاتھوں سے تین مرتبہ مٹی ڈالیں، پہلی مرتبہ ڈالتے وقت ﴿مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ﴾ دوسری مرتبہ ﴿وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ﴾ اور تیسری مرتبہ ﴿وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً أُخۡرٰى﴾ پڑھیں۔ ويهال التراب عليه وتكره الزيادة عليه من التراب لأنه بمنزلة البناء ويستحب حثيه من قبل رأسه ثلاثاً. (درمختار) قال في الجوهرة: ويقول في الحثية الأولى ﴿مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ﴾ وفي الثانية ﴿وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ﴾ وفي الثالثة ﴿وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً أُخۡرٰى﴾. (شامي زكريا ٣/١٤٢-١٤٣)

قبر اوپر سے کیسی ہو؟

قبر کو اوپر سے اونٹ کی کوہان کے مشابہ بنایا جائے چوکور اور پختہ نہ بنایا جائے ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے، آنحضرت ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ أخبرنا أبو حنيفةؒ قال: حدث لنا شيخ يرفعه إلى النبي ﷺ أنه نهى عن تربيع القبور وتجصيصها.

(شامي زكريا ٣/١٤٣)

قبر پر تعمیر جائز نہیں

قبر کو پختہ بنانا یا اس پر تعمیر کرنا قبہ وغیرہ بنانا شرعاً جائز نہیں ہے۔ وأما البناء عليه فلم أر من اختار جوازه، وفي شرح المنية عن منية المفتي: المختار أنه لايكره التطيين وعن ابي حنيفةؒ يكره أن يبنى عليه بناء من بيت أو قبة أو نحو ذلك. (شامي ٣/١٤٤) نهى رسول الله ﷺ ان يجصص القبر. (مسلم شريف ١/٣١٢)

نوٹ: جن بعض فقہی عبارتوں میں اس سلسلہ میں کچھ نرم باتیں لکھی گئی ہیں وہ احادیث صحیحہ صریحہ کے مقابلہ میں حجت نہیں ہیں۔ (مرتب)

قبر پر کتبہ لگانے کا حکم

قبر بقاء کی جگہ نہیں ؛ بلکہ فنا کی جگہ ہے؛ لہٰذا اس پر باقاعدہ کتبہ لگا کر محفوظ کرنا روحِ شریعت کے خلاف ہے؛ اس لئے بعض احادیث میں کتبہ لگانے کی ممانعت آئی ہے، خاص کر موقوفہ قبرستانوں میں کتبہ لگانے سے وہ قبر کی جگہ ایسی متعین ہوجاتی ہے کہ سالوں کے بعد بھی وہاں دوسرے مردے کو دفنایا نہیں جاسکتا، اب اگر ہر شخص کو کتبہ لگانے کی اجازت دی جائے گی، تو بہت جلد قبرستان تنگ پڑ جائے گا، اس لئے عام اموات کے لئے کتبہ لگا کر قبر کو محفوظ کردینا درست نہ ہوگا؛ البتہ اگر کوئی مقتداء شخص ہو جس کی قبر کی زیارت کے لئے متعلقین حاضر ہوتے ہوں تو اس کے لئے قبر پر کوئی نشانی بشمول کتبہ لگانے کی فقہاء نے اجازت دی ہے؛ لیکن وہ بھی کوئی لازم اور ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیؒ ۲۳۰) **عن جابرؓ قال: نهىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تجصيص القبور والكتاب فيها والبناء عليها والجلوس عليها.** (مستدرك للحاكم ۱/ ۵۲۵، برقم: ۱۳۷۰) **عن المطلب قال: لما مات عثمان بن مظعونؓ أخرج بجنازته، فدفن، فأمر النبي صلى الله عليه وسلم رجلاً أن يأتيه بحجر فلم يستطع حمله فقام إليها رسول الله صلى الله عليه وسلم وحسر عن ذراعيه الخ، ثم حملها فوضعها عند رأسه وقال: أتعلم بها قبر أخي وأدفن إليه من مات من أهلي.** (أبوداؤد شريف ۲/ ۴۵۷) **وفي الظهيرية: ولو وضع عليه شيئ من الأشجار أو كتب عليه شيئ فلا بأس به عند البعض، والحديث المتقدم يمنع الكتابة فليكن المعول عليه، لكن فصل في المحيط، فقال: وإن احتيج إلى الكتابة حتى لا يذهب الأثر ولا يمتهن فلا بأس به، فأما الكتابة من غير عذر فلا.** (البحر الرائق كوئٹه ۲/ ۱۹۴، زكريا ۲/ ۳۴۰-۳۴۱) **ولا بأس أيضاً بالكتابة في حجر، صين به القبر ووضع عليه لئلا يذهب الأثر فيحترم للعلم بصاحبه.** (طحطاوي على المراقي دارالكتاب ۶۱۱-۶۱۲)

ویسن کتابة اسم المیت لا سیما الصالح لیعرف عند تقادم الزمان؛ لأن النهي عن الکتابة منسوخ کما قاله الحاکم أو محمول علی الزائد علی ما یعرف به حال المیت، وفي قوله: ''یسن'' محل بحث، والصحیح أن یقال إنه یجوز. (مرقاة المفاتیح ملتان ۷٦/٤)

قبر میں عہد نامہ وغیرہ رکھنا

قبر میں میت کے ساتھ عہد نامہ رکھنا جس میں کلمہ طیبہ اور بعض آیات قرآنیہ وغیرہ لکھی رہتی ہیں جائز نہیں ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کی بے حرمتی اور اہانت لازم آتی ہے، اسی طرح لکھا ہوا کفن بھی میت کو پہنانا درست نہیں ہے۔ **قال فی الشامی بحثاً: فالمنع هنا بالأولیٰ ما لم یثبت عن المجتهد أو ینقل فیه حدیث ثابت فتأمل.** (شامی زکریا ۱٥۷/۳)

شہید کا بیان

اسلام میں شہید کا مقام

''راہِ حق میں اخلاص کے ساتھ اپنی جان نچھاور کردینا یا بحالتِ مظلومی قتل ہو جانا'' جس کو اسلامی اصطلاح میں ''شہادت'' کہا جاتا ہے، اسلام کی نظر میں بہت اونچے درجہ کا عمل ہے، اور ایسا شخص اخروی زندگی کے اعتبار سے نہایت خوش نصیب اور خوش بخت قرار پاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کا مقام اور ان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ، ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ. (ال عمران: ۱۹۵)

سو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دئے گئے میری راہ میں، اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے، ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں معاف کردوں گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی، یہ عوض ملے گا اللہ کے پاس سے، اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ، یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰتِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ، وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ، وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ.

(التوبة: ۱۱۱)

بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی، وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں (جس میں) قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ (کیا گیا) ہے توریت میں (بھی) اور انجیل میں (بھی) اور قرآن میں (بھی) اور (یہ مسلم ہے کہ) اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے، تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے اس سے (یعنی اللہ تعالیٰ سے) معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ، اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

ایک دوسری آیت میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا، بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ، وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ، اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ.

(ال عمران: ١٦٩ تا ١٧٠)

اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ مت خیال کیجئے؛ بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں، انہیں رزق بھی ملتا ہے، اور اس چیز سے وہ خوش ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے، اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے (بلکہ) ان کے پیچھے رہ گئے ہیں (یعنی وہ ابھی زندہ ہیں) ان کی بھی اس حالت پر وہ (شہداء) خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے، وہ (شہداء) اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نعمت پر خوش ہوتے ہیں اور اس بات سے بھی کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان (کے اعمال) کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

مذکورہ آیت کے شانِ نزول میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''غزوۂ احد میں جو تمہارے بھائی شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو ہرے پرندوں کے پپوٹوں میں رکھ دیا جو جنت کی نہروں پر آتے جاتے ہیں، اور جنت کے پھلوں کو کھاتے ہیں اور پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں، چناں چہ جب انہوں نے اپنے کھانے پینے اور ٹھہرنے کے شاندار انتظام کو دیکھا تو یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش! ہمارے دنیا میں رہ جانے والے بھائیوں کو اس بات کا پتہ چل جاتا کہ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیسا عمدہ معاملہ فرمایا ہے؛ تاکہ وہ جہاد میں دل چسپی لیتے اور راہِ حق میں لڑنے سے نہ گھبراتے، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ میں یہ بات ان تک پہنچا دوں گا، چناں چہ یہ آیت ﴿ولا تحسبن الذين قتلوا﴾ الخ نازل ہوئیں''۔ (مسند احمد، ابن کثیر مکمل ۲۷۹)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ (غزوۂ احد کے بعد) ایک دن پیغمبر علیہ السلام نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ: ''میاں جابر! میں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں''، میں نے عرض کیا کہ: ''اے اللہ کے رسول! میرے والد (غزوۂ احد میں) شہید ہو گئے اور انہوں نے قرضوں کا اور عیال داری کا بوجھ چھوڑا ہے''۔ یہ سن کر پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: ''کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ گو کہ اللہ تعالیٰ حجاب کے بغیر کسی سے گفتگو

نہیں فرماتے؛ لیکن انہوں نے تمہارے والد سے بالمشافہہ گفتگو کی اور فرمایا کہ تم مجھ سے جو چاہا ہو مانگو میں عطا کروں گا، تو تمہارے والد نے درخواست کی کہ میری خواہش یہ ہے کہ میں دوبارہ دنیا میں جا کر آپ کے راستہ میں جان کا نذرانہ پیش کروں، تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ میری طرف سے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ان کو دنیا کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا، تو تمہارے والد نے درخواست کی کہ رب العالمین! میری اس عمدہ حالت کی خبر میرے پیچھے رہ جانے والوں کو بتا دیجئے، چناں چہ اللہ تعالیٰ مذکورہ آیات نازل فرمائیں''۔ (تفسیر ابن کثیر مکمل ۲۷۹، ترمذی شریف حدیث: ۳۰۱۰)

اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث میں شہید کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، چناں چہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَإِنَّ لَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيْدُ فَإِنَّهُ يَتَمَنّٰى أَنْ يَّرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلُ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرىٰ مِنَ الْكَرَامَةِ. (بخاری شریف ۳۹۵/۱، حدیث: ۲۷۳۳، الترغیب والترھیب ۳۱۳)

کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد نہ تو وہاں سے دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا کرتا ہے اور نہ یہ چاہتا ہے کہ اسے دنیا کی کوئی چیز ملے؛ لیکن شہید (کا معاملہ اس سے جداگانہ ہے) وہ (اللہ کے یہاں اپنا اعزاز دیکھ کر) یہ تمنا کرتا ہے کہ وہ دنیا میں جا کر دس مرتبہ پھر راہِ حق میں جان نچھاور کرے۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلشُّهَدَاءُ عَلىٰ بَارِقِ نَهْرٍ بِبَابِ الْجَنَّةِ فِيْ قُبَّةٍ خَضْرَاءَ يَخْرُجُ عَلَيْهِمْ رِزْقُهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا. (مسند احمد ۲٦٦/۱، ابن حبان حدیث: ٤٦٣٩، الترغیب والترھیب ۳۱۸)

شہید حضرات جنت کے دروازہ پر ایک نہر کے قریب ایک ہرے قبہ میں ہوں گے وہاں ان کے لئے صبح وشام جنت سے کھانے پینے کا انتظام ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک حبشی شخص نے پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں ایک کالا بدبودار اور بدصورت شخص ہوں اور میرے پاس مال بھی نہیں ہے، اگر میں ان مشرکین سے قتال کروں اور شہید ہو جاؤں تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ تو پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''تمہارا ٹھکانہ جنت میں ہوگا''، چناں چہ وہ شخص جہاد میں جا کر شہید ہو گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نعش پر

آ کر ارشاد فرمایا:

قَدْ بَيَّضَ اللّٰهُ وَجْهَكَ وَطَيَّبَ رِيْحَكَ وَاَكْثَرَ مَالَكَ.

اللہ تعالیٰ نے تمہارے چہرے کو منور کردیا، تمہیں خوشبو دار بنادیا اور تم کو دولت مند بنادیا۔

پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے خطاب کرکے فرمایا کہ ''میں نے جنت کی حوروں میں سے اس کی بیوی کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ اس کا اونی جبہ نکال کر اس سے لپٹ رہی تھی''۔ (رواہ الحاکم ۹۳۲، الترغیب والترہیب ۳۱۸)

اور ایک روایت میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ:

إِنَّ لِلشَّهِيْدِ عِنْدَ اللّٰهِ سَبْعَ خِصَالٍ أَنْ يُّغْفَرَ لَهُ فِيْ أَوَّلِ دُفْعَةٍ مِنْ دَمِهٖ وَيَرىٰ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُحَلّٰى حُلَّةَ الإِيْمَان وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الأَكْبَرِ وَيُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ، اَلْيَاقُوْتَةُ مِنْهُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَيُزَوَّجُ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ زَوْجَةً مِّنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَيُشَفَّعُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ أَقَارِبِهٖ.

(رواہ احمد، المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح ۲۵۵)

شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ۷/اہم انعامات ہوتے ہیں: (۱) خون کا پہلا فوارہ نکلتے ہی اس کی مغفرت کردی جاتی ہے (۲) اور جنت میں اس کا ٹھکانا پہلے ہی دکھلا دیا جاتا ہے (۳) اور اس کو ایمانی جوڑا پہنایا جاتا ہے (۴) اور اسے عذاب قبر سے پناہ دی جاتی ہے اور وہ قیامت کی عظیم ہولناکی سے محفوظ رہے گا (۵) اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا، جس کا ایک موتی دنیا ومافیہا سے زیادہ شاندار ہوگا (۶) اور اس کی ۷۲/بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی کرائی جائے گی (۷) اور اس کے ۷۰/قریبی رشتہ داروں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

الغرض شہادت بہت بڑی سعادت ہے، جس کی تمنا ہر مؤمن کو رہنی چاہئے، چناں چہ حدیث میں وارد ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: ''جو شخص صدق دلی سے شہادت کا متمنی رہے تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں شہیدوں کے درجوں سے نوازیں گے گو کہ اس کی موت بستر پر آئی ہو''۔ (مسلم شریف عن سہل بن حنیف حدیث:۱۹۰۹)

شہید کی قسمیں

انجام اور احکام کے اعتبار سے شہید کی درج ذیل تین قسمیں پائی جاتی ہیں:

الف: دنیاوی واخروی شہید (شہید کامل): یعنی وہ شخص جو ظلماً دھاردار آلہ سے قتل کیا جائے یا صدق دل سے جہاد کرتے ہوئے شہادت کی سعادت حاصل کرے، اس کو آخرت میں شہادت کا

مرتبہ نصیب ہوگا اور دنیا میں بھی اس پر شہید کے احکام جاری ہوں گے۔

ب: **اخروی شہید**: یہ شخص ہے کہ جو جہاد وغیرہ میں شہادت نہ پائے؛ لیکن اپنے جان ومال کے دفاع میں مارا جائے یا پیٹ کی بیماری میں وفات پائے یا طاعون وغیرہ میں اس کی موت آئے، جس کی تفصیلات متعدد احادیث اور کتب فقہ میں موجود ہیں۔

ج: **صرف دنیاوی شہید**: ایسا منافق یا بدنیت شخص جو محض دکھاوے کے لئے جہاد میں شریک ہوکر مارا جائے تو اس پر اگر چہ دنیاوی اعتبار سے شہید کے احکام جاری ہوں گے؛ لیکن آخرت میں اس کو شہادت کا مرتبہ حاصل نہیں ہوگا۔ اس کی صراحت بھی بعض احادیث میں موجود ہے۔ (مستفاد: شامی زکریا ۳؍۱۵۷-۱۶۱)

ذیل میں شہید سے متعلق چند ضروری مسائل ذکر کئے جارہے ہیں:

شہید کے احکام

شہید کامل کی شرائط

جس شہید کے ساتھ تجہیز وتکفین میں خصوصی معاملہ کیا جاتا ہے اس کے لئے سات شرائط پائی جانی لازم ہیں، اگر یہ سب شرطیں پائی جائیں گی تو اس پر دنیا میں شہید کے احکامات جاری ہوں گے، اور اگر ان شرائط میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو جائے تو اس پر شہید کا حکم جاری نہ ہوگا، وہ شرائط درج ذیل ہیں:

(۱) مسلمان ہونا

شہید کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے؛ لہٰذا غیر مسلم کے واسطے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہوسکتی۔ **هو كل مكلف مسلم (تنوير الابصار) اما الكافر فليس بشهيد وان قتل ظلماً فلقريبه المسلم تغسيله.** (شامی زکریا ۳؍۱۵۸)

(۲) مکلّف ہونا

شہید وہی کہلائے گا جو شرعاً مکلّف یعنی عاقل بالغ ہو؛ لہٰذا اگر بچہ کو ظلماً قتل کر دیا گیا یا پاگل

شخص کوقتل کیا گیا تو اس پر دنیا میں شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ **هو كل مكلف (تنوير الابصار) هو البالغ العاقل خرج به الصبي والمجنون.** (شامی زکریا ۱۵۸/۳)

(۳) حدثِ اکبر سے پاک ہونا

شہید کامل کے احکام اسی شخص پر جاری ہوں گے جو شہادت کے وقت حالت جنابت میں نہ رہا ہو؛ لہٰذا اگر کوئی جنبی شہید ہوا، یا عورت حیض ونفاس کی حالت میں شہید ہوئی تو اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے اور عام میت کی طرح اس کی تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ **(طاهر) اي ليس به جنابة ولا حيض ولا نفاس ولاانقطاع احدهما كما هو المتبادر فاذا استشهد الجنب يغسل.** (شامی زکریا ۱۵۸/۳)

(۴) ظلماً مقتول ہونا

شہید کے احکام جاری ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اسے ناحق قتل کیا گیا ہو، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی حق کی وجہ سے قتل ہو مثلاً اس پر قصاص لازم ہو یا خود بخود کسی حادثہ میں مارا جائے تو اس پر دنیا میں شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ **قتل ظلماً بغير حقٍ (در مختار) وقيد بالقتل لانه لو مات حتف انفهٖ او ابترد او حرق او غرق او هدم لم يكن شهيداً في حكم الدنيا وان كان شهيد الاٰخرة كما سيأتي، وبقولهٖ ظلماً لما يأتي من انه لو قتل بحد او قصاصٍ مثلاً لا يكون شهيداً فيغسل.** (شامی زکریا ۱۵۹/۳)

(۵) مسلمان یا ذمی کے ذریعہ آلہ دھار دار سے مارا جانا

اگر مقتول کو قتل کرنے والا مسلمان ہو یا ذمی ہو تو اس مقتول پر شہادت کے احکام جاری ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اسے زخمی کر دینے والے دھار دار آلہ سے قتل کیا گیا ہو، اس میں مسلمان یا ذمی کی قید سے اس صورت سے احتراز مقصود ہے جب کہ قتل کا واقعہ حربی کافر یا باغی یا ڈاکوؤں کی طرف سے پیش آیا ہو، تو اس میں دھار دار آلہ سے قتل کرنا شرط نہیں؛ بلکہ یہ لوگ جس طرح بھی ماریں مقتول پر شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔

اور آلہ دھاردار کی قید سے اس صورت کا استثناء مقصود ہے جب کہ پتھر وغیرہ مار کر قتل کیا ہو کہ اگر مسلمان یا ذمی آلہ دھاردار کے علاوہ سے کسی کو قتل کریں تو ایسے مقتول پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ **بجارحة اى بما يوجب القصاص (درمختار) وهٰذا قيد في غير من قتله باغٍ او حربي او قاطع طريق بقرينة العطف الاٰتي واحترزبها عن المقتول بمثقل فانه لا يوجب القصاص عنده.** (شامی زکریا ۳/۱۵۹)

(۶) قتل کی سزا میں اصالۃً قصاص واجب ہونا

شہید کے احکام جاری ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ مقتول کے قتل پر شرعی طور پر ابتداءً دیت یا مال واجب نہ ہو؛ بلکہ قصاص ہی واجب ہو، اس قید کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جن صورتوں میں قتل پر اصالۃً دیت واجب ہوتی ہے ان میں مقتول پر شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے، مثلاً کسی مسلمان یا ذمی کا کسی شخص کو غیر دھاردار آلہ سے قتل کرنا، یا دھاردار آلہ سے خطاءً قتل کرنا وغیرہ۔ اسی طرح اگر ابتداءً قصاص واجب ہوا تھا؛ لیکن پھر عارض کی وجہ سے مال واجب ہوگیا مثلاً وارثین نے مال پر صلح کرلی یا خود باپ نے بیٹے کو قتل کرڈالا، تو ایسی صورت میں اگرچہ مال لازم ہوا ہے؛ لیکن چوں کہ اصل حکم قصاص کا تھا جو عارض (صلح یا ابوت) کی وجہ سے ساقط ہوگیا؛ اس لئے اس مقتول پر شہید کے احکام جاری ہوں گے۔ **ولم يجب بنفس القتل مالٌ؛ بل قصاصٌ حتى لو وجب المال بعارض كالصلح او قتل له ابنه لا تسقط الشهادة (درمختار) فالحاصل أنه إذا وجب بقتله القصاص وإن سقط لعارض أو لم يجب بقتله شيءٌ أصلاً فهو شهيد كما علمته. أما إذا وجب به المال ابتداء فلا، وذٰلك بأن كان قتله شبه العمد كضربٍ بعصاً أو خطأً كرمي غرض فأصابه أو ما جرىٰ مجراه الخ.** (شامی زکریا ۳/۱۶۰)

(۷) زخمی ہونے کے بعد زندگی سے نفع نہ اٹھانا

شہید شرعی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ زخمی ہونے کے بعد (اور حالت جنگ میں

معرکہ ختم ہونے کے بعد) اپنی زندگی سے معتد بہ نفع نہ اٹھا سکا ہو، مثلاً کھانے پینے یا دوا علاج کرنے کی مہلت اسے نہ ملی ہو اور نہ ہی ہوش وحواس کے ساتھ ایک نماز کا وقت یا ایک دن رات اس پر گزرے ہوں اور نہ ہی اسے جنگ ختم ہونے کے بعد بلا عذر جائے حادثہ یا مقام معرکہ سے اٹھا کر لایا گیا ہو۔ (اور اگر دورانِ جنگ اسے منتقل کیا جائے یا جنگ جاری رہتے ہوئے وہ زخمی ہونے کے بعد زندگی سے کچھ نفع اٹھائے تو شہادت کا حکم ساقط نہیں ہوتا) **ولم يحمل عن مكانه حياً ولم ينتفع بحياته ولم يبق حياً بعد الجراحة يوماً وليلةً.** (المحيط البرهانی ۵۲/۳، تاتارخانية زكريا ۱۹/۳ رقم: ۳۶۲۲) **أو جرح وارتث وذٰلک بأن أكل أو شرب أو نام أو تداوىٰ ولو قليلاً أو اٰوىٰ خيمةً أو مضى عليه وقت صلاةٍ وهو يعقل ويقدر على أدائها، أو نقل من المعركة وهو يعقل الخ.** (درمختار زكريا ۱۶۲/۳-۱۶۳) **وهذا كله اذا كان بعد انقضاء الحرب ولوفيها اى فى الحرب لايصير مرتثاً بشيء مع ماذكر وكل ذلک فى الشهيد الكامل.** (درمختار زكريا ۱۶٤/۳)

شہید کے احکامات

شہید کامل کے احکامات درج ذیل ہیں:

(۱) شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا اور نہ اس کے بدن پر لگا ہوا خون اس سے زائل کیا جائے گا، (البتہ اگر شہید کے بدن پر خون کے علاوہ کوئی اور نجاست لگی ہو تو اسے دھویا جائے گا) (۲) شہید شہادت کے وقت جو کپڑے پہنے ہوئے ہو ان کپڑوں کو اس کے جسم سے اتارا نہیں جائے گا۔ (۳) اگر وہ کپڑے مسنون عدد سے کم ہوں تو اس کے بقدر کپڑوں میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ (۴) اور اگر اس کے بدن کے کپڑے عدد مسنون سے زائد ہوں تو زائد کپڑے اتار لئے جائیں گے۔ (۵) اسی طرح اگر بدن پر ایسی چیز ہو جو کفن نہ بن سکے مثلاً چمڑے کا کوٹ یا ٹوپی یا جوتا یا ہتھیار وغیرہ تو انہیں بہرحال اتار لیا جائے گا۔ **ويكفن الشهيد فى ثيابه الذى عليه لقوله عليه الصلاة والسلام "زملوهم بثيابهم"، ولحديث زيد بن صوحان وصخر**

بـن عـدی ”لا تنزعوا عنی ثوباً ولا تغسلوا عنی دماً“ الخ، غير أنه ينزع عنه السلاح والـجلـود والـفرو والحشو والخف والقلنسوة وكل ما ليس من جنس الكفن لما روي عـن عـلي رضي الله عنه قال: ينزع عنه العمامة والخفاف والقلنسوة. (المحيط البـرهـانی ۶۳/۳، تاتارخانية زكريا ۲۴/۳ رقم: ۳۶۴۶) فيـنـزع عنه مالا يصلح للكفن ويزاد إن نـقـص مـا عليه عن كفن السنة وينقص إن زاد لأجل أن يتم كفنه المسنون ويصلى عـليـه بلا غسل ويدفن بدمه وثيابه، لحديث: زملوهم بكلومهم. (درمختار ۱۶۱/۳) ولوكان فی ثوب الشهيد نجاسة تغسل كذا فی العتابية . (عالمگیری ۱۶۸/۱)

ڈاکوؤں کے ہاتھوں مقتول کا حکم

جس شخص کے گھر پرڈاکو چڑھ آئیں یا اسے راستہ میں گھیر کر مار ڈالیں تو ایسے شخص پر شہید کامل کے احکامات جاری ہوں گے کہ اسے نہ تو غسل دیا جائے گا اور نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں گے۔ ولـو نـزل عـليـه اللصوص ليلاً فی المصر فقتل بسلاح او غيره او قتله قطاع الطريق خـارج المصر بسلاح أو غيره فهو شهيد لأن القتيل لم يخلف في هذه المواضع بدلاً هو مال. (بدائع الصنائع ۶۶/۲، شامی ۶۲/۲ ۱، البحرالرائق کوئٹه ۱۹۹/۲، زکریا ۳۴۹/۲- ۳۵۰)

فرقہ وارانہ فسادات میں شہید ہونے والے کا حکم

ہندو مسلم فساد میں جو مسلمان مقتول ہو اس پر بھی شہید کامل کے احکام جاری ہوں گے، اور اسے بلا غسل وکفن نماز پڑھ کر دفنا دیا جائے گا۔ و كذا يكون شهيداً لو قتله باغ او حربی او قاطع طريق . (درمختار مع الشامي زكريا ۱۶۰/۳، فتاویٰ محمودیه میرٹھ ۴۵۳/۱۳ - ۴۵۵- ۴۵۶ -۴۵۹- ۴۶۰)

دشمن کی بمباری میں شہید ہونے والے کا حکم

جو شخص دشمن کی بمباری میں یا خودکش حملہ میں مقتول ہوا اس پر بھی شہید کے احکام جاری کئے جائیں گے۔ والـمـكـابرون فی المصر ليلاً بمنزلة قطاع الطريق كما فی البحر

عن شرح المجمع فمن قتلوه ولو بغير محدد فهو شهيد. (شامی زکریا ۳/ ۱٦٠)
ولوكان المسلمون في سفينة فرماهم العدو بالنار فاحترقوا من ذلك وتعدى إلى سفينة اخرى فيها المسلمون فاحترقوا فهم كلهم شهداء كذا في الخلاصة.

(عالمگیری ۱/ ۱٦٨، مستفاد امداد الاحکام ۲/ ٤٥٥)

آپسی لڑائی میں مارے جانے والوں کا حکم

اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں آپس میں لڑائی ہو اور اس میں لوگ مارے جائیں تو اگر ان میں سے ایک جماعت یقیناً ظالم ہو اور دوسری مظلوم ہو تو مظلوم جماعت کے مقتولین پر شہید کا حکم جاری ہوگا، اور اگر یہ طے نہ کیا جاسکے کہ کون ظالم اور کون مظلوم ہے تو کسی بھی مقتول پر شہید کا حکم جاری نہ ہوگا۔ **وفي البحر عن المجتبى: إذا التقت سريتان من المسلمين وكل واحدة ترى أنهم مشركون فاجلوا عن قتلى من الفريقين، قال محمدؒ: لا دية على أحد ولا كفارة لأنهم دافعون عن أنفسهم ولم يذكر حكم الغسل ويجب أن يغسلوا لأن قاتلهم لم يظلمهم، ومفاده أنه لو كانت إحدى الفرقتين ظالمة للأخرىٰ بأن علموا حالهم لا يغسل من قتل من الأخرىٰ وإن جهل قاتله عينا لكونه مدافعاً عن نفسه وجماعته.** (شامی زکریا ۳/ ۱٦٠)

کتاب الصوم

(روزہ کا بیان)

○

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○

(البقرة: ۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر (رمضان کے) روزے فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے؛ تا کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

○

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِیْمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِیْمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَمَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ إِیْمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

(بخاری شریف ۲۵۵/۱ حدیث: ۱۸۶۳، مسلم شریف ۲۵۹/۱، مشکوٰۃ شریف ۱۷۳/۱)

ترجمہ: جو شخص ایمان اور طلبِ ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دئے جائیں گے، اور جو شخص ایمان اور اخلاص کے ساتھ رمضان میں عبادت کرے اس کے گذشتہ معاصی معاف کر دئے جائیں گے، اسی طرح جو شخص شبِ قدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ مشغولِ عبادت رہے اس کے بھی پچھلے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔

○

رمضان المبارک اور رؤیتِ ہلال

رمضان المبارک؛ افضل ترین مہینہ

''رمضان المبارک''، ہجری تقویم کے اعتبار سے نواں مہینہ ہے، اسلام میں اس مہینہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدیً لِلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدیٰ وَالْفُرْقَانِ، فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ، وَمَنْ كَانَ مَرِیْضاً أَوْ عَلیٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَیَّامٍ أُخَرَ، یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ، وَلِتُكْمِلُوْا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوْا اللّٰهَ عَلیٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ.

(البقرۃ ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآنِ مجید نازل کیا گیا ہے اس کا وصف یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور واضح الدلالۃ ہے، منجملہ ان کتب کے جو کہ ہدایت ہیں اور فیصلہ کرنے والی ہیں، سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہئے، اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے، اللہ تعالی کا تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کرنا نہیں چاہتا، اور تاکہ تم لوگ شمار کی تکمیل کرلیا کرو، اور تاکہ تم لوگ اللہ تعالی کی طرف سے ہدایت پانے پر اس کی بزرگی بیان کیا کرو اور تاکہ تم لوگ شکر ادا کیا کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک اور قرآنِ کریم کے درمیان خاص ربط ہے؛ لہٰذا اس مہینہ میں قرآنِ کریم کی تلاوت اور تعلیم وتعلم کا خاص اہتمام ہونا چاہئے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس مہینہ کی مخصوص عبادت روزہ ہے، جس سے اللہ تبارک وتعالی کا قرب نصیب ہوتا ہے اور اللہ کی نعمتوں پر شکر گذاری کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ روزہ کا حکم لوگوں کو مشقت میں ڈالنے کے لئے دیا گیا ہے، اس لئے آگے یہ فرمایا کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اس پر سردست روزہ رکھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ دوسرے وقت جب سہولت ہو اس فرض سے سبک دوش ہونے کی گنجائش ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی کا مقصد تنگی میں ڈالنا نہیں؛ بلکہ یسر اور سہولت پیدا کرنا ہے۔

لٰہذا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے ساتھ سہولت اور شفقت کا معاملہ ہے تو بجا طور پر بندوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس کی تعظیم بجا لائیں اور اس کی نعمتوں کی شکر گزاری میں کوئی کمی نہ کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکر گزار بندوں میں شامل فرمائیں، آمین۔

رمضان کا تعارفی خطبہ

سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شعبان کی آخری تاریخ کو نبیٔ اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اور ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم پر ایک عظیم اور مبارک مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، ایسا مہینہ جس میں ایک ایسی رات (شبِ قدر) ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے (یعنی اس ایک رات میں عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ملتا ہے) اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے دنوں کا روزہ فرض اور راتوں کی عبادت نفل قرار دی ہے، جو شخص اس مہینہ میں ایک نیک عمل کے ذریعہ قربِ خداوندی کا طالب ہو وہ ایسا ہی ہے جیسے دیگر مہینہ میں فرض عمل کرے (یعنی نفل کا ثواب فرض کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے) اور جو شخص کوئی فریضہ بجالائے وہ ایسا ہے جیسے دیگر مہینوں میں ستر فرض ادا کرے (یعنی رمضان میں ایک فرض کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے)

اے لوگو! یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب اور بدلہ جنت ہے، اور یہ لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور خیر خواہی کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو آدمی اس مبارک مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں اسے جہنم سے آزادی کا پروانہ ملتا ہے، اور روزہ دار کے ثواب میں کمی کئے بغیر افطار کرانے والے کو بھی اس کے بقدر اجر سے نوازا جاتا ہے''۔

یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر آدمی اپنے اندر اتنی وسعت نہیں پاتا کہ وہ دوسرے کو (باقاعدہ) افطار کرائے، اور اس کے ثواب سے بہرہ یاب ہو''۔

اس سوال پر رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے جاں نثاروں کو ایسا جواب دیا جس سے ان کی مایوسی خوشیوں میں بدل گئی، آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ یہ انعام ہر اس شخص پر فرماتے ہیں جو کسی بھی روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ، ایک عدد کھجور حتی کہ ایک گھونٹ پانی پلا کر بھی افطار کرا دے، ہاں جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کھلائے تو اللہ رب العزت اسے قیامت کے دن میرے حوضِ کوثر سے ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد کبھی پیاس نہ لگے گی تا آں کہ وہ جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جائے گا''۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایسا مہینہ ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت، درمیانی عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ

جہنم سے آزادی کا ہے، جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام (خادم اور ملازم وغیرہ) کے بوجھ کو ہلکا کردے تو اللہ جل شانہٗ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی دیتے ہیں۔ اے لوگو! اس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو: (۱) کلمہ طیبہ لا إلٰـه إلا اللّٰـه۔ (۲) استغفار (۳) جنت کی طلب (۴) آگ سے پناہ۔

(مشکوٰۃ شریف ۱/۱۷۴، البیہقی فی شعب الایمان ۳/۳۰۵)

یہ تفصیلی خطبہ رمضان المبارک کا بہترین منشور ہے، جس سے اس ماہِ مبارک کی قدر و قیمت کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اسے بار بار پڑھیں اور اس کے مطابق اپنے اندر عمل کا جذبہ پیدا کر کے رمضان کی برکتوں کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کی کوشش کریں۔

نبیٔ کریم ﷺ کا رمضان کا اہتمام فرمانا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی آمد سے پہلے ہی اس کی تیاری شروع فرمادیتے تھے، خاص کر شعبان کا مہینہ رمضان کے انتظار میں گذرتا تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ ثُمَّ يَصُوْمُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلاثِيْنَ يَوْماً ثُمَّ صَامَ.

(ابو داؤد شریف ۱/۳۱۸، مشکوٰۃ شریف ۱/۱۷٤)

آنحضرت ﷺ جتنا شعبان کے ایام گننے کا اہتمام کرتے تھے اتنا دیگر کسی مہینہ کا اہتمام نہ فرماتے تھے، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے، اگر مطلع ابر آلود ہوتا تو ۳۰ کا عدد پورا فرماتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ۲۹ر شعبان کو رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا چاہئے، اور اگر اس دن چاند نہ دکھائی دے تو تیس کا عدد پورا کرلینا چاہئے۔

امتِ محمدیہ پر پانچ خصوصی عنایتیں

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کو رمضان المبارک میں پانچ ایسی امتیازی خوبیاں عطا ہوئی ہیں جو اور کسی امت کو عطا نہیں ہوئیں اور وہ درج ذیل ہیں:

خَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ، وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحِيْتَانُ حَتّٰى يُفْطِرُوْا، وَيُزَيِّنُ اللّٰهُ

(۱) روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے (۲) ان کے لئے سمندر کی مچھلیاں افطار کے وقت تک استغفار کرتی رہتی ہیں (۳) اور

عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتَهُ، ثُمَّ يَقُوْلُ: يُوْشِكُ عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ أَنْ يُلْقُوْا عَنْهُمُ الْمَؤُنَةَ، وَيَصِيْرُوْا إِلَيْكَ، وَتُصَفَّدُ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ، فَلاَ يَخْلُصُوْا فِيْهِ إِلٰى مَا كَانُوْا يَخْلُصُوْنَ إِلَيْهِ فِيْ غَيْرِهٖ، وَيُغْفَرُ لَهُمْ فِيْ آخِرِ لَيْلَةٍ، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ: لاَ، وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوَفّٰى أَجْرَهُ إِذَا قَضٰى عَمَلَهُ. (مسند احمد بن حنبل ۲/ ۲۹۲، شعب الإيمان ۳/ ۳۰۳، الترغیب و الترهیب ۲/ ۵۵)

اللہ تعالی ہر روز اپنی جنت کو آراستہ کرکے فرماتے ہیں کہ عنقریب میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقت اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آئیں گے (۴) اور سرکش شیطان رمضان میں قید کردئے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ رمضان کے زمانہ میں ان برائیوں تک نہیں پہنچتے جن برائیوں کی طرف غیر رمضان میں پہنچ جاتے ہیں (۵) اور رمضان کی آخری رات میں ان کے لئے مغفرت کا فیصلہ کیا جاتا ہے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ مغفرت شبِ قدر میں ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں! بلکہ دستور یہ ہے کہ کام ختم ہونے پر مزدور کو پوری اجرت سے نوازا جاتا ہے“۔

رمضان میں گناہوں کی بخشش

رمضان المبارک میں اللہ رب العالمین کی طرف سے بندوں کی بخشش کے بے شمار اسباب عام کردیئے جاتے ہیں، اور جو شخص بھی یقین کامل اور حصول ثواب کی نیت سے کوئی بھی عمل خیر انجام دیتا ہے، اسے قبولیت نصیب ہوتی ہے اور وہ عمل اس کے سابقہ گناہوں کی بخشش کا سبب بن جاتا ہے۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. (بخاری شریف ۱/ ۲۵۵ حدیث: ۱۸۶۳، مسلم شریف ۱/ ۲۵۹، مشکوٰۃ شریف ۱/ ۱۷۳)

جو شخص ایمان اور طلبِ ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دئے جائیں گے، اور جو شخص ایمان اور اخلاص کے ساتھ رمضان میں عبادت کرے اس کے گذشتہ معاصی معاف کردئے جائیں گے، اسی طرح جو شخص شبِ قدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ مشغولِ عبادت رہے اس کے بھی پچھلے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔

اس حدیث میں دو لفظ آئے ہیں ایک ایمان دوسرے احتساب، ایمان کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا پر یقین کامل ہو اور احتساب کا مفہوم یہ ہے کہ روزہ ثواب کی نیت سے رکھا جائے، اور اور ہر ایسی بری بات سے بچا جائے جس سے روزہ کے ثواب میں کمی آجاتی ہے۔ (مستفاد: مرقاۃ المفاتیح بیروت ۴/ ۳۸۸)

رمضان میں خیر کی توفیق

رمضان المبارک میں سرکش شیاطین کوقید کردینے کی وجہ سے پورے عالم کا ماحول روحانی بن جاتا ہے، اور جولوگ سال بھر خیر کے کاموں سے دور رہتے ہیں وہ بھی اس ماحول سے متأثر ہوکرکسی نہ کسی درجہ میں عبادت واطاعت میں مشغول ہوجاتے ہیں، اورفرشتوں کی طرف سے عبادت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اور برائی کاارادہ کرنے والوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ چناں چہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے:

إِذَا كَـانَ أَوَّلُ لَيْـلَةٍ مِنْ شَهْـرِ رَمَـضَـانَ صُـفِّـدَتِ الشَّيَـاطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْـجِـنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِـنْهَـا بَـابٌ وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْـلَـقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِىْ مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْـخَيْـرِ أَقْبِـلْ وَيَـا بَـاغِـىَ الشَّرِّ أَقْصِرْ، وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ.

(جامع ترمذی ۱۴۷/۱، سنن ابن ماجه ۱۱۹، مشکوٰۃ شریف ۱۷۳/۱)

جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہےتو شیطان اور سرکش جنات قید کردیئے جاتے ہیں، اور جہنم کے سب دروازے بند کردیئے جاتے ہیں ان میں سے کوئی بھی دروازہ نہیں کھولا جاتا، اور جنت کے سب دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیاجاتا اورایک آواز لگانے والا آواز دیتا ہے کہ اے خیر کے طلب گار! آگے بڑھ اور اے برائی کا ارادہ کرنے والے! پیچھے ہٹ، اوراللہ کے لئے (رمضان میں) بہت سے لوگ جہنم سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ معاملہ ہر رات ہوتا ہے۔

فرشتوں کی یہ ندا اگر چہ کانوں سے سنائی نہیں دیتی؛ لیکن انسانی روح ضرور اس نداء کومحسوس کرتی ہے، اوررمضان المبارک میں غیر رمضان کے مقابلہ میں عبادات اوراعمالِ خیر انجام دینا زیادہ آسان ہوجاتا ہے۔

رمضان کے استقبال میں جنت کی آرائش

رمضان المبارک کے استقبال میں پورے سال جنت کوسجایا جاتا رہتا ہے؛ اس لئے کہ اس مہینہ کے عبادت گذاروں سے جنت آباد ہوگی، سوان کے اعزاز واکرام کے لئے تیاریاں جاری رہتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی منظرکشی ان الفاظ میں فرمائی ہے:

إِنَّ الْجَنَّةَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ إِلىٰ حَوْلٍ قَابِلٍ قَالَ فَإِذَا كَانَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ تَحْتَ الْـعَـرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْحُوْرِ

رمضان کے لئے جنت کوشروع سال سے اگلے سال تک سجایا جاتا ہے، پھر جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہےتو ایک مخصوص ہوا عرشِ خداوندی کے نیچے سے جنت کے درخت کے پتوں سے گذرتی ہوئی خوبصورت آنکھوں

الْعِيـنِ فَيَقُلْنَ يَا رَبِّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ عِبَادِكَ أَزْوَاجاً تَـقِـرُّ بِهِمْ أَعْيُنُنَا وَتَقِرُّ أَعْيُنُهُمْ بِنَا. (بيهقـي فـي شعب الايمان ۳۱۲/۳ حديث: ۳٦۳۳، مشكوٰة شريف ۱۷٤/۱)

والی حوروں تک پہنچتی ہے تو وہ عرض کرتی ہیں: ''اے پروردگار! ہمارے لئے اپنے بندوں میں سے ایسے جوڑے منتخب فرما جن سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو اور ان کو ہمارے ذریعہ سے آنکھوں کا چین نصیب ہو''۔

واقعی کیسی روح افزا بشارت ہے جس کے تصور ہی سے دل باغ باغ ہوجاتا ہے، اور بدن کے روئیں روئیں سے رب العالمین کی شکر گذاری کے جذبات ابھر کر آتے ہیں، اور عبادت واطاعت میں عجیب کیف وسرور محسوس ہوتا ہے۔

رمضان میں لاکھوں افراد کی جہنم سے خلاصی

رمضان المبارک رحمتوں کا عام سیزن ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت پورے جوش میں ہوتی ہے، اور ذرا ذرا سے بہانے سے بندوں کی مغفرت کے فیصلے کئے جاتے ہیں، اور ایک رمضان میں لاکھوں لاکھ لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے اور انہیں پاک وصاف زندگی نصیب ہوتی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مرسلاً نقل فرماتے ہیں:

إِنَّ لِلّٰـهِ عَـزَّ وَجَـلَّ فِـيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ سِتَّ مِائَةِ أَلْفِ عَتِيقٍ مِنَ النَّارِ، فَإِذَا كَانَ آخِرُ لَيْلَةٍ أَعْتَقَ اللّٰهُ بِعَدَدِ مَنْ مَضىٰ. (شعب الإيمان للبيهقى ۳۰۳/۳، الترغيب و الترهيب ٦۳/۲)

اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہر رات میں چھ لاکھ لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتے ہیں، اور جب آخری رات ہوتی ہے تو گذشتہ آزادشدہ لوگوں کے بقدر لوگ (ایک ہی رات میں) آزاد کئے جاتے ہیں۔

رمضان کے روزہ کی تلافی نہیں ہوسکتی

رمضان کے بابرکت ہونے کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص رمضان کا روزہ بلا شرعی عذر کے چھوڑ دے تو اگر پوری زندگی بھی اس کے بدلہ روزہ رکھتا رہے گا، تو بھی اس ایک روزہ کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد عالی ہے:

مَنْ أَفْطَـرَ يَوْمـاً مِـنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْـصَةٍ وَلاَ مَـرَضٍ لَمْ يُقْضَ عَنْهُ صَوْمُ الـدَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ. (ترمذى شريف ۱۵۳/۱-۱۵٤، ابو داؤد شريف ۳۲٦/۱، مشكوٰة شريف ۱۷۷/۱)

جو شخص رمضان کے ایک دن کا روزہ بغیر کسی عذر اور بیماری کے چھوڑ دے تو زمانہ بھر کا روزہ رکھنا بھی اس کی تلافی نہیں کرسکتا اگرچہ وہ روزہ رکھتا رہے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ رمضان المبارک کا ایک ایک لمحہ اس قدر قیمتی اور انمول ہے کہ اس کی تلافی پوری زندگی کی عبادت سے بھی نہیں ہوسکتی، اس کے باوجود جو شخص ماہِ مبارک کے روزہ سے محروم رہے اس سے بڑا محروم اور کون ہوسکتا ہے۔

رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کا اہتمام

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے لمحات سب سے زیادہ قیمتی ہیں، اسی میں وہ شبِ قدر بھی آتی ہے جس میں عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی زیادہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشرۂ اخیرہ میں عبادت کے لئے کمر کس لیا کرتے تھے، چناں چہ ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشَرُ أَحيىٰ اللَّيْلَ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ. (مسلم شريف ۱/ ۳۷۲ بخاري شريف ۱/ ۲۷۱، المنتقى ٦ ٤ ١)

جب رمضان کا آخری عشرہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ راتوں رات عبادت میں مشغول رہتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے، اور خوب محنت فرماتے اور کمر کس لیتے تھے۔

نیز فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِيْ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَالَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهَا. (مسلم شريف حديث: ١١٧٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣/ ٣١٩)

رسولِ اکرم ﷺ آخری عشرہ میں عبادت میں جس قدر محنت فرماتے تھے اتنا دوسرے ایام میں نہیں فرماتے تھے۔

اس لئے ہم لوگوں کو بھی چاہئے کہ رمضان کے آخری دن اور راتوں کی قدر کریں اور انہیں فضول مشاغل میں ضائع نہ کریں۔

رمضان کی ناقدری کرنے والے کے لئے بد دعا

مذکورہ بالا ہدایات کے باوجود جو شخص رمضان المبارک کو لاپرواہی کے ساتھ ضائع کردے اور اس کا حق ادا کر کے اپنے کو مستحق رحمت نہ بنائے، یقیناً اس سے زیادہ بدنصیب کوئی نہیں ہے، جس کی تائید درج ذیل حدیث شریف سے ہوتی ہے:

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أُحْضُرُوْا الْمِنْبَرَ،

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں منبر سے قریب ہونے کا حکم دیا

فَحَضَرْنَا، فَلَمَّا ارْتَقیٰ دَرَجَةً قَالَ: آمِیْنْ، فَلَمَّا ارْتَقیٰ الدَّرَجَةَ الثَّانِیَةَ قَالَ: آمِیْنْ، فَلَمَّا ارْتَقیٰ الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ: آمِیْنْ، فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْکَ الْیَوْمَ شَیْئاً مَا کُنَّا نُسْمِعُہٗ؟ قَالَ: إِنَّ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَرَضَ لِیْ، فَقَالَ بَعُدَ مَنْ أَدْرَکَ رَمَضَانَ فَلَمْ یُغْفَرْ لَهٗ قُلْتُ: آمِیْنْ، فَلَمَّا رَقِیْتُ الثَّانِیَةَ قَالَ: بَعُدَ مَنْ ذُکِرْتَ عِنْدَہٗ، فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ، فَقُلْتُ: آمِیْنْ، فَلَمَّا رَقِیْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ: بَعُدَ مَنْ أَدْرَکَ أَبَوَیْهِ الْکِبَرَ عِنْدَہٗ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ یُدْخِلاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ: آمِیْنْ. (الترغیب و الترهیب ۲/۵٦، شعب الإیمان ۲/۲۱۵ حدیث: ۱۵۷۲)

ہم حاضر ہوگئے، پھر جب آپ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا "آمین"، جب دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا "آمین"، جب تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا "آمین"، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آج ہم نے آپ سے ایسی بات سنی جو پہلے نہیں سنی تھی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا) اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے یہ بددعا کی تھی کہ وہ شخص ہلاک ہو جسے رمضان کا مہینہ ملے پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہو، تو میں نے کہا "آمین"، پھر جب دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا وہ شخص برباد ہو جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک کیا جائے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ بھیجے، تو میں نے کہا "آمین"، پھر جب تیسرے درجہ پر چڑھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ وہ شخص بھی ہلاک ہو جو اپنی زندگی میں اپنے والدین یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کے زمانہ میں پائے اور وہ اسے جنت میں داخل نہ کرائیں تو میں نے کہا: "آمین"۔

افسوس ہے کہ آج رمضان المبارک کی قدر دانی میں بڑی کوتاہیاں پائی جارہی ہیں اور اس کا اظہار کرتے ہوئے بڑی شرم آتی ہے کہ تمام تر آسانیاں پائی جانے کے باوجود ہمارے معاشرہ میں بلا عذر روزہ خوروں کی ایک بڑی تعداد پائی جاتی ہے، رمضان کے مقدس دنوں میں گلیوں اور محلوں میں چائے کے ہوٹل کھلے نظر آتے ہیں، اور برسرِ عام ماہِ مبارک کی توہین کی جاتی ہے۔ رمضان کی مبارک راتیں عبادت میں کم، اور سیر و تفریح اور گپ شپ میں زیادہ صرف ہوتی ہیں، اور جوں جوں عید کا زمانہ قریب آتا ہے اور رمضان کا آخری عشرہ اپنی تمام تر برکتوں کے ساتھ سایہ فگن ہوتا ہے تو مسجدوں کے بجائے بازاروں کی رونق بتدریج بڑھتی چلی جاتی ہے، اور کیا مرد کیا عورتیں، کیا جوان اور کیا بوڑھے، سب رمضان کی برکتیں سمیٹنے کے بجائے عید کی تیاری میں مدہوش ہو جاتے ہیں، شہروں اور دیہاتوں میں یہی ماحول نظر آتا ہے، یہ بات بہت قابل توجہ ہے جس پر ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ہماری فلاح یقیناً اسی میں ہے کہ ہم ماہِ مبارک کو پوری طرح وصول کرنے کے لئے فکر مند ہوں اور زیادہ سے زیادہ عبادت و اطاعت کر کے اللہ کی رحمتوں کے مستحق بنیں،

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق مرحمت فرمائیں، آمین۔

چاند کا ثبوت

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرة: ١٨٥) جو شخص رمضان کا مہینہ پائے وہ روزہ رکھے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صُومُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ. (بخاری شریف ١/٢٥٦، مسلم شریف ١/٣٤٧، ترمذی شریف ١/١٤٨، ابوداؤد شرف ١/٣١٨) یعنی چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو اور چاند ہی دیکھ کر روزہ ختم کرو (عید مناؤ)۔

اب اگر یہ شرط لگادی جائے کہ ہر ہر شخص کے لئے بذاتِ خود چاند دیکھنا لازم ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ تکلیف مالایطاق کہلائے گی؛ کیوں کہ یہ ناممکن ہے کہ ہر شخص چاند دیکھ لے؛ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حدیث میں رؤیت سے مراد رؤیت کا ثبوت ہے، یعنی اگر یہ بات ثابت ہوجائے کہ چاند افق پر طلوع ہو چکا ہے تو مہینہ کی ابتداء وانتہاء کا فیصلہ کردیا جائے گا، اب اس ثبوت کی ایک شکل رؤیت ہے، دوسری شکل رؤیت کی شہادت ہے، تیسری شکل شہادت علی الشہادت ہے، چوتھی شکل شہادت علی القضاء ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ قاضی (یا جسے بھی چاند کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار ہو، مثلاً رؤیت ہلال کمیٹی، یا ذمہ دار عالم اور مفتی) کے فیصلہ پر دو گواہ گواہی دیں، اور پانچویں شکل یہ ہے کہ جس جگہ چاند دیکھا گیا ہے اور وہاں کے قاضی یا کمیٹی نے اس چاند دیکھنے کو قبول کرلیا ہے، اس قبولیت کی خبر استفاضہ کے طور پر دوسری جگہ پہنچے جہاں چاند نہیں دیکھا گیا ہے، تو یہ خبر مستفیض اسی طرح علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے جیسا کہ شہادت فائدہ دیتی ہے۔ **قوله: فلا تصوموا حتی تروه، ليس المراد تعليق الصوم بالرؤية في حق كل أحد؛ بل المراد بذٰلك رؤية بعضهم وهو من يثبت به ذٰلك إما واحد على رأي الجمهور، أو اثنان على رأي اٰخرين.** (فتح الباری ٤/١٥٤) **قوله: صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، المراد رؤية بعض المسلمين ولا يشترط رؤية كل انسانٍ بل يكفي جميع الناس رؤية عدلين، وكذا عدل على الاصح.** (شرح النووی للمسلم ١/٣٤٧، مرقاة المفاتيح ٤/٢٤، عمدة القاری ١٠/٢٨١) **وذكر الشيخ الامام شمس الائمة الحلوانيؒ: أن الصحيح من مذهب اصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فيما بين اهل إحدى البلدتين يلزمهم حكم اهل هٰذه البلدة.** (تاتارخانية زكريا ٣/٣٦٦، ومثله في الشامی زكريا ٣/٣٥٩، منجمع الانهر ١/٢٣٩ منحة الخالق على البحر الرائق كراچی ٢/٢٧٠

مسلم ممالک میں چاند کے اعلان کا اختیار حکومت کو ہے

جن ملکوں میں اقتدارِ اعلیٰ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو وہاں چاند کا اعلان وہی معتبر ہوگا جو حکومت کی طرف سے مقرر کردہ افراد یا کمیٹی کی طرف سے کیا جائے، اپنے طور پر عوام کو روزہ رکھنے یا عید منانے کا اختیار نہ ہوگا۔

والصحیح من هٰذا کله انه مفوض الی رأی الامام الخ. (شامی زکریا ۳۵٦/۳، عمدة الرعایة ۲٤٦/۱)

ہندوستان جیسے ممالک میں چاند کے اعلان کا اختیار

ہندوستان جیسے ممالک جہاں اقتدارِ اعلیٰ مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے، وہاں چاند کے اعلان کا اختیار معتمد علیہ رؤیت ہلال کمیٹیوں یا علاقہ کے بااثر ائمہ اور علماء کو ہوگا، انہی کے سامنے چاند کی شہادتیں پیش کی جائیں گی، اور انہی کے اعلان پر روزہ یا عید کا فیصلہ ہوگا، اور جس کمیٹی اور عالم کا جتنا دائرۂ اثر ہے اسی حد تک اس کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا۔ **والعالم الثقة فی بلدة لا حاکم قائم مقامه.** (عمدة الرعایة علی شرح الوقایة ۲٤٦/۱، انوار رحمت ۵۱٤، جواهر الفقه ٤۰۲/۱، جدید فقهی مسائل ۲۷/۲)

چاند کے مطالع میں اختلاف حقیقی اور قدرتی ہے

چاند کا ایک قدرتی نظام ہے، اور مہینہ کے ہر دن کے لئے اس کی منزلیں متعین ہیں، اور بلاشبہ طول البلد اور عرض البلد کے اعتبار سے ہر علاقہ میں چاند کا مطلع بھی الگ الگ ہے، اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے خود قرآنِ کریم میں اس کی صراحت فرمائی ہے:

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ. (یٰس: ۳۹)	اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں، یہاں تک کہ وہ (بڑھنے کے بعد پھر) پرانی ٹہنی کے مانند لوٹ آتا ہے۔

نیز ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْراً وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ. (یونس: ۵)	وہی ہے جس نے سورج کو چمک دار اور چاند کو روشن بنایا، اور اس نے چاند کی منزلیں متعین کیں؛ تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب پہچان سکو۔

والمنازل ثمانیة وعشرون منزلاً، ینزل القمر کل لیلة منها بمنزل ……، فاذا صار القمر فی اٰخرها عاد الی اولها، فیقطع الفلک فی ثمان وعشرین لیلة، ثم یستسرُّ ثم یطلع هلالاً فیعود فی قطع الفلک علی المنازل. (تفسیر قرطبی ۲۹/۱۵، روح المعانی ۳۳/۱۳)

اختلاف مطالع کہاں معتبر نہیں ہے؟

چاند کے مطالع میں حقیقی اختلاف تسلیم کرنے کے بعد اب سوال یہ ہے کہ یہ اختلافِ مطالع شریعت کی نظر میں معتبر ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں تمام فقہی جزئیات کو سامنے رکھ کر جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بلادِ قریبہ میں اختلافِ مطالع معتبر نہیں ہے، اور قریب کی حد یہ ہے کہ اس جگہ کی معتبر خبر کو مان لینے سے اپنے یہاں کا مہینہ ۲۹ر دن سے کم یا ۳۰ر دن سے زیادہ لازم نہ آتا ہو۔ **وفی القدوری: اذا کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف المطالع لزم حکم أهل احدی البلدتین البلدة الاخری.** (تاتارخانیة زکریا ۳/ ۳٦٥) **هٰذا اذا کانت المسافة بین البلدتین قریبة لا تختلف فیها المطالع.** (بدائع الصنائع زکریا ۲/ ۲۲٤، و مثله فی اعلاء السنن ۹/ ۱۰۲، الولوالجیة ۱/ ۲۳٦، معارفِ مدنیه ۱۰/ ۱۷۱، احسن الفتاویٰ ٤/ ٤۷٤، فتاویٰ رشیدیه ٤٥۱، امداد المفتیین ٤۸۳)

اختلافِ مطالع کہاں معتبر ہے؟

البتہ بلادِ بعیدہ میں اختلافِ مطالع کا شرعاً اعتبار ہے، اور بعیدہ کی حد یہ ہے کہ وہاں کی رؤیت تسلیم کرنے سے اپنے یہاں کا مہینہ ۲۹ر دن سے کم یا ۳۰ر دن سے زیادہ کا لازم آجاتا ہو، ایسی جگہوں کی خبریں تسلیم نہیں کی جائیں گی، اگر چہ کتنے ہی وثوق کے ساتھ کیوں نہ آئیں، اس لئے کہ شریعت کی نظر میں کوئی مہینہ نہ تو ۲۹ر دن سے کم ہوسکتا ہے اور نہ ۳۰ر دن سے زیادہ ہوسکتا ہے۔ **الاشبه ان یعتبر لان کل قوم مخاطبون بما عندهم، وانفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار.** (تبیین الحقائق زکریا ۲/ ۱٦٥) **ان عدم عبرة اختلاف المطالع انما هو فی البلاد المتقاربة لا البلاد النائیة الخ، اقول: لابد من تسلیم قول الزیلعی، والا فیلزم وقوع العید یوم السابع والعشرین، او الثامن والعشرین، او یوم الحادی والثلاثین، او الثانی والثلاثین.** (العرف الشذی علی هامش الترمذی ۱/ ۱٤۹، انوار رحمت ٥٥۱، جدید فقهی مسائل ۲/ ۳۳، امداد الفتاویٰ ۲/ ۱۰۸)

مکہ معظّمہ کی رؤیت پوری دنیا کے لئے معتبر نہیں!

مکہ معظّمہ کی رؤیت صرف انہی علاقوں تک مانی جاسکتی ہے جہاں اس رؤیت کو تسلیم کرلینے سے ان علاقوں کا مہینہ ۲۹ر دن سے کم یا ۳۰ر دن سے زیادہ کا ماننا لازم نہ آتا ہو، اور مکہ معظّمہ سے دور دراز کے وہ علاقے جہاں مکہ معظّمہ کی رؤیت تسلیم کرنے سے مہینہ میں کمی بیشی ماننی پڑتی ہو تو ان میں مکہ معظّمہ کی رؤیت

معتبر نہ ہوگی؛ لہٰذا قرآن وسنت اور فقہی جزئیات وکلیات کی روشنی میں مکہ معظّمہ کی رؤیت کو ساری دنیا کے لئے معیار قرار دینے کا نظریہ قطعاً غلط اور ناقابلِ عمل ہے، اور حدیث: ”**صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته**“. (بخاری شریف ۲۵٦/۱) کے بالکل خلاف ہے۔ **فاما اذا كانت بعيدة فلا يلزم احد البلدين حكم الأخر، لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف، فيعتبر فی اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر.** (بدائع الصنائع زکریا ۲۲٤/۲، ومثله فی التاتارخانية زكريا ۳٦۵/۳، تبيين الحقائق زكريا ۱٦٤/۲)

ان اصولی معلومات کے بعد رؤیت ہلال کے متعلق چند اہم مسائل ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

چاند کی تلاش

ماہِ شعبان کی ۲۹ر تاریخ کو سورج غروب ہونے کے وقت رمضان کا چاند تلاش کرنا ضروری ہے اگر نظر آجائے تو فبہا، ورنہ ۳۰ر کا عدد پورا کر کے روزہ رکھا جائے۔ **يجب أن يلتمس الناس الهلال فی التاسع والعشرين من شعبان وقت الغروب فإن رأوه صاموه وإن غم أكملوه ثلاثين يوماً.** (عالمگيريه ۱۹۷/۱، ومثله فی فتح القدير ۳۱٦/۲، مجمع الانهر ۲۳۸/۱، مراقی الفلاح ۳۵٤، البحر الرائق ۲٦۳/۲-۲٦٤، تبيين الحقائق زكريا ۱۵۵/۲، تاتارخانية زكريا ۳۵۸/۳)

ماہرینِ فلکیات کا قول معتبر نہیں

چاند کے بارے میں ماہرینِ فلکیات اور سائنسدانوں کا حساب شرعاً معتبر نہیں ہے؛ یعنی چاند دیکھے بغیر محض ان لوگوں کے قول پر مہینہ شروع یا ختم ہونے کا اعلان نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ چاند کی رؤیت یا اس کا ثبوت بہرحال لازم ہوگا۔ **(قوله ولا عبرة بقول المؤقتين) أی فی وجوب الصوم على الناس الخ.** (شامی زكريا ۳۵٤/۳، ومثله فی عالمگيری ۱۹۷/۱، مراقی الفلاح ۳۵۸)

دوربین سے چاند دیکھنا

دوربین اور خوردبین سے بھی چاند دیکھنا شرعاً معتبر ہے۔ (کیوں کہ یہ آلات صرف دیکھنے میں سہولت پیدا کرتے ہیں، معدوم کو موجود نہیں کر سکتے) (تفصیل دیکھئے، امداد الفتاوی ۲/ ۱۰۹-۱۱۰، انوار رحمت ۵۲۷)

ہیلی کاپٹر سے چاند دیکھنا

اگر ہیلی کاپٹر (جو کم اونچائی کی پرواز کرتا ہے) سے افق پر جا کر چاند دیکھا جائے اور وہ چاند زمین سے دیکھنے والوں کو نظر نہ آئے تو شرعاً اس چاند دیکھنے کا اعتبار رہے اور اس رؤیت پر شرعی ثبوت کے بعد چاند کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے، اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بلند مقامات پر چاند دیکھنے والے لوگ کسی میدانی جگہ پر واقع بستی میں آکر خبر دیں تو ان کی خبر قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح ہیلی کاپٹر میں چاند دیکھنے والوں کی خبر بھی قبول کی جائے گی کیوں کہ ہیلی کاپٹر اتنے اوپر پرواز نہیں کرتا کہ مطلع بدل جائے۔ **وقد یریٰ الهلال من أعلی الأماکن ما لایریٰ من الأسفل فلا یکون تفرده بالرؤیة علی خلاف الظاهر بل علی موافقة الظاهر.** (شامی زکریا ۳۵۷/۳، مجمع الانهر ۲۳۷/۱، هدایة ۲۱۶/۱، خانیة ۱۹۶/۱، تاتارخانیة ۳۵۹/۳، هندیة ۱۹۸/۱، نیز دیکھئے: انوارِ رحمت ۵۲۳-۵۲۶، امداد المفتیین ۴۸۱-۴۸۳)

ہوائی جہاز سے چاند دیکھنا

ہوائی جہاز سے جو چاند دیکھا جائے اور وہ زمین پر نظر نہ آئے تو اس بارے میں قدرے تفصیل ہے، اگر ہوائی جہاز سے نیچے پرواز کر کے وہیں سے چاند دیکھ لیا گیا تو اس کا شرعاً اعتبار ہے جیسا کہ ہیلی کاپٹر سے چاند دیکھنے میں ہوتا ہے۔ اور اگر ہوائی جہاز سے اتنی بلندی پر جا کر چاند دیکھا کہ وہاں مطلع بدل جاتا ہے اور اس خبر کو مان لینے سے مہینہ ۲۸/دن کا ہونا لازم آجائے تو ہوائی جہاز سے دیکھے ہوئے چاند کا اعتبار نہ ہوگا۔ (دیکھئے انوار رحمت ۵۲۳، امداد المفتیین ۴۸۲)

مطلع صاف ہونے کی صورت میں چاند کے ثبوت کی شرط

اگر مطلع بالکل صاف ہو تو اس وقت تک رمضان یا عیدین کے چاند کا ثبوت نہ ہوگا جب تک کہ ایک بڑی معتد بہ جماعت چاند نہ دیکھ لے، یا اطراف سے متواتر ناقابلِ انکار خبریں استفاضہ کے طور پر نہ آجائیں؛ لہٰذا ایسی صورت میں اگر دو ایک آدمی گواہی دیں تو ان کی گواہی معتبر نہ ہوگی۔

وإذا لم تكن بالسماء علة لم تقبل الشهادة حتى يراه جمعٌ كثيرٌ يقع العلم بخبرهم. (هدايه ۱/۱۹۵، ومثله فی المجمع الانهر ۱/۲۳۶، البحر الرائق ۲/۲٦۸، تبيين الحقائق زكريا ۲/۱٦۳، تاتارخانية زكريا ۳/۳۵۹، در مختار مع الشامی زكريا ۳/۳۵۵-۳۵٦)

مطلع صاف ہونے کی صورت میں دوسرے شہر کی خبر کا اعتبار

بلا دِقر یبہ میں اختلافِ مطالع معتبر نہ ہونے کے مفتیٰ بہ قول سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی شہر میں مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند دکھائی نہ دے، مگر دوسرے قریبی شہر سے چاند کا ثبوت شرعی طور پر ہوجائے تو اس ثبوت کا اعتبار کیا جائے گا۔ **وإنما الخلاف فی اعتبار اختلاف المطالع بمعنى أنه هل يجب على كل قوم اعتبار مطلعهم و لا يلزم أحداً العمل بمطلع غيره أم لا يعتبر اختلافها بل يجب العمل بالأسبق روية حتى لو رأى فی المشرق ليلة الجمعة وفی المغرب ليلة السبت وجب على أهل المغرب العمل بما راٰه أهل المشرق فقيل بالأول واعتمده الزيلعی وصاحب الفيض وهو الصحيح عند الشافعية .... وظاهر الرواية الثانی وهو المعتمد عندنا وعند المالكية والحنابلة.** (شامی زكريا ۳/۳٦٤) **وكذا المستفاد من العبارة الآتية. ولا يصام يوم الشک هو يوم الثلاثين من شعبان وإن لم يكن علة أی على القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤية فی بلدة أخرىٰ.** (در مختار) **أی فيلزم البلدة التی لم ير فيها الهلال.** (شامی زكريا ۳/۳٤٦، ومثله فی التاتارخانية زكريا ۳/۳٦۵، خانية ۱/۱۹۸، مجمع الانهر ۱/۲۳۹)

مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں رمضان کے چاند کا ثبوت

اگر مطلع ابر آلود یا غبار آمیز ہو تو رمضان کے چاند کے ثبوت کے لئے ایک شخص کی خبر کافی ہے جس میں گواہی کے الفاظ کو کہنا ضروری نہیں۔ **وإذا كان بالسماء علة تمنع الرؤية قبل الحاكم فی هلال رمضان خبر عدل او مستور فی الاصح.** (مجمع الانهر ۱/۳٤۸، هدايه ۱/۱۹۵تا ۱۹٦)

عیدین کے چاند کے ثبوت کے شرائط

جب رؤیت عام نہ ہوتو عیدین (اور دیگر مہینوں) کے چاند کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ درج ذیل چار ذرائع میں سے کوئی ذریعہ پایا جائے:

(۱) **شهادة على الرؤية**: یعنی چاند دیکھنے والے دو عادل شخص خود قاضی یا کمیٹی کے روبرو چاند دیکھنے کی گواہی دیں۔

(۲) **شهادة على شهادة الرؤية**: یعنی چاند دیکھنے والے خود تو حاضر نہ ہوں، لیکن ان میں سے ہر ایک کی گواہی پر دو دو عادل شخص گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں فلاں شخص نے چاند کی گواہی دی ہے۔

(۳) **شهادة على القضاء**: یعنی کسی جگہ قاضی یا کمیٹی شرعی ثبوت پر چاند کا فیصلہ کردے پھر اپنے فیصلہ کو دو گواہوں کے سامنے مہر بند کرکے دوسرے شہر کی کمیٹی یا قاضی کو بھیجے۔

(٤) **استفاضه**: یعنی کسی جگہ سے چاند کی خبر یا قاضی کے فیصلہ کے بعد اس کی خبر دوسرے شہر تک اس تواتر سے پہنچے کہ اس سے چاند کے ثبوت کا علم یقینی ہوجائے۔

ان میں سے اگر ایک ذریعہ بھی متحقق ہوجائے تو عید کے چاند کا ثبوت ہوجائے گا۔

ولا يجزئ في هلال ذى الحجة والفطر الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين. (تاتارخانية زكريا ٣/ ٣٦٠) **(قولهٗ بطريق موجب) كان يتحمل إثنان الشهادة أو يشهدا على حكم القاضى أو يستفيض الخبر.** (شامى زكريا ٣/ ٣٦٤، طحطاوى ٣٥٩) **قال شمس الأئمة الحلوانى الصحيح من مذهب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فيما بين أهل البلدة الأخرىٰ يلزمهم حكم هٰذه البلدة.** (شامى زكريا ٣/ ٣٥٩) **وفى مجموع النوازل: شاهدان شهدا عند قاضى مصر لم ير اهله الهلال على ان قاضى مصر كذا شهد عنده شاهدان برؤية الهلال وقضى به ووجد شرائط صحة الدعوى قضى بشهادتهما حكاه عن شيخ الاسلام.** (تاتارخانية زكريا ٣/ ٣٦٦، منحة الخالق ٢/ ٢٧٠)

نوٹ: یہی حکم رمضان المبارک کے علاوہ سال کے دیگر مہینوں کا بھی ہے۔

جس جگہ ہمیشہ مطلع ابر آلود رہتا ہو وہاں کیا کریں؟

جس ملک یا شہر میں ہمیشہ مطلع ابر آلود رہتا ہو اور تلاش وجستجو کے باوجود چاند نظر آنے کی کوئی شکل نہ ہو (مثلاً لندن اور بعض دیگر یوروپی علاقے) تو وہاں قریبی ملک سے آئی ہوئی چاند کی معتبر شہادت یا خبر مستفیض پر عمل کیا جائے گا، پس ایسے علاقوں کے علماء پر لازم ہے کہ وہ اتفاقِ رائے سے اقرب ترین ملک سے رابطہ کر کے رمضان یا عید کا اعلان کیا کریں۔ **قال شمس الأئمة الحلواني: الصحيح من مذهب أصحابنا إن الخبر إذا استفاض وتحقق فيما بين أهل البلدة الأخرىٰ يلزمهم حكم هٰذه البلدة.** (شامی زکریا ۳/۳۵۹، ومثله فی التاتارخانية زکریا ۳/۳٦٦، مجمع الانهر ۱/۲۳۹، منحة الخالق ۲/۲۷۰)

کیا استفاضہ کے لئے مختلف شہروں سے خبر آنا ضروری ہے؟

استفاضہ کے لئے متعدد شہروں سے الگ الگ خبریں آنا لازم نہیں ہے، بلکہ اگر کسی ایک جگہ سے بھی بطریقِ استفاضہ ثبوت کی خبر آجائے تو اس کا اعتبار ہوگا۔ **قال شمس الأئمة الحلواني: الصحيح من مذهب أصحابنا إن الخبر إذا استفاض وتحقق فيما بين أهل البلدة الأخرىٰ يلزمهم حكم هٰذه البلدة.** (شامی زکریا ۳/۳۵۹، ومثله فی التاتارخانية زکریا ۳/۳٦٦، مجمع الانهر ۱/۲۳۹، منحة الخالق ۲/۲۷۰)

خبر مستفیض کی اہمیت

بعض حضرات خبر مستفیض کو چاند کے ثبوت میں کما حقہ اہمیت نہیں دیتے، حالاں کہ تمام فقہاء کرام نے خبر مستفیض کو علم یقینی کا موجب مان کر معتبر اور ملزم قرار دیا ہے۔ اور واضح رہنا چاہئے کہ شریعت میں چاند کے ثبوت کے لئے تو شہادت وغیرہ کی سخت شرطیں لگائی گئی ہیں؛ لیکن جب چاند کا ثبوت ہو چکا ہو تو اس کی خبر دوسروں تک پہنچانے کے لئے شہادت یا کلماتِ شہادت کی کوئی شرط نہیں، حتی کہ گولے داغنے یا مسجد کے میناروں کی لائٹ جلنے کو بھی عمل کرنے کے لئے معتبر قرار دیا

گیا ہے۔ **والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع او روية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن، وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به.** (شامی زکریا ۳/ ۳۵٤ وغیرہ)

ضـــروری نوٹ: آج ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اسلامی نظام حکومت نافذ نہیں ہے، رمضان اور عیدین میں انتشار کی وجہ یہی بنتی ہے کہ ایک طبقہ خبر مستفیض کو نہ ماننے پر اڑا رہتا ہے، اور ہر چہار جانب سے چاند کے فیصلہ کی متواتر خبریں مسلسل آنے کے باوجود اپنے یہاں چاند کا اعلان اس وقت تک نہیں کرتا جب تک شخصی شہادت نہ آ جائے، حالاں کہ خبر مستفیض میں شخصی شہادت کی قطعاً ضرورت نہیں، یہی ضد سخت اختلاف وانتشار کا سبب بن جاتی ہے، اس لئے ایسے سب حضرات کو موجودہ دور میں استفاضہ کی جزئیات کو پیش نظر رکھ کر صحیح اور جلد فیصلہ کرنے کی راہ اپنانی چاہئے، اور چاند کے اعلان میں نفسانیت، انانیت اور خودغرضی کو شامل نہیں کرنا چاہئے۔ (مرتب)

چاند دیکھنے والے کی گواہی رد ہو جائے تو وہ کیا کرے؟

جس شخص نے رمضان کا چاند دیکھا، لیکن کسی وجہ سے اس کی گواہی رد کر دی گئی اور عام لوگوں نے روزہ رکھنا شروع نہیں کیا تو چاند دیکھنے والے پر روزہ رکھنا ضروری ہے، اگر اس وقت روزہ نہ رکھا تو بعد میں قضا لازم ہوگی؛ لیکن اگر یہی صورت عید کے چاند میں پیش آئے تو احتیاطاً وہ روزہ نہیں چھوڑے گا، خواہ اس کے روزے اکتیس ہو جائیں۔ **ومن رأى هلال رمضان وحده صام وان لم يقبل الامام شهادته.** (هدایه ۱/ ۲۱۵) **ومن رأى هلال الفطر وحده لم يفطر احتياطاً.** (هداية ۱/ ۲۱٦، خانية ۱/ ۱۹۷، تبیین الحقائق زکریا ۲/ ۱٦۰، مجمع الانهر ۱/ ۲۳۸، مراقی الفلاح ۳۵۷، عالمگیریه ۱/ ۱۹۷)

پاکستان اور بنگلہ دیش کی خبروں کا حکم

اگر بنگلہ دیش یا پاکستان سے رؤیت کی خبریں تواتر کے ساتھ آئیں تو ہندوستان کی رؤیتِ ہلال کمیٹیوں کو شرحِ صدر ہونے پر رؤیت کا اعلان کرنا درست ہے (لیکن جب تک رؤیتِ ہلال

کمیٹی اعلان نہ کرے عوام کو اپنی مرضی سے چاند کے فیصلہ کا حق حاصل نہیں) **قال شمس الأئمة الحلوانی: الصحيح من مذهب أصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فيما بين اهل البلدة الاخرى يلزمهم حكم هٰذه البلدة.** (شامی زکریا ۳۵۹/۳، تاتارخانية زکریا ۳۶۶/۳، منحة الخالق کوئٹه ۲۷۰/۲، مجمع الانہر ۲۳۹/۱)

ریڈیو اور ٹی وی کا اعلان

اگر شرعی رؤیتِ ہلال کمیٹی یا مسلم حاکم کی طرف سے ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر شرعی ضابطہ کے مطابق چاند کا اعلان ہو اور اس کی سچائی کا گمان غالب ہو جائے تو ایسے اعلان کا شرعاً اعتبار ہے۔ **والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع او روية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به.** (شامی زکریا ۳۵۴/۳، جواهر الفقه ۴۰۱/۱، فتاویٰ محمودیه میرٹھ ۹۳/۱۱، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۸۳/۱۰، احسن الفتاویٰ ۴۰۷/۴-۴۱۲، امداد المفتیین ۴۸۴/۲)

تار، ٹیلی فون اور فیکس کی خبریں

اگر اپنے یہاں چاند نہ دیکھا جا سکے اور دوسری جگہ سے تار، ٹیلی فون یا فیکس وغیرہ کے ذریعہ چاند کے ثبوت کی متواتر خبریں اس طرح آئیں کہ ان پر یقین ہو جائے تو ایسی خبروں کا اعتبار کیا جائے گا۔ **إن هٰذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها أن أهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لأن البلدة لا تخلو عن حاكم شرعي عادة فلابد من أن يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعي فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور وهي أقوى من الشهادة بأن أهل تلك البلدة رأوا الهلال وصاموا لأنها لا تفيد اليقين فلذا لم تقبل إلا إذا كانت على الحكم أو على شهادة غيرهم لتكون شهادة معتبرة وإلا فهي مجرد أخبار بخلاف الاستفاضة فإنها تفيد اليقين الخ.** (شامی زکریا ۳۵۹/۳، منحة الخالق ۲۷۰/۲)

چاند کے بارے میں ٹیلی فون کی خبروں کا حکم

چاند کے متعلق اگر باہر سے ٹیلی فون سے خبریں آتی ہیں، تو یہ دیکھا جائے گا کہ خبر دینے والا کن الفاظ میں خبر دے رہا ہے، اگر صرف یہ خبر دی کہ یہاں چاند ہو گیا ہے، یا یہاں بہت سے لوگوں نے چاند دیکھ لیا ہے، تو محض ان خبروں کا کوئی اعتبار نہیں، چاہے کتنی ہی خبریں کیوں نہ ہوں، اور اگر خبر دینے والے نے اس طرح خبر دی کہ خود میں نے چاند دیکھا ہے، یا چاند دیکھنے والے فلاں شخص نے خود مجھ سے بیان کیا ہے، یا یہ کہ یہاں کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی یا ذمہ دار اور مفتی نے چاند کی گواہی قبول کر لی ہے، تو ایسی صورت میں اگر اس طرح کے مضمون کے ٹیلی فون اتنی زیادہ تعداد میں آئیں کہ ان سے سچائی کا گمان غالب ہوتا ہو تو ایسی ٹیلی فون کی خبروں کا شرعاً اعتبار کیا جائے گا، اور ان کی روشنی میں کسی دوسرے شہر میں چاند کے ثبوت کا اعلان کرنا قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی وغیرہ کے لئے جائز ہوگا۔ (مستفاد: بوادر النوادر، از: حضرت تھانویؒ ۲۱۵-۲۱۶)

لو شهد جماعة ان اهل بلد كذا رأوا هلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا وهٰذا اليوم ثلاثون بحسابهم، ولم ير هؤلاء الهلال لا يباح لهم فطر غد، ولا تترك التراويح هٰذه الليلة، لان هٰذه الجماعة لم يشهدوا بالرؤية، ولا على شهادة غيرهم، وانما حكوا رؤية غيرهم، ولو شهدوا ان قاضى بلد كذا شهد عنده اثنان برؤية الهلال فى ليلة كذا، وقضىٰ بشهادتهما جاز لهٰذا القاضى ان يحكم بشهادتهما، لان قضاء القاضى حجة وقد شهدوا به. (فتح القدير بيروت ٣١٤/٢، ومثله فى الهندية ١٩٩/١، خانية ١٩٨/١، مجمع الانهر ٢٣٩/١، البحر الرائق كراچى ٢٧٠/٢، تاتارخانية زكريا ٣٦٦/٣)

اخبارات کا اعلان

متعدد اخبارات میں اگر ذمہ دار حضرات کی طرف سے شرعی فیصلہ کا اعلان آجائے اور سچائی کا گمان غالب ہو تو اس اعلان پر عمل جائز ہے۔ (کفایۃ المفتی ۲۰۹/۴)

ضروری تنبیہ: شرعی طور پر یہ ضروری نہیں ہے کہ پورے ملک میں ایک ہی دن

سے رمضان شروع ہو یا ایک ہی دن عید ہو بلکہ مہینہ کی ابتداء وانتہاء کا مدار چاند دیکھنے اور اس کی گواہی دینے کے شرعی ضابطوں پر ہے، لہٰذا اس معاملہ میں احتیاط سے کام لینا چاہئے اور بے جا تبصرہ بازی اور علماء پر تہمت طرازی سے احتراز کرنا چاہئے۔ **قال النبی ﷺ صوموا لرؤیتہٖ وأفطروا لرؤیتہٖ.** (مشکوٰۃ شریف ۱۷٤/۱)

جنوبی ہند کی رؤیت پر شمالی ہند میں عمل کیا جائے گا یا نہیں؟

ہندوستان جیسے ملک میں چوں کہ رؤیت ہلال کمیٹیوں کا مستحکم اور مربوط نظام نہیں ہے؛ بلکہ ہر صوبہ کی الگ الگ بااثر کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں؛ لہٰذا جنوبی ہند سے رؤیت کی تصدیق پر شمالی ہند والوں کے لئے اس وقت تک عمل جائز نہ ہوگا جب تک کہ شمالی ہند کی معتبر کمیٹیاں جنوبی ہند کی رؤیت تسلیم نہ کرلیں، اور یہی حکم اس کے برعکس صورت میں بھی ہوگا۔ **مستفاد: وفی التجنیس عن محمدؒ ان امر القلة والکثرة مفوض الی رأی الامام وھو الصحیح وفی البرھان فی الاصح.** (مراقی الفلاح ۹٥٥، شامی زکریا ۳٥٦/۳)

جنوبی ہند کی رؤیت کو صرف مقامی عالم تسلیم کریں؟

اگر مثلاً جنوبی ہند کی خبر پر شمالی ہند کا کوئی مقامی عالم اپنے طور پر رؤیت کا اعلان کردے اور اس علاقہ کی بااثر کمیٹیاں اس رؤیت کو تسلیم نہ کریں تو مقامی عالم کا فیصلہ صرف اس کے زیر اثر لوگوں پر ہی نافذ ہوگا، دیگر لوگوں پر اس فیصلہ کا نفاذ نہ ہوگا۔ **والعالم الثقة فی بلدة لا حاکم قائم مقامه.** (عمدة الرعایة ۲٤٦/۱)

۲۹؍ شعبان کو ہندوستان سے روانہ ہوکر نصف النہار سے قبل سعودیہ پہنچ گیا؟

اگر کوئی شخص ہندوستان سے ۲۹؍ شعبان کو روانہ ہوکر نصف النہار شرعی (ضحوۂ کبریٰ) سے قبل سعودیہ پہنچا جب کہ وہاں رمضان المبارک شروع ہوچکا تھا اور لوگ روزے سے تھے، تو اگر اس شخص

نے صبح صادق کے بعد سے کوئی روزہ کے خلاف عمل نہ کیا ہوتو روزہ کی نیت کرنا اس پر ضروری ہوگا، اور اس کا رمضان کا روزہ معتبر ہوجائے گا۔ (یہ ایسا ہی ہے جیسے رمضان کے چاند کے ثبوت کی اطلاع دن نکلنے کے بعد ملے تو جن لوگوں نے صبح صادق کے بعد سے کچھ کھایا پیا نہ ہوتو ان پر روزہ کی نیت ضروری ہوتی ہے) **مستفاد: فان ظهر رمضانيته فعنه، قال الشامي: اى فيقع عن رمضان لوجود اصل النية وهو كاف فى رمضان لعدم لزوم التعيين فيه.** (درمختار و شامی زکریا ۳/۳۵۰)

۲۹ ؍شعبان کو ہندوستان سے روانہ ہوکر زوال کے بعد سعودیہ پہنچا

اگر کوئی شخص ۲۹ ؍شعبان کو ہندوستان سے روانہ ہوکر زوال کے بعد سعودیہ پہنچا تو اگر اس نے صبح ہی سے روزے کی نیت کر رکھی ہے تو اس کا روزہ معتبر ہوجائے گا اور اگر نصف النہار سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کی ہے تو اس کے بعد نیت کرنے سے روزہ درست نہ ہوگا۔ **فيصح اداء صوم رمضان والنذر المعين والنفل بنية من الليل ...... الى الضحوة الكبرىٰ لا بعدها.** (درمختار زکریا ۳/۳۳۸، هندية ۱/۱۹۵)

۲۹ ؍رمضان کو ہندوستان سے چلا جب کہ سعودیہ میں عید تھی؟

اگر کوئی شخص ۲۹ ؍رمضان المبارک کو ہندوستان سے روزہ رکھ کر چلا جب کہ سعودیہ میں عید تھی تو یہ شخص وہاں جاکر روزہ توڑ دے گا (اب اگر اس کے روزے ۲۹ ؍سے کم ہوئے ہوں تو بعد میں ایک روزہ کی قضا کرے گا) **ولزم نفل شرع فيه قصداً......، إلا فى العيدين وأيام التشريق فلا يلزم لصيرورته صائماً بنفس الشروع فيصير مرتكباً للنهى (درمختار) وفى الشامي: فلا تجب صيانته بل يجب ابطاله ووجوب القضاء يبتنى على وجوب الصيانة فلم يجب قضاءً كما لم يجب أداءً.** (شامی بیروت ۳/۳۶۷)

رمضان میں ہندوستان سے سعودیہ جانے والے کے روزوں کا حکم

اگر کوئی شخص رمضان شروع ہونے کے بعد ہندوستان سے مثلاً سعودی عرب چلا جائے اور

وہاں اس کے ۲۸/روزے ہونے کے بعد ہی عید کا چاند نظر آ جائے تو وہ عید میں شریک ہوگا اور عید کے بعد ایک روزہ قضا کرے گا، احتیاط کا تقاضا یہی ہے؛ کیوں کہ کسی بھی صورت میں شرعاً مہینہ ۲۹/دن سے کم نہیں ہوتا۔ **قال رسول اللہ ﷺ الشهر هٰكذا وهٰكذا وهٰكذا وعقد إبهامه في الثالثة.** (مظاهر حق ۱۵۷/۲)

وكذا تستفاد من عبارة الهندية: وإذا صام أهل مصر شهر رمضان على غير رؤية ثمانية وعشرين يوماً ثم رأوا هلال شوال إن عدوا شعبان برؤيته ثلاثين يوماً ولم يروا هلال رمضان قضوا يوماً واحداً. (عالمگیری ۱۹۹/۱، خانية ۱۹۷/۱-۱۹۸، تاتارخانية ۳۶٤/۳، مجمع الانهر ۲۳۸/۱، البحر الرائق ۲٦۷/۲، فتح القدير ۳۲٤/۲)

سعودیہ سے روزہ رکھ کر چلا مگر ہندوستان میں رمضان شروع نہیں ہوا؟

اگر کسی شخص نے سعودیہ میں رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھا اور اسی دن دوپہر تک ہندوستان پہنچ گیا، جب کہ یہاں اس دن شعبان کی ۲۹/تاریخ تھی تو اس کا رمضان کا روزہ معتبر ہوگا، (لیکن وہ اس وقت تک روزہ رکھنا نہیں چھوڑے گا جب تک کہ ہندوستان میں عید کا اعلان نہ ہو، خواہ اس کے روزے ۳۰ سے زیادہ کیوں نہ ہو جائیں) **ومن رأى هلال رمضان وحده صام وان لم يقبل الامام شهادته.** (هداية ۲۱٥/۱) **لو صام رائي هلال رمضان واكمل العدة لم يفطر الا مع الامام لقوله عليه السلام: صومكم يوم تصومون وفطركم يوم تفطرون.** (شامی زکریا ۳٥۱/۳)

چاندرات میں سعودیہ سے چل کر صبح صادق سے قبل ہندوستان پہنچ گیا

اگر کوئی شخص سعودیہ میں عید کا اعلان سن کر رات کی فلائٹ سے روانہ ہوا اور صبح صادق سے قبل ہندوستان پہنچ گیا جب کہ یہاں رمضان باقی تھا تو ایسے شخص پر ہندوستان آ کر روزہ رکھنا لازم ہے (یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص خود عید کا چاند دیکھے مگر اس کی گواہی رویت ہلال کمیٹی رد کر دے تو

اس چاند دیکھنے والے پر بھی عام لوگوں کی طرح روزہ رکھنا لازم ہوتا ہے، یہی صورت سعودیہ سے چاند کا اعلان سن کر ہندوستان آنے والے کی ہے) **مستفاد: قال الشامی: تنبیه: لو صام رائ هلال رمضان واکمل العدة لم یفطر الا مع الامام لقوله علیه الصلاة والسلام: ''صومکم یوم تصومون وفطرکم یوم تفطرون". رواه الترمذی وغیره. والناس لم یفطروا فی مثل هٰذا الیوم فوجب ان لا یفطر......، قال فی التحفة: یجب علیه الصوم، وفی المبسوط: علیه صوم ذٰلک الیوم وهو ظاهر استدلالهم فی هلال رمضان بقوله تعالیٰ: ﴿فمن شهد منکم الشهر فلیصمه﴾ وفی العید بالاحتیاط، نهر. وما فی البدائع مخالف لما فی اکثر المعتبرات من التصریح بالوجوب، نوح. قلت: والظاهر ان المراد بالوجود المصطلح لا الفرض لان کونه من رمضان لیس قطعیاً ولذا ساغ القول بندب صومه وسقطت الکفارة بفطره ولو کان قطعیاً للزم الناس صومه، علی ان الحسن وابن سیرین وعطاء قالوا: لا یصوم الا مع الامام کما نقله فی البحر، فافهم.** (شامی زکریا ۳/ ۳۵۱)

چاندرات میں صبح صادق سے قبل سعودی عرب سے روانہ ہوگیا

چاندرات میں عید کے اعلان کے بعد سعودیہ سے روانہ ہوا اور دورانِ پرواز اس کا جہاز صبح صادق سے قبل ایسے علاقے میں پہنچ گیا جہاں عید کا اعلان نہیں تھا (مثلاً رات کے شروع میں جہاز روانہ ہوا اور صبح صادق سے قبل پاکستان کی فضاء میں پہنچ گیا یا سردیوں کی رات میں ۲/ بجے جدہ سے جہاز روانہ ہوا اور ۶/ بجے کراچی کی فضا میں پہنچ گیا جہاں رمضان باقی تھا) تو ایسے شخص پر روزہ لازم ہوگا (اور مسافر کے لئے سفر کی رخصت کی بنا پر گو کہ روزہ چھوڑنا جائز ہے؛ لیکن بعد میں اس کی قضا کرنی ہوگی) **مستفاد: تنبیه: لو صام رائ هلال رمضان واکمل العدة لم یفطر الا مع الامام، لقوله علیه الصلاة والسلام: ''صومکم یوم تصومون وفطرکم یوم**

تفطرون''. (رواہ الترمذی وغیرہ) **والناس لم يفطروا فی مثل هذا اليوم فوجب ان لا يفطر.** (شامی زکریا ۳/ ۳۵۱)

عید کے دن سعودیہ سے چل کر نصف النہار سے قبل ہندوستان پہنچا

جو شخص عید کے دن صبح صادق کے بعد سعودیہ سے روانہ ہو تو اس کے لئے سعودیہ میں رہتے ہوئے روزہ کی نیت کرنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ وہاں وہ عید کا دن ہے اور عید کے دن روزہ ممنوع ہے؛ البتہ اگر وہ نصف النہار شرعی سے قبل ہندوستان (یا ایسا علاقہ جہاں عید نہ ہو) پہنچ جائے اور اس نے روزہ کے خلاف کوئی عمل نہ کیا ہو تو اس پر روزہ کی نیت کرنا درست ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں کوئی صریح جزئیہ احقر کو نہیں ملا، اور فقہی عبارتوں کے مطالعہ سے دو طرح کی باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(۱) بعض فقہی جزئیات میں رمضان کے روزہ کا سببِ وجوب ہر دن کے اس حصہ کو قرار دیا گیا ہے جس میں روزہ رکھنا ممکن ہو سکے یعنی صبح صادق سے ضحوۂ کبریٰ کا درمیانی وقت، تو اس اعتبار سے اگر مذکورہ شخص ضحوۂ کبریٰ سے قبل ایسے علاقہ میں پہنچ جائے جہاں نیت کرنا ممکن ہو تو اس کے لئے روزہ رکھنا درست ہوگا یعنی عید کے دن روزہ رکھنے والا نہیں کہلائے گا؛ بلکہ رمضان میں روزہ رکھنے والا کہلائے گا۔

عبارت یہ ہے: **وسبب صوم رمضان شهود جزء من الشهر (تنوير الابصار) واختار فخر الاسلام وغيره انه الجزء الذی يمكن انشاء الصوم فيه من كل يوم (درمختار) وتحته فی الشامية: وهو ما كان من طلوع الفجر الصادق الی قبيل الضحوة الكبریٰ، اما الليل والضحوة وما بعدها فلا يمكن انشاء الصوم فيهما.** (شامی زکریا ۳/ ۳۳۲)

لیکن بعض دیگر فقہاء نے اس بحث سے علی الاطلاق اتفاق نہیں کیا؛ بلکہ ہر دن کے جزءِ اول کو سبب قرار دیا ہے، اور اسی کو حق کہا ہے۔ **فذهب القاضی الامام ابوزيد فخر الاسلام وصدر الاسلام ابو اليسر الی انه الجزء الاول الذی لا يتجزء فی كل يوم كذا فی الكشف الكبير، قال فی غاية البيان وهو الحق عندی وصححه الامام الهندی، كذا فی النهر الفائق.** (عالمگیریۃ ۱۹٤)

(۲) فقہی کتابوں میں ایک بحث یہ ہے کہ اگر کوئی بچہ نصف النہار شرعی سے قبل بالغ ہوجائے تو اس دن کا روزہ اس پر فرض ہوگا یا نہیں؟ تو اس بارے میں فقہاء کی عبارات واضح ہیں کہ اس پر اس دن کا روزہ فرض نہ ہوگا اور اگر وہ نیت بھی کرلے پھر بھی وہ روزہ اس کے لئے فرض شمار نہ ہوگا۔ اس جزئیہ کے اعتبار سے ہماری زیر بحث مسئلہ میں نصف النہار سے قبل سعودیہ سے ہندوستان پہنچنے والوں کو روزہ کی نیت کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، اور اگر اس کے ۲۹ر روزے پورے ہوچکے ہوں تو انہیں مزید کسی روزے کی قضا کا حکم بھی نہ ہوگا۔ عبارت درج ذیل ہے: **وکذا اذا بلغ فی یوم من رمضان قبل الزوال لا یجزیه صوم ذلک الیوم وان نوی ولیس علیه قضاؤه اذ لم یجب علیه فی اول الیوم لعدم اهلیة الوجوب فیه، والصوم لا یتجزأ وجوباً وجوازاً، لما فیه من الحرج علی ما ذکرنا. وروی عن ابی یوسف فی الصبی یبلغ قبل الزوال او اسلم الکافر ان علیهما القضاء، ووجهه انهما ادرکا وقت النیة فصار کانهما ادرکا من اللیل، والصحیح جواب ظاهر الروایة لما ذکرنا ان الصوم لا یتجزأ وجوباً فاذا لم یجب علیهما البعض لم یجب الباقی.** (بدائع الصنائع ۲/۲۳۳)

نوٹ: بعض حضرات مفتیانِ کرام کا رجحان اس مسئلہ میں اول الذکر جزئیات کی طرف ہے، اسی بنا پر وہ نصف النہار سے قبل روزہ کی نیت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ احقر کی نظر میں قبل الزوال بالغ ہونے والا مسئلہ زیر بحث مسئلہ کے لئے قریبی نظیر کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی کے مطابق فتویٰ ہونا چاہئے کہ انہیں روزہ کا حکم نہ دیا جائے؛ لیکن اگر وہ غروب سے قبل اپنے وطن پہنچ جائیں تو روزہ داروں کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے منافی روزہ اعمال سے بچنا ان پر لازم ہوگا، دورانِ سفر اس کا لزوم نہیں ہے۔ **وأجمعوا علی أنه لا یجب التشبه بالصائم علی الحائض والنفساء والمریض والمسافر.** (عالمگیری ۱/۲۱۵) **واللہ اعلم۔**

عید کے دن سعودیہ سے چل کر زوال کے بعد ہندوستان پہنچا

اگر کوئی شخص عید کے دن صبح صادق کے بعد سعودیہ سے روانہ ہوا اور زوال کے بعد

ہندوستان پہنچا (اور اس دوران اس نے نہ تو روزہ کی نیت کی اور نہ ہی کوئی منافی روزہ عمل کیا) تو اب اس کے لئے روزہ کی نیت کرنا معتبر نہ ہوگا؛ کیوں کہ بالاتفاق نیت کاوقت نکل چکا ہے) **امـــا الليل والضحوة وما بعدها فلا يمكن انشاء الصوم فيهما.** (شامی زکریا ۳۳۲/۳)

رمضان میں سعودیہ سے ہندوستان آنے والا شخص روزہ کب تک رکھے؟

کوئی شخص رمضان کے دوران سعودی عرب سے ہندوستان آکر مقیم ہوجائے اور یہاں اس کے ۳۰/روزے پورے ہوجائیں تو وہ اس وقت تک روزہ رکھنا نہ چھوڑے گا جب تک کہ ہندوستان میں عید کا چاند نظر نہ آجائے چاہے اسے ۳۱یا ۳۲/روزے رکھنے پڑیں۔ **کـذا تستـفاد من العبارة الأتية:**

تنبيه : لـو صـام رائـی هلال رمضان وأكمل العدة لم يفطر إلا مع الإمام لقوله عـليـه السلام صومكم يوم تصومون وفطركم يوم تفطرون. (رواه الترمذی ۱۵۰/۱، ابوداؤد شریف ۳۱۸/۱، ابن ماجة ۱۲۰، وغیره) **والـنـاس لـم يفطروا فی مثل هذا اليوم فوجب أن لا يفطر.** (شامی زکریا ۳۵۱/۳) **لـو اكـمـل هٰذا الرجل ثلاثين يوماً لم يـفطر الا مع الامام.** (عـالـمگیری ۱۹۸/۱، مراقی الفلاح ۳۵۷، مجمع الانهر ۲۳۸/۱، هداية ۲۱۶/۱، احسن الفتاوی ٤۲۳/٤)

روزہ کے اہم مسائل

روزہ کی فرضیت

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اہلِ ایمان کو رمضان المبارک کے روزہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ. (البقرۃ: ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا؛ تاکہ تم پرہیزگار ہوجاؤ۔

روزہ ۲/ھ میں فرض ہوا، اور شروع شروع میں سہولت کے لئے یہ حکم دیا گیا کہ چاہے آدمی روزہ رکھے یا ہر روزہ کے بدلہ میں فدیہ ادا کرے، پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ اختیار ختم کردیا گیا اور حتمی طور پر رمضان المبارک کی فرضیت کا حکم اس آیت میں نازل ہوا:

فَمَنْ شَھِدَ مِنکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ. (البقرۃ: ۱۸۵)

پس جو پائے تم میں سے رمضان کا مہینہ تو وہ اس میں ضرور روزہ رکھے۔

البتہ شیخ فانی اور دائمی مریض کے لئے فدیہ کا حکم ابھی بھی باقی ہے اور عارضی مریض اور مسافر کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ سردست روزہ نہ رکھ کر بعد میں قضا کرلے۔ (زادالمعاد مکمل ۲۵۷)

روزہ؛ تقویٰ کے حصول کا اہم ذریعہ

حضرت علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَلِلصَّوْمِ تَاثِیْرٌ عَجِیْبٌ فِیْ حِفْظِ الْجَوَارِحِ الظَّاھِرَۃِ وَالْقُوَی الْبَاطِنَۃِ وَحِمْیَتِھَا عَنِ التَّخْلِیْطِ الْجَالِبِ لَھَا الْمَوَادَّ الْفَاسِدَۃَ الَّتِیْ اِذَا اسْتَوْلَتْ عَلَیْھَا اَفْسَدَتْھَا، وَاسْتِفْرَاغِ الْمَوَادِّ الرَّدِیْئَۃِ الْمَانِعَۃِ لَھَا مِنْ صِحَّتِھَا،

روزہ کے اندر ظاہری اعضاء اور باطنی قوتوں کی حفاظت کرنے کی عجیب تاثیر پائی جاتی ہے، اسی طرح روزہ ان فاسد مادوں کی ملاوٹ سے بچاتا ہے جو نفس پر غالب آنے پر اسے بگاڑ دیتے ہیں اسی طرح جو گھٹیا جذبات وکیفیات روحانی صحت کے لئے مضر ہیں، روزہ ان سب کو باہر کرنے میں اثر رکھتا ہے، نیز

فَـالـصَّـوْمُ يَـحْـفَـظُ عَـلَـى الْـقَلْـبِ وَالْـجَـوَارِحِ صِـحَّتَهَا وَيُعِيْدُ اِلَيْهَا مَا اسْتَـلَبَتْـهُ مِـنْهَـا اَيْدِی الشَّهَوَاتِ فَهُوَ مِـنْ اَكْبَـرِ الْـعَوْنِ عَلَى التَّقْوىٰ. (زاد المعاد مکمل بیروت ۲۵۷)

روزہ دل اور اعضاء وجوارح کی صحت مندی کا محافظ ہے اور جونفسانی خواہشات کے ہاتھوں صلاحیتیں ضائع ہو جاتی ہیں ان کو روزہ واپس لے آتا ہے، پس روزہ تقویٰ کو حاصل کرنے میں سب سے بڑا معاون عمل ہے۔ (جیسا کہ آیت بالا میں فرمایا گیا)

اور تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ روزہ خواہشات کو توڑنے میں نہایت اثر رکھتا ہے، اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان نوجوانوں کو جو مالی وسعت کی بنا پر نکاح سے عاجز ہوں، مسلسل روزے رکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ (بخاری شریف حدیث: ۵۰۶۵)

روزہ کا بے انتہاء اجر وثواب

روزہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ انسان کو اس بات کی مشق کرانا چاہتے ہیں کہ ہماری خواہش اصل نہیں؛ بلکہ حکم خداوندی اصل ہے، وہی چیزیں جو روزہ سے قبل حلال ہوتی ہیں، مثلاً اپنی محنت سے حاصل کردہ حلال مال اور اپنی منکوحہ حلال بیوی؛ لیکن روزہ کی نیت کرتے ہی یہ دونوں حلال چیزیں روزہ دار پر حرام قرار پاتی ہیں، اور روزہ دار بخوشی روزہ رکھ کر حکم خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ یہ اعلیٰ درجہ کا خلوص اور اطاعت وانقیاد کی اعلیٰ کیفیت ہے جس پر اللہ کے علاوہ کوئی اور بغیر بتائے مطلع نہیں ہوسکتا، اور یہ کیفیت جس کو حاصل ہوجائے گی، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی عادت پڑجائے گی تو انسان روزہ سے ہو یا نہ ہو، بہر حال ہر اس کام سے بچے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر رکھا ہے، اسی بنا پر حدیث قدسی میں روزہ کی عبادت کا خصوصی درجہ بتایا گیا ہے۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ عَـمَـلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلىٰ سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰـهُ تَـعَـالـىٰ إِلَّا الـصَّـوْمُ فَإِنَّهُ لِیْ وَأَنَا أَجْـزِیْ بِـهٖ يَـدَعُ شَهْـوَتَـهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ أَجْـلِیْ لِـلـصَّـائِـمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِـطْـرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخَلُوْفُ فَـمِ الـصَّـائِـمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْـمِسْكِ وَالـصِّيَـامُ جُنَّةٌ وَإِذَا كَـانَ

آدمی کے ہر عمل کا اجر دس سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ اس (تحدید) سے مستثنیٰ ہے اس لئے کہ وہ صرف میرے (اللہ) کے لئے ہے، اور میں ہی اس کا بدلہ مرحمت فرماؤں گا، کیوں کہ روزہ دار اپنی خواہش اور کھانے پینے کو صرف میرے لئے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو (خاص) فرحتیں ہیں ایک اس کے افطار کے وقت اور دوسرے پروردگارِ عالم سے ملاقات کے وقت، اور روزہ

يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلاَ يَرْفَثْ وَلاَ يَصْخَبْ فَإِنَّ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّيْ امْرُؤٌ صَائِمٌ.
(بخاری شریف ۲۵۵/۱، مسلم شریف ۳۶۳/۱، مشکوٰۃ شریف ۱۷۳/۱)

دار کے منہ سے آنے والی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے، اور روزہ (گناہوں سے) ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو بری بات زبان سے نہ نکالے اور نہ گالم گلوچ کرے اور جب کوئی اسے برا بھلا کہے یا اس سے جھگڑا کرے تو اسے جواب دے دے کہ میں روزہ دار شخص ہوں۔

اس حدیث شریف میں روزہ دار کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے یہ صرف روزہ کے ساتھ خاص نہیں رہنی چاہئے ؛ بلکہ سارے سال، دن اور رات ہر وقت یہی فکر سوار ہو کہ ہم سے کوئی ایسا عمل صادر نہ ہو جو ہمارے پروردگار، محسن حقیقی کی مرضی کے خلاف ہو، اسی کیفیت کا نام تقویٰ ہے، جس کے حصول کے لئے روزہ کی عبادت فرض کی گئی ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیں جو مجھے جنت تک پہنچادے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لا عِدْلَ لَهُ.
(الترغيب والترهيب ۵۲/۲، صحيح ابن حبان ۱۸۰/۵ حديث: ۳۴۱۷)

تم روزے رکھا کرو؛ اس لئے کہ وہ بے مثال عمل ہے۔

روزہ داروں کے لئے جنت کا خصوصی دروازہ

جنت میں داخلہ کے وقت روزہ داروں کو خصوصی اعزاز سے نوازا جائے گا، اور جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازہ خاص طور پر روزہ داروں کے نام منسوب کردیا جائے گا، جس کا نام ''ریان'' ہوگا، اس خصوصی گیٹ سے انہیں لوگوں کو داخلہ کا پروانہ ملے گا جن کو روزہ کی عبادت سے خاص مناسبت رہی ہوگی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فِيْ الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ مِنْهَا بَابٌ يُسَمّٰى الرَّيَّانُ لاَ يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُوْنَ. (بخاری شریف ۲۵۴/۱، مسلم شریف ۳۶۴/۱ مشکوٰۃ شریف ۱۷۳/۱، شعب الإیمان للبیهقی ۳۹۶/۳)

جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں ایک دروازہ ''ریان'' نامی ہے جس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔

اس لئے ہم لوگوں کو چاہئے کہ فرض روزوں کے علاوہ کچھ نہ کچھ نفلی روزوں کا بھی اہتمام رکھا کریں؛

تاکہ ہمیں بھی آخرت میں ''باب الریان'' سے داخلہ کی خصوصیت نصیب ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطافرمائیں، آمین۔

روزہ اور قرآنِ کریم کی سفارش

روزہ ایسی عبادت ہے جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں روزہ دار کے لئے خود سفارش کرے گی، اور اس کی سفارش قبول بھی کی جائے گی، اسی طرح قرآنِ پاک بھی اپنے پڑھنے والوں کے لئے خصوصی سفارش کرے گا جس کو قبولیت سے نوازا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ عالی ہے:

اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ أَىْ رَبِّ إِنِّىْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ. (مسند إمام أحمد بن حنبل ۱۷٤/۲ حديث: ٦٦۲٦، مشكوٰة شريف ۱۷۳/۱، جامع الأحاديث حديث: ۱۳۷۹۸)

روزہ اور قرآنِ کریم بندہ کے لئے (اللہ کے دربار میں) سفارش کریں گے، روزہ کہے گا کہ اے پروردگار! میں نے اس کو دن میں کھانے اور خواہشات سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما، اور قرآن کہے گا کہ اے پروردگار! میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما، چناں چہ ان دونوں کی سفارشیں قبول کی جائیں گی۔

اس حدیث کی پرداز یہ بتلا رہی ہے کہ رمضان المبارک میں خصوصیت کے ساتھ رات میں تلاوتِ کلام پاک کا اہتمام رکھنا چاہئے، اور اس میں تراویح کی نماز کی جانب بھی اشارہ موجود ہے، علاوہ ازیں سال بھر جس قدر توفیق ملے تلاوت کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی ہے

روزہ کی حالت میں دعا کی قبولیت کا وعدہ بھی احادیث میں منقول ہے۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلصَّائِمُ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُ. (مصنف ابن ابی شيبه ۲۷٤/۲)

روزہ دار کی دعاء رد نہیں کی جاتی۔

اور دوسری حدیث میں ہے:

ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: الصَّائِمُ حِيْنَ يُفْطِرُ وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ الخ. (الترغيب والترهيب ۵۳/۲، شعب الإيمان ۳۰۰/۳ حديث: ۳۵۹٤)

تین شخصوں کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں: (۱) روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا (۲) عادل بادشاہ کی دعا (۳) مظلوم کی دعا۔

اس لئے روزہ کی حالت میں یکسوئی کے ساتھ دعاؤں کا اہتمام بھی رہنا چاہئے، خاص طور پر افطار کے قریبی وقت میں دعا کی قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے، اس وقت کو غنیمت سمجھا جائے اور کھانے پینے کی طرف توجہ کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف توجہ کی جانی چاہئے۔

روزہ کے دوران ناجائز امور سے اجتناب نہ کرنا

روزہ کا اصل مقصد چوں کہ تقویٰ کا حصول اور گناہوں سے اجتناب ہے؛ لہٰذا جو شخص روزہ رکھ کر بھی گناہوں سے نہ بچے تو ایسے شخص کے بھوکے پیاسے رہنے کا کوئی خاص فائدہ حاصل نہ ہو پائے گا، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ عالی ہے:

مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ. (بخاری شریف ۲۵۵/۱، مشکوٰۃ شریف ۱۷٦/۱)

جو شخص (روزہ میں) جھوٹی بات اور ناجائز کلام کرنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس شخص کے کھانے پینے کو چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ ہر روزہ دار روزہ رکھ کر گناہ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرے، اور اگر کوئی دوسرا شخص اسے گناہ پر آمادہ بھی کرنا چاہے تو صبر وہمت سے کام لے کر اس سے بچنے کا اہتمام کرے۔

روزہ کی حالت میں زبان کی حفاظت کا اہتمام

بالخصوص زبان کی حفاظت بہت ضروری ہے، اور روزہ میں خاص کر غیبت اور چغلی وغیرہ سے بچنے کا بہت اہتمام ہونا چاہئے ،جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ عالی ہے:

مَا صَامَ مَنْ ظَلَّ يَأْكُلُ لُحُوْمَ النَّاسِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۷۳/۲)

جو شخص لوگوں کے گوشت کھاتا رہا (یعنی غیبتیں کرتا رہا) اس نے (گویا) روزہ ہی نہیں رکھا۔

اور ایک دوسری حدیث میں اس بارے میں بہت عبرت ناک واقعہ بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ صَامَتَا وَأَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هٰهُنَا امْرَأَتَيْنِ قَدْ صَامَتَا وَإِنَّهُمَا قَدْ كَادَتَا أَنْ تَمُوْتَا مِنَ الْعَطَشِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ - أَوْ سَكَتَ - ثُمَّ عَادَ وَأُرَاهُ قَالَ بِالْهَاجِرَةِ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّهُمَا وَاللّٰهِ قَدْ مَاتَتَا أَوْ

آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا تو ایک شخص نے (آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر) عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہاں دو روزہ دار عورتیں پیاس کے مارے موت کے دہانے تک پہنچ گئی ہیں، آنحضرت ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا اور خاموش رہے، اس نے پھر یہی بات دہرائی اور غالبًا یہ بھری

كَـادَتَـا أَنْ تَـمُـوْتَا قَالَ أُدْعُهُمَا قَالَ: فَجَـاءَتَا قَالَ فَجِيْئَ بِقَدْحٍ – أَوْعُسٍّ – فَـقَـالَ لِإِحْـدَاهُـمَـا قِيْـئِي فَقَاءَ تْ قَيْحاً – أَوْ دَماً وَصَيْداً – أَوْ لَحْماً – حَتىٰ قَـاءَ تْ نِصْفَ الْقَدْحِ ثُمَّ قَالَ لِلْأُخْـرىٰ قِيْـئِي فَقَاءَ تْ مِنْ قَيْحٍ وَدَمٍ وَصَـيْـدٍ وَلَـحْـمٍ عَبِيْـطٍ وَغَيْـرَهُ حَتّٰى مَلَأَتِ الْـقَـدْحُ، ثُـمَّ قَـالَ إِنَّ هَـاتَيْنِ صَـامَتَـا عَمَّا أَحَلَّ اللّٰهُ، وَأَفْطَرَتَا عَلىٰ مَـا حَـرَّمَ الـلّٰـهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمَـا، جَـلَسَـتْ إِحْـدَاهُـمَـا إِلـىٰ الْأُخْـرىٰ فَجَعَلَتَا يَأْكُلانِ لُحُوْمَ النَّاسِ.

(مسند احمد ٤٣١/٥)

دوپہر کا وقت تھا اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! قسم بخدا وہ دونوں عورتیں مرنے کے بالکل قریب پہنچ چکی ہیں (مقصد تھا کہ آپ انہیں افطار کی اجازت دے دیں) آپ ﷺ نے ان دونوں عورتوں کو بلانے کا حکم دیا۔ چناں چہ وہ دونوں حاضر ہوگئیں، راوی فرماتے ہیں کہ پھر ایک پیالہ یا ٹب لایا گیا، اور نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں میں سے ایک سے فرمایا کہ اس میں قے کرو تو اس نے پیپ یا خون اور گوشت کی قے کی یہاں تک کہ آدھا پیالہ بھر گیا، پھر آپ ﷺ نے دوسری عورت کو قے کرنے کا حکم دیا چناں چہ اس نے بھی پیپ اور خون اور تازہ گوشت کی قے کی حتیٰ کہ پیالہ بھر گیا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں عورتوں نے حلال پر روزہ رکھا، حرام بات پر افطار کیا، یہ دونوں پاس بیٹھ کر لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں (یعنی غیبت کرتی رہیں) العیاذ باللّٰہ۔

اس واقعہ کی روشنی میں ہمیں اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہئے اور روزہ کو ہر طرح کے قولی وعملی گناہ سے محفوظ رکھنے کی فکر کرنی چاہئے۔

روزہ جہنم سے بچاؤ کے لئے ڈھال ہے

روزہ جہنم اور گناہوں سے بچنے کے لئے ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے کہ اس عبادت سے ایسی قوت حاصل ہوتی ہے کہ آدمی کے لئے نفسانی اور شیطانی خواہشات کا مقابلہ کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلـصَّـوْمُ جُـنَّةٌ يَسْتَـجِنُّ بِهَا الْعَبْدُ مِنَ الـنَّارِ. (الطبرانی فی الکبير حديث: ٨٣٨٦، الترغيب والترهيب ٥٠/٢)

روزہ ایسی ڈھال ہے کہ جس سے بندہ جہنم سے بچاؤ کرتا ہے۔

اور ایک حدیث میں مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَعَرَفَ حُدُوْدَهُ، وَتَحَفَّظَ مِمَّا يَنْبَغِيْ لَهُ أَنْ يَّتَحَفَّظَ كَفَّرَ مَا قَبْلَهُ. (الترغيب والترهيب ۵۵/۲، صحيح ابن حبان ۵۸۳/۵ حديث: ۳۴۲۴)

جو شخص رمضان کا روزہ رکھے اور اس کے حدود کی رعایت رکھے اور جن چیزوں کی نگہداشت کرنی چاہیئے ان کی نگرانی کرے تو اس کے گذشتہ معاصی کا کفارہ ہوجائے گا۔

روزہ سے تندرستی میں اضافہ

روزہ سے جہاں روحانی فائدے ہیں، وہیں روزہ جسمانی صحت کا بھی اہم سبب ہے، چناں چہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أُغْزُوْا تَغْنِمُوْا، وَصُوْمُوْا تَصِحُّوا، وَسَافِرُوْا تَسْتَغْنُوْا. (الطبراني في الأوسط ۱۴۴/۹ حديث: ۸۳۰۸، الترغيب والترهيب ۴۹/۲)

جہاد کرو مالِ غنیمت حاصل کرو گے اور روزہ رکھو صحت مند رہو گے، اور سفر کرو دوسروں سے بے نیاز رہو گے۔

روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے

جسم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جس سے انسان ہر وقت فائدہ اٹھاتا رہتا ہے، جسم کا ایک ایک عضو اس قدر قیمتی ہے کہ ساری دنیا کی دولت بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے، اس نعمت کا حق یہ ہے کہ جس طرح مال و دولت کی نعمت کی زکوٰۃ نکالی جاتی ہے، اسی طرح جسم کی بھی زکوٰۃ نکالی جائے، اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الصِّيَامُ نِصْفُ الصَّبْرِ وعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ، وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ. (شعب الإيمان ۲۹۲/۳ حديث: ۳۵۷۷، الترغيب والترهيب ۵۱/۲)

روزہ آدھا صبر ہے اور ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

اب ذیل میں روزہ سے متعلق چند اہم مسائل ذکر کئے جارہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

روزہ کس پر فرض ہے؟

ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھنا ہر عاقل بالغ مسلمان غیر معذور شخص پر فرض ہے۔

شـرط نـفـس الـوجـوب وهو الاسلام والعقل والبلوغ. (تـاتـارخـانية زكريـا ۳/ ۳۵۱، عالمگیری ۱/ ۱۹۵، فتح القدیر ۲/ ۳۰۲)

کن حالتوں میں روزہ رکھنا درست نہیں؟

حیض ونفاس والی عورتوں کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں لیکن بعد میں قضالازم ہے۔ **شرط وجوب ادائه: خلـو الـمرأة من الحيض والنفاس؛ لان الحائض والنفساء ليستا اهلاً لـلـصـوم ولـحـديـث عـائشةؓ فنؤمر بقضاء الصوم.** (الـموسوعة الفقهية ۲۸/ ۲۱، طحطاوی علی المراقی ۳۴۸، شامی زکریا ۳/ ۳۳۱، تاتارخانية زكريا ۳/ ۳۵۱، هندية ۱/ ۱۹۵)

کن حالتوں میں روزہ نہ رکھنا مباح ہے؟

مریض، مسافر، حاملہ، دودھ پلانے والی عورت، تیماردار (جب کہ اس کے روزہ رکھنے سے مریض کا نقصان ہو) نہایت کمزور، بھوک پیاس سے مجبور، مجاہد فی سبیل اللہ (جب کہ اس کے روزہ سے جہاد میں نقصان ہو) اور جنون اور بے ہوشی میں مبتلا شخص کے لئے اعذار کی بناء پر روزہ نہ رکھنا مباح ہے، جب ان کا عذر زائل ہوجائے تو وہ روزہ کی قضا کریں، ہاں اگر کوئی ایسا شخص ہو جسے روزہ رکھنے پر قدرت ہی نہ رہے تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ ہر روزہ کے بدلہ میں فدیہ (ایک صدقۂ فطر کی مقدار) دے دیا کرے۔ **الاعـذار التـى تبيـح الافـطـار: منها السفر ......، ومـنهـا الـمرض، ومنها حبل المرأة وارضاعها ......، ومنها الحيض والنفاس......، ومـنهـا الـعـطـش والـجـوع اذا خيف منهما الهلاك او نقصان العقل، ومنها كبر السـن كـالشيـخ الفانى الذى لا يقدر على الصيام، يفطر ويطعم لكل يوم مسكيناً كـمـا يـطـعـم فـى الكفارة ......، المجنون اذا افاق فى بعض الشهريلزمه قضاء ما مـضـى ......، ولـو اغمى عليه رمضان كله قضاه وهٰذا بالاجماع، الغازى اذا علم انـه يـقـاتـل العدو فى رمضان وهو يخاف الضعف فله ان يفطر.** (عـالمگیری ۱/ ۲۰۶، ۲۰۸، ومثله فی تبیین الحقائق ۲/ ۱۸۹، فتح القدير ۲/ ۳۵۰)

ہر روزہ کی الگ الگ نیت کرنا

رمضان المبارک کے ہر روزہ کے لئے الگ الگ نیت کرنا ضروری ہے۔ **ثم عندنا لا بد من النية لكل يوم في رمضان.** (هنديه ١/ ١٩٥، ومثله في الشامي زكريا ٣/ ٣٤٤، تاتارخانية زكريا ٣/ ٣٦٨)

نصف النہار سے پہلے پہلے فرض ونفل روزہ کی نیت

نصف النہار شرعی (جو جنتریوں میں عام طور پر ضحوۂ کبریٰ کے نام سے لکھا رہتا ہے، یعنی صبح صادق اور غروبِ آفتاب کا بالکل درمیانی وقت) سے پہلے تک اگر رمضان کے اداء روزے کی نیت کرلی جائے تو روزہ صحیح ہوجائے گا۔ (اس وقت کے بعد نیت معتبر نہیں ہے) **فيصح أداء صوم رمضان والنذر المعين والنفل بنية من الليل ......، إلى الضحوة الكبرىٰ لابعدها (درمختار) قوله إلى الضحوة الكبرىٰ المراد بها نصف النهار الشرعي.** (شامي زكريا ٣/ ٣٣٨ – ٣٤١، هنديه ١/ ١٩٥)

زبان سے نیت ضروری نہیں

نیت کے لئے زبان سے تلفظ کی ضرورت نہیں؛ بلکہ محض دل سے ارادہ کرلینا کافی ہے، حتی کہ روزہ کے لئے سحری کھانا بھی نیت کے قائم مقام ہوتا ہے۔ **والنية معرفته بقلبه ان يصوم ......، والتسحر في رمضان نية.** (هنديه ١/ ١٩٥، درمختار زكريا ٣/ ٣٤٥، تاتارخانية زكريا ٣/ ٣٦٨)

نوٹ: بعض لوگ عربی میں روزہ کی نیت ضروری سمجھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ (جواہر الفقہ ۱/ ۳۷۸)

نیت کے بعد صبح صادق سے قبل کھانا پینا

روزہ کی ابتدا صبح صادق سے ہوتی ہے اس لئے جب تک صبح صادق نہ ہو کھانا پینا وغیرہ سب جائز ہے، اگرچہ روزہ کی نیت پہلے کر چکا ہو۔ **قال اصحابنا وقت الصوم من حين يطلع الفجر الثاني.** (تاتارخانية زكريا ٣/ ٣٥٢، هنديه ١/ ١٩٤، هدايه ١/ ٢١٦)

سحری کی فضیلت

روزہ رکھنے کے لئے سحری (آخری شب میں کھانا پینا) مسنون ہے، اور حدیث میں اس عمل کو باعث برکت قرار دیا گیا ہے، اس لئے سحری کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔ **عَنْ أَنَسٍ** رضی اللہ عنہ **قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ** ﷺ: **تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِيْ السَّحُوْرِ بَرَكَةً.** (بخاری شریف ۱/۲۵۷، مسلم شریف ۱/۳۵۰، مشکوۃ شریف ۱/۱۷۵)

سحری میں تاخیر کرنا

سحری میں تاخیر مستحب ہے مگر اتنا تاخیر کرنا کہ وقت میں شک پیدا ہوجائے مکروہ ہے۔ **ثم تاخير السحور مستحب كذا في النهاية، ويكره تاخير السحور إلى وقت يقع فيه الشك هٰكذا في السراج الوهاج.** (هنديه ۱/۲۰۰، هداية ۱/۲۲۵، مراقی الفلاح ۳۷۳، تاتارخانية ۳/۳۵۵، درمختار مع الشامی ۳/۴۰۰، مجمع الانهر ۱/۲۴۸)

بلاسحری روزہ رکھنا

سحری کھانا اگرچہ مسنون ہے لیکن اگر کوئی شخص سحری کھائے بغیر ہی روزہ کی نیت کرلے تو بھی اس کا روزہ درست ہوجائے گا، البتہ سحری کی برکت سے محروم رہے گا۔ **ويسن للصائم السحور.** (بدائع الصنائع ۲/۲۶۶، شامی زکریا ۳/۴۰۰، تاتارخانية زکریا ۳/۳۵۵)

افطار میں جلدی کرنے کا حکم

افطار کا وقت ہوجانے کے بعد افطار میں جلدی کرنا مسنون ہے، اور بلا وجہ تاخیر کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ احادیث شریفہ میں افطار میں جلدی کرنے کی فضیلت وارد ہے۔ **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ** ﷺ: **لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوْا الْفِطْرَ.** (بخاری شریف ۱/۲۶۳، مسلم شریف ۱/۳۵۱، مشکوۃ شریف ۱/۱۷۵) **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ** ﷺ: **قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی أَحَبُّ عِبَادِيْ إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا.** (ترمذی شریف ۱/۱۵۰، مشکوۃ شریف ۱/۱۷۵)

افطار کے مسنون کلمات

افطار کرتے وقت درج ذیل کلمات پڑھنا مسنون ہے: **ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.** (سنن الدار قطني ١٦٤/٢) (ترجمہ: پیاس جاتی رہی، رگیں تر ہوگئیں اور ثواب طے ہو چکا انشاء اللہ تعالی)

نیز یہ دعا بھی ثابت ہے: **اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ أَفْطَرْتُ.** (أبو داؤد ٣٢٢/١)
(ترجمہ: اے اللہ میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تیرے دیئے ہوئے رزق سے افطار کیا)

کھجور یا پانی سے افطار کا حکم

بہتر ہے کہ کھجور سے افطار کیا جائے، اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرنا افضل ہے۔
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰی تَمَرٍ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰی مَاءٍ فَإِنَّهُ طَهُوْرٌ. (ترمذي شريف ١٤٩/١، مشكوة شريف ١٧٥/١)

عورت صبح صادق کے بعد حیض سے پاک ہوئی

اگر عورت صبح صادق کے بعد دن میں کسی وقت حیض یا نفاس سے پاک ہوئی تو آج کے دن وہ روزہ نہیں رکھے گی، بلکہ بعد میں اس دن کی قضاء کرے گی۔ البتہ روزہ داروں کی طرح شام تک کھانے پینے سے احتراز کرے۔ **والأخيران يمسكان بقية يومهما وجوباً ......، وحائض ونفساء طهرتا.** (تنوير الابصار ٣٨٣/٣، طحطاوي ٣٧٠، هداية ٢٢٥/١، هندية ٢١٤/١، خانية ٢١٧/١، ومثله في التاتارخانية ٤٢٧/٣)

حائضہ عورت صبح صادق سے پہلے پاک ہوئی

اگر کوئی عورت صبح صادق سے پہلے حیض سے پاک ہوگئی تو اس میں درج ذیل تفصیل ہے:
الف: اگر وہ دس دن مکمل حیض میں رہ کر پاک ہوئی ہے تو اب خواہ صبح صادق سے قبل اسے غسل کا موقع اور وقت ملا ہو یا نہ ملا ہو بہر حال وہ اس دن کا روزہ رکھے گی۔

ب: اور اگر دس دن سے کم میں پاک ہوئی ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ صبح صادق سے پہلے پہلے وہ غسل کر کے پاک ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر اتنا وقت ہے کہ پاک ہو سکے تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہوگا، اور اگر اتنا وقت نہیں ہے کہ غسل کر سکے گویا کہ عین صبح صادق کے وقت پاک ہوئی ہے تو اب اس پر اس دن کا روزہ رکھنا درست نہیں ہے؛ بلکہ بعد میں قضاء کرنی ہوگی۔ **ولو طهرت ليلاً صامت الغد إن كانت أيام حيضها عشرة.** (عالمگیری ۲۰۷/۱) **وإن كانت أيام حيضها دون عشرة فإن أدركت من الليل مقدار الغسل وزيادة ساعة لطيفة تصوم، وإن طلع الفجر مع فراغها من الغسل لا تصوم لأن مدة الاغتسال من جملة الحيض فيمن كانت أيامها دون العشرة.** (عالمگیری ۲۰۷/۱، ومثله فی التاتارخانية زكريا ۴۲۹/۳)

دن میں بچہ بالغ ہوایا کافر اسلام لایا

اگر دن میں کسی بھی وقت بچہ بالغ ہوایا کافر اسلام لایا تو ان کو شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا ضروری ہے۔ **كالصبي اذا بلغ في بعض النهار واسلم الكافر ...... يجب عليه الامساك بقية اليوم.** (هندية ۲۱٤/۱)

نصف النہار سے قبل بالغ ہونے والے بچہ کیلئے نفل روزہ کی نیت

اگر بچہ نصف النہار شرعی سے قبل بالغ ہوجائے اور اس نے اب تک کوئی منافی روزہ کام نہ کیا ہو تو وہ نفل روزہ کی نیت کرسکتا ہے۔ **وان بلغ الصبي قبل الزوال والاكل ونوى التطوع كان متطوعاً على الصحيح.** (هندية ۲۱٤/۱)

نصف النہار سے قبل اسلام لانے والے کیلئے نفل روزہ کی نیت

اگر کوئی کافر نصف النہار شرعی سے قبل اسلام لائے اور وہ نفل روزہ کی نیت کرنا چاہے تو اس کی یہ نیت معتبر نہ ہوگی۔ **ولو اسلم قبل الزوال ولم يأكل وصام تطوعاً في ظاهر الرواية لا يصح صومه لعدم الاهلية في اول النهار والصوم لا يتجزأ.** (هندية ۲۱٤/۱)

دس سال سے کم عمر بچوں سے روزہ رکھوانا

دس سال سے کم عمر بچہ اگر ایسا صحت مند ہو کہ روزہ رکھنے سے اس کو کوئی مشقت نہ ہو تو ایسے بچے سے روزہ رکھوانے میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن اگر بچہ کمزور ہو یا اتنا چھوٹا ہو کہ روزہ رکھنا اس کے لئے سخت تکلیف کا باعث ہو تو اس سے روزہ نہیں رکھوایا جائے گا۔ **قال الرازی: یؤمر الصبی اذا أطاقه، وذکر ابو جعفر اختلاف مشائخ بلخؒ فیه والاصح انه یؤمر وهٰذا اذا لم یضر الصوم ببدنه فان اضر لا یؤمر به.** (هندیة ۱/۲۱۳، درمختار مع الشامی زکریا ۳/۳۸۵)

نوٹ: آج کل لوگ ناموری کے لئے زبردستی چھوٹے چھوٹے بچوں سے روزہ رکھواتے ہیں اور پھر ان کی تصاویر اخبارات میں شائع کی جاتی ہیں اور روزہ کشائی کے نام پر بڑی بڑی دعوتیں کی جاتی ہیں، یہ سب باتیں رسومات میں داخل ہیں اور قابل ترک ہیں ان سے احتراز کرنا چاہئے۔ (مرتب)

دس سال کے بچوں کو روزہ کی تاکید کرنا

جو بچہ دس سال کا ہو جائے اور روزہ کی طاقت ہو تو اسے روزہ کا حکم دیا جائے گا اور اگر وہ بلاعذر روزہ چھوڑے گا تو اس کو تنبیہ کی جائے گی۔ **وسئل ابو حفص أیضرب ابن عشر سنین علی الصوم، قال: اختلفوا فیه والصحیح انه بمنزلة الصلاة.** (هندیة ۱/۲۱۴، درمختار مع الشامی زکریا ۳/۳۸۵)

دس سال سے کم یا دس سال کے بچہ کو پورے مہینہ کے روزہ کی طاقت نہ ہو؟

اگر بچہ دس سال سے کم عمر کا ہو یا دس گیارہ سال کی عمر کا ہو اور اس کو پورے مہینہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو؛ بلکہ پورے مہینہ روزہ رکھنے سے سخت تکلیف اور زیادہ کمزور ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو جتنے دن روزہ رکھنے کی طاقت ہو صرف اتنے ہی دن روزہ رکھے، مزید روزے رکھنے کا اسے حکم نہ

ہوگا۔ **والظاهر أنه يؤمر بقدر الطاقة اذا لم يطق جميع الشهر.** (شامی زکریا ۳/ ۳۸۵)

کسی عورت نے نفلی روزہ رکھا پھر حائضہ ہوگئی

اگر کسی عورت نے نفلی روزہ رکھ لیا، پھر صبح صادق کے بعد حیض شروع ہوگیا تو یہ روزہ شروع کرنے سے لازم ہوگیا؛ لہٰذا حیض ختم ہونے کے بعد اس روزہ کی قضا لازم ہے۔ **اذا حاضت الصائمة المتطوعة يجب القضاء فى اصح الروايتين كذا فى النهاية.** (هندية ۱/ ۲۱۵)

مسافر زوال سے قبل مقیم ہوگیا

اگر مسافر نصف النہار شرعی یعنی ضحوۂ کبریٰ سے قبل مقیم ہوگیا اور اب تک اس نے کوئی منافی صوم عمل نہیں کیا تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ نیت کرکے اس دن کا روزہ رکھے۔ **اما قبلهما (اى نصف النهار والاكل) فيجب عليه الصوم وان نوىٰ الفطر.** (شامی زکریا ۳/ ۳۸۳)

روزہ میں جو کام مفسد نہیں ہیں

بھول کر کھانا پینا یا جماع کرنا

بھول کر کھانے، پینے اور جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ نَسِیَ وَھُوَ صَائِمٌ فَأَکَلَ أَوْ شَرِبَ فَلِیُتِمَّ صَوْمَہٗ فَإِنَّمَا أَطْعَمَہُ اللّٰہُ وَسَقَاہُ.** (بخاری شریف ۲۵۹/۱، مسلم شریف ۳٦٤/۱، مشکوٰۃ شریف ۱۷٦/۱) **منها لو أکل الصائم أو شرب أو جامع ناسیاً لصومه.** (مراقی الفلاح ۳٦۰، هندیة ۲۰۲/۱، تاتارخانیة ۳۷۵/۳، شامی زکریا ۳٦۵/۳، البحر الرائق ۲۷۱/۲)

روزہ میں خون ٹیسٹ کرانا

روزے کی حالت میں خون نکال کر ٹیسٹ کرانے سے روزہ فاسد نہ ہوگا؛ لیکن اتنا زیادہ خون نہ نکلوائیں کہ کمزوری غالب ہوجائے۔ **ولا بأس بالحجامة إن أمن علی نفسه الضعف اما اذا خاف فانه یکره.** (عالمگیری ۱۹۹/۱، قاضی خاں ۲۰۸/۱، ومثله فی المراقی الفلاح ۳٦۱)

دل کے مریض کا زبان کے نیچے گولی رکھنے کا حکم

امراض قلب میں جو گولی زبان کے نیچے رکھی جاتی ہے اور وہ وہیں جذب ہوکر تحلیل ہوجاتی ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر دوا کے اجزاء لعاب کے ساتھ مل کر حلق کے راستہ سے اندر چلے جائیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ **قوله کطعم ادویة ای لو دق دواءً فوجد طعمه فی حلقه، وفی القهستانی: طعم الادویة وریح العطر اذا وجد فی حلقه لم یفطر.**

(شامی زکریا ۳٦۷/۳، تاتارخانیة زکریا ۳۸۲/۳، المحیط البرهانی کوئٹه ۵۵٦/۲)

روزہ میں انجکشن یا ٹیکہ لگوانا

اگر روزہ کے دوران انجکشن لگوایا یا ٹیکہ لگوایا، تو اس سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑا (لیکن اگر ایسا انجکشن ہو کہ دوا براہِ راست دماغ یا معدہ تک پہنچتی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا) **واما ما وصل الی الجوف او الی الدماغ عن غیر المخارق الاصلیة بان داوی الجائفة والاٰمة، فان داواها بدواء یابس لایفسد.** (بدائع الصنائع ۲۴۳/۲) **فالمعتبر الوصول حتی لو علم وصول الیابس افسد او عدم وصول الطری لم یفسد.** (شامی زکریا ۳۷۶/۳، جواهر الفقه ۳۷۹/۱)

روزہ میں گلوکوز چڑھوانا

روزے کی حالت میں گلوکوز چڑھوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ کیوں کہ دوا براہِ راست دماغ یا معدہ تک نہیں پہنچتی؛ بلکہ رگوں کے واسطے سے جاتی ہے؛ لیکن بلا عذر ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ **واکثر المشائخ اعتبروا الوصول الی الجوف فی الجائفة والاٰمة ان عرف ان الیابس وصل الی الجوف یفسد صومه بالاتفاق وان لم یعرف ان الرطب لا یصل الی الجوف لا یفسد.** (تاتارخانیة زکریا ۳۷۹/۳، شامی ۳۷۶/۳، بدائع الصنائع ۲۴۳/۲)

روزہ میں ڈائلیسس (گردہ کی دھلائی) کرانا

روزہ کی حالت میں ڈائلیسس (گردہ کی دھلائی) کے عمل سے روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ کیوں کہ اس عمل کا تعلق صرف خون کی صفائی سے ہے، اور براہِ راست جوفِ معدہ میں اس کے سبب کوئی چیز داخل نہیں ہوتی۔ **واکثر المشائخ اعتبروا الوصول فی الجائفة والاٰمة، ان عرف ان الیابس وصل الی الجوف یفسد صومه بالاتفاق وان لم یعرف ان الرطب لا یصل الی الجوف لایفسد.** (تاتارخانیة زکریا ۳۷۹/۳، شامی زکریا ۳۷۶/۳ وغیرہ)

روزہ میں آکسیجن لینا

روزہ میں اگر آکسیجن کے ذریعہ سانس لیا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا؛ کیوں کہ

آکسیجن محض ایک صاف ستھری ہوا ہے، اس کا بدن میں جانا مفسدِ صوم نہیں ہے۔ (مفطرات الصیام المعاصرة (دکتور: احمد محمد الخلیل) ۵٦، آئینہ رمضان (مفتی عبد الرحمٰن کوثر مدنی) ٦۵)

ہومیو پیتھک دوا سونگھنا

بعض ہومیو پیتھک دوائیں صرف سونگھی جاتی ہیں، ان کو کھایا پیا نہیں جاتا، اور سونگھنے کے ساتھ ان کا کوئی جزء بدن کے اندر منتقل نہیں ہوتا؛ لہٰذا ایسی دواؤں کے سونگھنے سے یا خارجی استعمال سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ **لا یکرہ للصائم شم رائحة المسک والورد ونحوہ مما لا یکون جوھراً متصلاً کالدخان.** (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۵٤۳، بحواله: آئینهٔ رمضان ۷۱)

معدے کے ٹیسٹ کے لئے حلق میں نلکی ڈالنا

اگر معدے وغیرہ کے ٹیسٹ کے لئے حلق یا ناک کے راستہ سے دوربین والی نلکی ڈالی گئی جس میں کوئی دواء یا چکناہٹ شامل نہ تھی اور اس کا ایک سرا باہر تھا، تو محض اس نلکی کے ڈالنے سے روزہ نہ ٹوٹے گا؛ (لیکن اگر نلکی کے ساتھ کوئی اور مادہ بھی شامل ہو، تو اس کے اندر داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جائے گا) (تفصیل دیکھئے: مفطرات الصیام المعاصرة ۴۵-۵۲)

بلا اختیار حلق میں مکھی یا مچھر چلا جانا

بلا اختیار حلق میں مکھی وغیرہ چلے جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ **ولو دخل حلقه ذباب وھو ذاکر لصومه لم یفطر.** (هداية ۲۱۸/۱، شامي زكريا ۳٦٦/۳، شامي بيروت ۳۲۷/۳)

خود بخود قے ہونا

خود بخود قے آجانے سے بھی روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی اگرچہ منہ بھر کر کیوں نہ ہو۔ **أو ذرعه أی سبقه وغلبه القیٔ ولو ملأ فاه.** (مراقی الفلاح ۳٦۲، ومثله فی الهداية ۲۱۸/۱، البحر الرائق ۲۷٤/۲، تاتارخانية زكريا ۳۷۵/۳، شامي زكريا ۳۹۲/۳)

دانت سے خون نکلا مگر اندر نہیں گیا

دانت سے خون نکل کر پیٹ میں نہ جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ **أو خرج الدم**

من بين أسنانه ودخل حلقه يعني ولم يصل إلى جوفه ......، لا يفطر. (شامي زكريا ۳/۳٦۷، شامي بيروت ۳/۳۲۷، ومثله في الهندية ۱/۲۰۳، فتح القدير ۲/۳۳۲)

حالتِ جنابت میں صبح کرنا

حالتِ جنابت میں سحری کھانے کے بعد صبح صادق کے بعد غسل کرنے سے روزہ میں فساد نہیں آتا۔ **أو أصبح جنباً وإن بقي كل اليوم.** (درمختار مع الشامي زكريا ۳/۳۷۲، درمختار مع الشامي بيروت ۳/ ۳۳۳، مراقي الفلاح ۳٦۲) **اذا اصبح جنباً لا يفسد صومه.** (تاتارخانية زكريا ۳/۳۸٤)

دانت میں چنے کے بقدر غذاء لگی رہنا

اگر کوئی غذا چنے کی مقدار سے کم دانت میں پھنسی رہ جائے پھر منہ سے نکالے بغیر اسے نگل گیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ **وإن أكل ما بين أسنانه لم يفسد إن كان قليلا وإن كان كثيراً يفسد والحمصة وما فوقها كثير وما دونها قليل.** (هنديه ۱/۲۰۲، ومثله في التاتارخانية زكريا ۳/ ۳۸۱، مجمع الانهر ۱/ ۲٤٦، هدايه ۱/ ۲۱۸، درمختار مع الشامي زكريا ۳/۳٦۷)

نوٹ: اور اگر دانت سے غذا نکال کر ہاتھ میں لی، پھر اسے منہ میں لے کر نگل لیا تو روزہ یقیناً ٹوٹ جائے گا۔ **وإن أخرجه وأخذه بيده ثم أكل ينبغي أن يفسد.** (هنديه ۱/۲۰۲)

غسل کی ٹھنڈک اندر بدن تک پہنچنا

گرمی یا پیاس کی وجہ سے غسل کرنا بلا کراہت درست ہے، اگرچہ پانی کی ٹھنڈک بدن کے اندر تک پہنچ رہی ہو۔ **ومن اغتسل في ماء ووجد برده في باطنه لا يفطره.** (هنديه ۱/۲۰۳، ومثله في المراقي ۳٦۱، مجمع الانهر ۱/٤ ۲٤، هدايه ۱/ ۲۱۷)

پانی سے کلی کرنے کے بعد تھوک نگلنا

کلی کرنے کے بعد منہ میں پانی کی جو تری رہ جاتی ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگلنے سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ **ولو بقي بلل بعد المضمضة فابتلعه مع البزاق لم يفطره.**

(هنديه ۲۰۳/۱، شامی زکریا ۳۶۷/۳، بزازیه ۱۰۰/٤، مراقی الفلاح ۳۶۱)

پسینہ یا آنسو کے دو ایک قطرے منہ میں چلے گئے

آنسو یا چہرہ کا پسینہ ایک دو قطرہ بلا اختیار حلق میں چلا جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ **الدموع إذا دخلت فم الصائم إن كان قليلاً كالقطرة والقطرتين أونحوها لايفسد صومه الخ، وكذا عرق الوجه إذا دخل فم الصائم.** (هنديه ۲۰۳/۱، تاتارخانيه زكريا ۳۸۳/۳، بزازيه ۹۸/٤، فتح القدير ۳۳۲/۲، شامی زکریا ۳۷۸/۳، هدايه ۲۱۷/۱)

روزہ کی حالت میں کان کا میل نکالنا

کان کا میل نکالنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ کتنی ہی بار کان میں سلائی ڈالی جائے۔ **أو حک أذنه بعود فخرج عليه درن مما في الصماخ ثم أدخله أي العود مراراً إلى أذنه لايفسد صومه بالإجماع.** (مراقى الفلاح ۳٤۲، ومثله في البزازية ۹۸/٤، تاتارخانية ۳۷۷/۳)

پان کی سرخی منہ میں رہ جانا

اگر پان کھا کر خوب کلی غرغرہ کر کے منہ صاف کرلیا؛ لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی، تو اس میں کچھ حرج نہیں، اگر اس سرخی کے اثرات تھوک کے ساتھ پیٹ میں چلے جائیں تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ **أو بقي بلل بعد المضمضة فابتلعه مع البزاق لم يفطره.** (هنديه ۲۰۳/۱، بزازية ۱۰۰/٤، شامی زکریا ۳۶۷/۳، مراقی الفلاح ۳۶۱)

روزہ میں ناک سڑکنا

ناک کو اتنی زور سے سڑک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ **ولو دخل المخاط أنفه من رأسه ثم استشمه فأدخل حلقه عمداً لم يفطره لأنه بمنزلة ريقه.** (هنديه ۲۰۳/۱، خانية ۲۰۷/۱، درمختار زكريا ۳۷۳/۳، فتح القدير ۳۳۲/۲، تاتارخانية ۳۸٤/۳، بزازية ۹۸/٤، بهشتى زيور ۲۱/۳)

رال کا منہ میں کھینچ لینا

اگر منہ سے رال نکلی لیکن ابھی وہ منقطع ہوکر ٹپکنے نہ پائی تھی کہ اسے منہ کی طرف کھینچ کر نگل لیا تو اس سے روزہ نہ ٹوٹے گا۔ **أو خرج بزاقه من الفم إلی الذقن ولم ینقطع فابتلعها لا یفسد صومه.** (قاضی خان ۲۰۸/۱، ومثله فی فتح القدیر ۳۳۲/۲، هندیة ۲۰۳/۱، تاتارخانیة زکریا ۳۸۲/۳)

قے کا خود بخود لوٹ جانا

تھوڑی سی قے آئی پھر خود ہی حلق میں لوٹ گئی یا قصداً اسے نگل لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ البتہ اگر منہ بھر کر قے ہوئی تھی تو اسے قصداً لوٹانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ **إذا قاء أو استقاء ملء الفم أو دونه عاد بنفسه أو أعاد أو خرج فلا فطر علی الأصح إلا فی الإعادة، والاستقاء بملء بشرط ملء الفم.** (هندیه ۲۰٤/۱، ومثله فی التاتارخانیة ۳۷٥/۳، الدر المنتقی ۲٤۷/۱، درمختار مع الشامی زکریا ۳۹۲/۳)

سر پر رومال بھگو کر رکھنا

روزہ کی حالت میں رومال بھگو کر سر پر رکھنا بلا کراہت جائز ہے۔ **ولا بأس للصائم...... ان یلتف بالثوب المبلول هو المختار.** (تاتارخانیة ۳۹۸/۳، مجمع الانهر ۲٤۸/۱، مراقی الفلاح ۳۷۳، البحر الرائق ۲۸۰/۲) **وکذا لا تکره حجامة وتلفف بثوب مبتل.** (شامی زکریا ۳۹۹/۳، شامی بیروت ۳٥٦/۳)

روزہ میں مسواک کرنا

روزہ میں خشک یا تر مسواک کرنا بلا کراہت جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں، اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کی حالت میں مسواک کرنا ثابت ہے۔ **عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَةَ ؓ قَالَ: رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ مَا لاَ أُحْصِیْ یَتَسَوَّکُ وَهُوَ صَائِمٌ.** (ترمذی شریف ۱٥٤/۱، ابوداؤد شریف ۳۲۲/۱، مشکوٰۃ شریف ۱۷٦/۱) **ولا بأس بالسواک الرطب والیابس فی الغداۃ والعشی عندنا الخ.** (هندیة ۱۹۹/۱، هدایة ۲۲۱/۱، بدائع الصنائع زکریا ۲٦۸/۲، شامی زکریا ۳۹۹/۳)

روزہ میں نیم کی تر مسواک کا حکم

روزہ میں نیم وغیرہ کی تر مسواک کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ **اما الرطب الاخضر فلا بأس به اتفاقاً كذا في الخلاصة.** (شامی زکریا ۳۹۹/۳)

روزہ میں سرمہ لگانا

روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ لگانا جائز ہے۔ **ولا يكره كحل.** (هندية ۱۹۹/۱، درمختار مع الشامی زکریا ۳۹۷/۳) **ولا بأس بالكحل.** (هداية ۲۲۱/۱، تاتارخانية زکریا ۳۷۹/۳)

روزہ میں آنکھ میں دوا ڈالنا

روزہ کی حالت میں ضرورت کے وقت آنکھ میں دوا ڈالنا جائز ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر چہ دوا کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو۔ **او اقطر بشيء من اللدواء في عينه لا يفسد الصوم عندنا، وان وجد طعم ذٰلك في حلقه.** (تاتارخانية زکریا ۳۷۹/۳، مراقی الفلاح ۳۶۱، جواهر الفقه ۳۷۹/۱)

روزہ میں پھول یا عطر کی خوشبو سونگھنا

روزہ کی حالت میں عطر یا پھول وغیرہ کی خوشبو سونگھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ **لا يكره للصائم شم رائحة المسك والورد ونحوه.** (مراقی الفلاح ۳۶۱، شامی زکریا ۳۶۷/۳، و مثله فی التاتارخانية زکریا ۳۸۲/۳، المحيط البرهانی کوئٹه ۵۵۶/۲)

روزہ میں بدن پر ”وکس“ لگانا

نزلہ وغیرہ کے وقت جو ”وکس“ مرہم لگایا جاتا ہے، جس کی تیز خوشبو دماغ تک پہنچتی ہے، اس کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ **ولا يتوهم أنه كشم الورد ومائه والمسك لوضوح الفرق بين هواء تطيب بريح المسك وشمه وبين جوهر دخان وصل إلى جوفه بفعله.** (حاشية الطحطاوي على الدر المختار ۴۵۰/۱، بحواله: آئینه رمضان ۷۰، کتاب الفتاویٰ ۳۹۴/۳)

روزہ میں سر یا بدن پر تیل لگانا

روزہ کے دوران سر یا بدن پر تیل لگانا مباح ہے، اس سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

او ادّهن……، **لایفطر**. (شامی زکریا ۳٦٧/۳، مجمع الانهر ٢٤٤/١، مراقی الفلاح ٣٦١، جواهر الفقه ٣٧٩/١)

روزہ کے دوران حلق میں گردوغبار چلے جانا

روزہ کی حالت میں اگر بلا اختیار گرد وغبار حلق میں داخل ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ **او دخل حلقه غبار**……، **ولو ذاكراً استحساناً**……، **لم يفطر**. (درمختار مع الشامی زکریا ٣٦٦/٣، مجمع الانهر ٢٤٥/١)

روزہ میں بلا اختیار منہ میں دھواں داخل ہو جانا

اگر روزہ دار ایسی جگہ چلا جائے جہاں دھواں پھیلا ہوا ہو اور وہ دھواں اس کے قصد وارادہ کے بغیر اس کے منہ میں داخل ہو جائے تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ **أو دخل حلقه غبار**……، **أو دخان ولو ذاكراً استحساناً**…… **لم يفطر**. (درمختار مع الشامی زکریا ٣٦٦/٣، و مثله فی الهندية ٢٠٣/١)

نــــوٹ: لیکن اگر بالقصد دھواں منہ میں داخل کیا جائے، مثلاً اگر بتی کا دھواں قصداً ناک میں چڑھایا، یا بیڑی سگریٹ پی تو یقیناً روزہ فاسد ہو جائے گا۔ **لو ادخل حلقه الدخان ای بای صورة كان الادخال حتى لو تبخر بخور فاٰواه الى نفسه واشتمه ذاكراً لصومه افطر لامكان التحرز عنه.** (شامی زکریا ٣٦٦/٣، مراقی الفلاح ٣٦١، الدر المنتقى ٢٤٥/١)

غسل کے دوران بلا ارادہ کان میں پانی چلا جانا

اگر روزہ دار کے کان میں غسل کرتے ہوئے یا بارش میں بھیگتے ہوئے یا دریا میں نہاتے ہوئے بلا اختیار کان میں پانی چلا جائے تو اس سے بالاتفاق روزہ فاسد نہ ہوگا۔ **إذا خاض الماء**

فدخل أذنه لا يفسد صومه. (فتح القدير زكريا ٣٤٧/٢، خانية ٢٠٩/١، بزازية على الهندية ٩٨/٤، تاتارخانية ٣٧٧/٣)

نوٹ: لیکن اگر بالقصد کان میں پانی ڈالا تو فقہاء کا اختلاف ہے، بعض نے فساد کو ترجیح دی ہے اور بعض نے عدمِ فساد کو مختار قرار دیا ہے؛ اس لئے بحالتِ روزہ کان میں پانی ڈالنے سے احتراز کرنا چاہئے۔ **وان صب فيه عمداً قيل يفسد صومه، والمختار انه لا يفسد فى الوجهين جميعاً.** (تاتارخانية ٣٧٧/٣) **والحاصل الاتفاق على الفطر بصب الدهن وعلى عدمه بدخول الماء واختلف التصحيح فى ادخاله.** (شامى زكريا ٣٦٧/٣)

روزہ کی حالت میں احتلام

احتلام (سوتے میں غسل کی حاجت ہوجانا) بھی مفسدِ صوم نہیں۔ **أو احتلم ......، لم يفطر.** (شامى زكريا ٣٦٧/٣، شامى بيروت ٣٢٧/٣، ومثله فى الهداية ٢١٧/١، البحر الرائق ٢٧٢/٢)

تصور کی وجہ سے انزال ہوگیا

اگر کسی شخص نے روزہ کی حالت میں بیوی سے جماع کا تصور کیا اور اسی وجہ سے انزال ہوگیا تو روزہ فاسد نہیں ہوا۔ **أو تصور فامنى لا يفسد.** (تاتارخانية ٣٨٦/٣، درمختار زكريا ٣٦٧/٣)

بدنظری کی وجہ سے انزال ہوگیا

محض کسی عورت یا تصویر کو دیکھ کر اگر انزال ہوجائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (تاہم بدنظری بہرحال گناہ ہے) **او احتلم او انزل بنظر اى لا يفطر.** (البحر الرائق ٢٧٢/٢، مجمع الانهر ٢٤٤/١، شامى زكريا ٣٦٧/٣، مراقى الفلاح ٣٦١)

روزہ میں مذی نکلنا

روزہ کی حالت میں مذی نکلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ **مس الصائم امرأته وامذى لا يفسد صومه.** (تاتارخانية زكريا ٣٨٧/٣) **فلو مذياً لا يفطر.** (الدر المنتقى ٢٤٦/١، احسن الفتاوى ٤٤١/٤)

مفسدات روزہ

اگربتی کا دھواں منہ یا ناک میں داخل کرنا

اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں اگربتی کا دھواں (یا کوئی بھی بھاپ) ناک یا منہ میں داخل کرے تو روزہ فاسد ہوجائے گا۔ **لو أدخل حلقه الدخان أی بأي صورة کان الإدخال حتی لو تبخر بخور فاٰواہ إلیٰ نفسه واشتمه ذاکراً لصومه أفطر لإمکان التحرز عنه.** (شامی زکریا ۳/ ۳۶٦، ومثله فی مراقی الفلاح ۳٦١، الدر المنتقی ١/ ٢٤٥)

روزہ کی حالت میں بھپارہ یا ''انہیلر'' کا استعمال

دوا یا پانی کی بھاپ کا بھپارہ لینے سے روزہ فاسد ہوجائے گا، یہی حکم دمہ میں تسکین کے آلہ ''انہیلر'' کا ہے۔ **لو أدخل حلقه الدخان أی بأی صورة کان الإدخال ......، أفطر لإمکان التحرز منه.** (شامی زکریا ۳/ ۳٦٦)

نوٹ: اگر کوئی دمہ کا مریض بغیر ''انہیلر'' کے استعمال کے رہ ہی نہ سکتا ہو اور بظاہر اس کا بدن صحیح سالم ہو تو وہ کیا کرے؟ اس بارے میں معاصر مفتیان کی تین رائیں ہیں:

(**الف**) ایک رائے تو یہ ہے کہ ایسا شخص مطلقاً معذور کے حکم میں ہے کہ وہ سر دست روزہ نہ رکھے اور صحت ہونے کے بعد قضا کرے یا فدیہ دے۔ برصغیر کے اکثر مفتیان اور مصر وشام کے ممتاز اور محقق علماء مثلاً ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، ڈاکٹر محمد الالفی اور شیخ محمد مختار السلامی کی رائے یہی ہے۔

(**ب**) اور دوسری رائے یہ ہے کہ ''انہیلر'' سے روزہ فاسد نہیں ہوتا؛ لہٰذا مذکورہ شخص ''انہیلر'' کے استعمال کے ساتھ روزہ رکھتا رہے، اس کا روزہ درست ہوجائے گا، بعد میں قضاء بھی لازم نہ ہوگی۔ متعدد عرب علماء، مثلاً: شیخ عبدالعزیز بن باز، شیخ محمد بن صالح العثیمین، شیخ عبداللہ بن جبرین وغیرہ کی رائے یہی ہے۔ (دیکھئے: مفطرات الصیام المعاصرۃ ۳۹-۴۴)

(ج) اور تیسری رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو ''نہیلر'' کے استعمال کے ساتھ ساتھ روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے گا؛ لیکن صحت کے بعد احتیاطاً قضا کا حکم ہوگا، اور اگر تا وفات صحت مند نہ ہو سکے تو فدیہ ادا کرے۔ اس تیسری رائے میں احتیاط زیادہ ہے۔ (مرتب)

روزہ کی حالت میں جان بوجھ کر قے کرنا

اگر روزہ کی حالت میں قصداً قے کی تو منہ بھر کر قے کرنے کی صورت میں بالاتفاق روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر منہ بھر کر نہ ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا، جب کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹے گا۔ **وإن استقاء أى طلب القئ عامداً أى متذكراً لصومه إن كان ملأ الفم فسد بالإجماع مطلقاً وإن أقل لا عند الثانى وهو الصحيح لكن ظاهر الرواية كقول محمدؒ إنه يفسد كما فى الفتح عن الكافى.**

(درمختار زكريا ٣/٣٩٣، هداية ١/٢١٨، تاتارخانية ٣/٣٧٦، تبيين الحقائق ٢/١٧٥، مراقى الفلاح ٣٦٢)

نوٹ: البتہ خود بخود بلا ارادہ قے ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

نکسیر کا خون اندر چلا گیا

اگر روزہ دار کی نکسیر پھوٹی اور اس کا خون ناک سے منہ میں آ کر حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ **إذا دخل دم رعافه حلقه فسد صومه.** (تاتارخانيه ٣/٣٨٣، ومثله فى مجمع الانهر ١/٢٤٥، خانية ١/٢١١)

روزہ کی حالت میں منہ میں پان دبا کر سو گیا

روزہ دار منہ میں پان دبا کر سو گیا اور اسی حالت میں صبح ہوگئی تو روزہ نہیں ہوا؛ اس لئے کہ سوتے وقت پان کے اجزاء تھوک کے ساتھ پیٹ میں خود چلے گئے ہوں گے؛ لہٰذا بعد میں قضاء روزہ رکھے؛ البتہ کفارہ واجب نہیں۔ **وإن أفطر خطأ كأن تمضمض فسبقه الماء أو شرب نائماً...... قضىٰ فقط.** (شامى زكريا ٣/٣٧٤، شامى بيروت ٣/٣٣٤، بهشتى زيور ٣/١٢)

کلی کرتے وقت بے اختیار حلق میں پانی چلا گیا

کلی کرتے وقت حلق میں بلا اختیار پانی چلا گیا اب اگر اس کو روزہ یاد تھا تو روزہ جاتا رہا، قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں، اور اگر روزہ یاد ہی نہیں تھا ایسی حالت میں پانی منہ میں لے لیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ **وإن تمضمض أو استنشق فدخل الماء جوفه إن كان ذاكراً لصومه فسد صومه، وعليه القضاء، وان لم يكن ذاكراً لا يفسد صومه.** (هندية، ۲۰۲/۱، تاتارخانية ۳۷۸/۳، خانية ۲۰۹/۱، شامي زكريا ۳۷٤/۳، شامي بيروت ۳۳٤/۳)

ناک یا کان میں دوا یا تیل ڈالنا

ناک یا کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، مگر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ **ومن احتقن أو استعطّ أو أقطر في أذنه دهناً أفطر ولا كفارة عليه.** (هدايه ۲۲۰/۱، ومثله فی الهندية ۲۰٤/۱، مراقی الفلاح ۳٦۷، خانية ۲۱۰/۱، مجمع الانهر ۲٤۱/۱)

نوٹ : آج کل جدید تحقیق کے مطابق کان اور دماغ میں کوئی منفذ نہیں ہے اسی لئے بعض مفتیانِ کرام نے کان میں دوا ڈالنے کو غیر مفطر قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: مفطرات الصیام المعاصرة ٦٢) لیکن قدیم فقہاء کی محتاط رائے وہی ہے جو اوپر درج ہوئی، اسی پر فتویٰ ہے۔ (مرتب)

غلطی یا دھمکی سے روزہ توڑ دینا

اگر کوئی شخص غلطی سے روزہ توڑ دے یا دھمکی دے کر کسی کا روزہ فاسد کرایا جائے تو ایسی صورت میں صرف قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں۔ **ولو أكل مكرهاً أو مخطأً عليه القضاء دون الكفارة.** (هنديه ۲۰۲/۱، خانية ۲۰۹/۱، مجمع الانهر ۲٤۱/۱)

مٹی یا پتھر کی کنکری نگلنا

پتھر کی کنکری یا بے فائدہ مٹی یا گھاس پھوس یا کاغذ کھانے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، مگر صرف قضاء لازم ہوگی۔ **ولو ابتلع حصاةً أو نواةً أو حجراً أو مدراً أو قطناً أو حشيشاً**

أو كاغذة فعليه القضاء ولا كفارة. (هنديه ٢٠٢/١، بزازية ٩٩/٤، مراقی الفلاح ٣٦٧، هداية ٢١٩/١، مجمع الانهر ٢٤٢/١، تبيين الحقائق ١٧٥/٢)

مسوڑھوں کے خون کا پیٹ میں چلا جانا

مسوڑھوں کا خون اگر اتنا زیادہ ہو کہ وہ تھوک پر غالب آجائے یا وہ تھوک کے برابر سرابر ہو، تو اس کے پیٹ میں چلے جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اور قضا لازم ہوگی۔ **أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه يعني ولم يصل إلى جوفه أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد.** (شامی زکریا ٣٦٨/٣، بیروت ٣٢٨/٣، ومثله فی فتح القدير ٣٣٣/٢) **الدم إذا خرج من الأسنان ودخل حلقه إن كانت الغلبة للبزاق لا يضره، وإن كانت الغلبة للدم يفسد صومه وإن كانا سواء أفسد أيضاً استحساناً.** (هندية ٢٠٣/١، خانية ٢٠٨/١، فتاویٰ دارالعلوم ٤١٤/٦)

روزہ کی حالت میں حقہ یا بیڑی سگریٹ پینا

روزہ کی حالت میں حقہ یا بیڑی سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔ **وبه علم حكم شرب الدخان ونظمه الشرنبلالي في شرحه على الوهبانية بقوله: ويمنع من بيع الدخان وشربه، وشاربه في الصوم لاشك يفطر.** (شامی زکریا ٣٦٦/٣، بیروت ٣٢٧/٣، ومثله فی المراقی ٣٧٠، مجمع الانهر ٢٤٥/١، فتاویٰ دارالعلوم ٤١٥/٦)

روزہ کی حالت میں مشت زنی

اگر روزے کے دوران مشت زنی سے انزال ہوگیا تو روزہ فاسد ہوگیا، بعد میں قضا لازم ہے، مگر کفارہ لازم نہیں ہے۔ (اور مشت زنی بہرحال گناہ ہے) **او استمنى بكفه ...... فانزل ...... قضى فقط.** (درمختار زکریا ٣٧٩/٣-٣٨٢)

بوس وکنار کی وجہ سے انزال ہو جانا

اگر بیوی سے بوس وکنار کی وجہ سے انزال ہوگیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں۔ **أو قبّل ولو قبلة فاحشة بأن يدغدغ أو يمص شفتيها أو لمس ولو**

بحائل لایمنع الحرارة ...... فأنزل ......، قضیٰ فی الصور کلها فقط. (شامی زکریا ۳۷۹/۳، شامی بیروت ۳۲۸/۳-۳۲۹، ومثله فی الهدایة ۲۱۷/۱، تاتارخانیة ۲۸٦/۳، هندیة ۲۰٤/۱، مجمع الانهر ۲٤٦/۱، فتاویٰ دارالعلوم ٤۱۷/٦)

احتلام کے بعد روزہ ٹوٹنے کے گمان سے افطار کر لینا

احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ لیکن اگر کسی نے غلطی سے یہ سمجھ کر کہ احتلام کی وجہ سے روزہ جاتا رہا افطار کر لیا تو کفارہ نہیں صرف قضاء لازم ہے۔ **أو أکل أو جامع ناسیاً أو احتلم أو أنزل بنظر أو ذرعه القيء فظن أنه أفطر فأکل عمداً......، قضی فی الصور کلها فقط.** (شامی زکریا ۳۷۵/۳، شامی بیروت ۳۳۵/۳، ومثله فی الهدایة ۲۲٦/۱، هندیة ۲۰٦/۱، تاتارخانیة ٤۲٤/۳، بزازیة ۱۰۱/۱، مراقی الفلاح ۳۹۸، فتاویٰ دارالعلوم ٤۲۱/٦)

سخت بیماری کے وقت روزہ افطار کر لینا

سخت بیماری کی وجہ سے اگر روزہ افطار کر لے تو اس کو صرف قضاء کرنی پڑے گی کفارہ نہیں۔ **أو مریض خاف الزیادة لمرضه ...... بغلبة الظن بامارة أو تجربة أو بإخبار طبیب حاذق مسلم مستور...... وقضوا لزوماً ما قدروا.** (شامی زکریا ٤۰۳/۳، شامی بیروت ۳٦۰/۳، ومثله فی تبیین الحقائق ۱۸۹/۲، مجمع الانهر ۲٤۸/۱، فتاویٰ دارالعلوم ٤۲۲/٦)

قصداً روزہ توڑ دیا پھر اسی دن بیمار ہو گیا

اگر کسی نے قصداً روزہ توڑ دیا پھر بیمار ہو گیا یا عورت کو حیض آ گیا تو قضاء لازم ہو گی، کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ **ثم إنما یکفر إن نوی لیلا ولم یکن مکرهاً ولم یطرأ مسقط کمرض وحیض. (وفی الشامیة) أی بعد إفطاره عمداً مقیماً ناویاً لیلاً.** (شامی زکریا ۳۹۰/۳، شامی بیروت ۳٤۸/۳) **والصحیح إذا أفطر ثم مرض مرضاً لا یستطیع معه الصوم تسقط الکفارة عندنا، کذا فی فتاویٰ قاضی خان وهو الأصح.** (هندیة ۲۰٦/۱، فتاویٰ دارالعلوم ٤۲۸/٦)

روزہ میں عورت کے ساتھ زبردستی جماع

رمضان کے روزہ میں اگر عورت کے ساتھ مرد زبردستی مجامعت کرے تو عورت پر صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔ **وإن كانت مكرهة فعليها القضاء دون الكفارة وكذا إذا كانت مكرهة في الابتداء ثم طاوعته بعد ذٰلك.** (عالمگیری ۲۰۵/۱، ومثله في المراقي ۳۶۸، خانية ۲۱۲/۱، تاتارخانية زكريا ۳۹۴/۳)

مسافر کا روزہ توڑ دینا

اگر کسی شخص نے روزہ کی حالت میں سفر شروع کیا تو اسے بلا عذر روزہ نہیں توڑنا چاہئے؛ لیکن اگر روزہ توڑ دیا تو صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ لازم نہ ہوگا۔ **فلو سافر نهاراً لا يباح له الفطر في ذٰلك اليوم وان افطر لا كفارة عليه.** (عالمگیری ۲۰۶/۱)

روزہ کی حالت میں ''انیما'' لینا

پیٹ کی صفائی کے لئے پیچھے کے راستہ سے جو دوا چڑھائی جاتی ہے (جس کو ''انیما'' کہا جاتا ہے) اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ **وإذا احتقن يفسد صومه.** (تاتارخانيه زكريا ۳۷۸/۳، هداية ۲۲۰/۱، مجمع الانهر ۲۴۱/۱، خانية ۲۱۰/۱، درمختار زكريا ۳۷۶/۳)

بواسیر کے اندرونی مسّوں پر دوا لگانا

بواسیر کے اندرونی مسوں پر مرہم یا دوا لگانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، مگر جو مسّے باہر رہتے ہیں ان پر دوا لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ **مستفاد: وفي الفتح: خرج سرمه فغسله فان قام قبل ان ينشفه فسد صومه والا فلا.** (شامی زكريا ۳۶۹/۳، ومثله في التاتارخانية زكريا ۳۸۰/۳، تبيين الحقائق ۱۸۳/۲، احسن الفتاویٰ ۴۳۰/۴، فتاویٰ دار العلوم ۴۱۱/۶)

مرد کی پیشاب کی نالی میں دوا ٹپکانا

مرد کی پیشاب کی نالی میں اگر کوئی دوا ڈالی جائے اور وہ مثانہ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ

جائے گا، اوراگر مثانہ تک نہ پہنچے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ **و اذا أقطر فی احلیله لا یفسد صومه عند أبی حنیفة ومحمد رحمهما اللّٰه ......، وهٰذا الاختلاف فیما إذا وصل المثانة وأما إذ لم یصل بأن کان فی قصبة الذکر بعد لا یفطر بالإجماع.** (هندیة ۲۰٤/۱، ومثله فی تبیین الحقائق ۱۸۳/۲، البحر الرائق ۲۸۹/۲، مراقی الفلاح ۳٦۲، تاتارخانیة زکریا ۳۷۸/۳)

عورت کی شرم گاہ میں دوا رکھنا

اگر کسی عورت کی شرم گاہ میں کوئی دوا ڈالی جائے تو فوراً اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ **لأن الاقطار فی قبل المرأة یفسد الصوم بلا خلاف علی الصحیح کذا فی غایة البیان.** (البحر الرائق زکریا ٤۸۸/۲، ومثله فی الهندیة ۲۰٤/۱، بزازیة ۹۷/٤، تاتارخانیة ۳۸۹/۳)

ڈاکٹرنی کا عورت کی شرم گاہ میں ہاتھ داخل کرنا

اگر کسی مرض کی تشخیص یا مدتِ وضع حمل کا اندازہ لگانے کے لئے لیڈی ڈاکٹر کسی عورت کی شرم گاہ میں ہاتھ ڈالے تو اس کی دوصورتیں ہیں: (۱) اگر وہ خشک ہاتھ ڈالے جس پر پانی یا دوا کا کچھ اثر نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (۲) اوراگر تر ہاتھ ڈالا یا دوا وغیرہ لگا کر ہاتھ ڈالا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ **أو أدخل اصبعه الیابسة فیه ای دبره او فرجها، ولو مبتلة فسد (درمختار) وفی الشامی: لبقاء شیءٍ من البلة فی الداخل.** (شامی زکریا ۳٦۹/۳) **ولو أدخل إصبعه فی استه أو المرأة فی فرجها لا یفسد وهو المختار إلا إذا کانت مبتلة بالماء أو الدهن فحینئذ یفسد لوصول الماء أو الدهن.** (عالمگیری ۲۰٤/۱، ومثله فی التاتارخانیة زکریا ۳۸۰/۳، تبیین الحقائق ۱۸۳/۲، طحطاوی ۳٦۱)

روزہ توڑنے کے کفارہ کے مسائل

کفارہ کب واجب ہوتا ہے؟

روزہ یاد ہونے کی حالت میں اگر کوئی مکلّف شخص رمضان میں جان بوجھ کر بلا کسی اشتباہ کے کوئی دل پسند غذا یا نفع بخش دوا کھا پی کر یا جماع کر کے روزہ کو فاسد کر دے تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔ **ومن جامع فی احد السبیلین عامداً فعلیه القضاء والکفارة، ولو اکل او شرب ما یتغذی به او یداوی به فعلیه القضاء والکفارة.** (هداية ۲۱۹/۱، ومثله فی عالمگیری ۲۰۵/۱-۲۰۶، البحر الرائق ۲۷۶/۲، تاتارخانية ۳۸۹/۳، مراقی الفلاح ۳۶۳)

کفارۂ جماع میں انزال شرط نہیں

جماع میں سپاری چھپ جائے تو قضاء وکفارہ دونوں لازم ہیں خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ **أو توارت الحشفة فی أحد السبیلین أنزل أولا...... قضی وکفر.** (شامی زکریا ۳۸۶/۳، شامی بیروت۳۴۴/۳، خانية ۲۱۲/۱، بدائع الصنائع ۲۵۳/۲)

کفارہ کیا ہے؟

رمضان کا روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ غلام یا باندی آزاد کرے، اگر یہ ممکن نہ ہو جیسا کہ آج کل کا دور ہے تو لگا تار دو مہینہ کے روزے رکھے درمیان میں ایک بھی ناغہ نہ ہو ورنہ پھر از سر نو رکھنے پڑیں گے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔ **والکفارة تحریر رقبة ...... فإن عجز عنه صام شهرین متتابعین لیس فیها یوم عید ولا أیام التشریق فإن لم یستطع الصوم أطعم ستین مسکیناً والشرط أن**

يغديهم ويعشيهم غداء وعشاء مشبعين. (نور الایضاح مع مراقی الفلاح ٣٦٦، الولوالجية ٢٢٥/١، مجمع الانهر ٢٣٩/١، البحر الرائق ٢٧٧/٢، شامی زکریا ٣٩٠/٣)

کھانا کھلانے میں تسلسل ضروری نہیں

اگر کوئی شخص ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کے ذریعہ کفارہ ادا کررہا ہے تو اس کے لئے تسلسل ضروری نہیں ہے؛ بلکہ وہ متفرق اوقات میں بھی مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ **(قوله: ولو في اوقات متفرقة) فلا يشترط اتحاد الوقت.** (طحطاوی ٦٧٠)

ایک فقیر کو ۶۰؍ دن کھانا کھلانا

اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن تک صبح شام کھانا کھلایا تو بھی کفارہ ادا ہوجائے گا۔ **جاز لو اطعم واحداً ستين يوماً (درمختار) لتجدد الحاجة.** (درمختار مع الشامی زکریا ١٤٥/٥، مراقی الفلاح ٦٧٠، هندية ٥١٤/١، تفسير قرطبی ٢٨٧/١٧)

بہت چھوٹے بچوں کو کھلانے سے کفارہ ادا نہ ہوگا

چھوٹے بچوں (جو قریب البلوغ نہ ہوں) کو کھلانے سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔ **ولا يجزئ اطعام غير المراهق.** (طحطاوی ٦٧٠/، ومثله فی الشامی زکریا ١٤٣/٥، البحر الرائق ١٠٩/٤)

عورت کے ایام حیض تسلسل میں مانع نہیں

عورت پر اگر کفارہ لازم ہوجائے تو اس کے ماہواری (ناپاکی) کے ایام عذر سمجھے جائیں گے اور ان دنوں میں روزہ نہ رکھنے سے اس کے تسلسل پر کوئی فرق نہ پڑے گا مگر پاکی کے بعد فوراً روزے مسلسل رکھنے ہوں گے، اگر تاخیر کردی تو ازسرنو پورے روزے رکھنے پڑیں گے۔ **فإن أفطر ولو بعذر غير الحيض استانف ويلزمها الوصل بعد طهرها من الحيض حتى لو لم تصل تستأنف.** (طحطاوی ٣٦٦، ومثله فی الدر المختار مع الشامی زکریا ٣٩٠/٣، البحر الرائق ٢٧٧/٢، الولوالجية ٢٢٦/١)

پسندیدہ شخص کا لعابِ دہن نگلنا

اگر کوئی دوسرے کا تھوک نگل لے تو روزہ فاسد ہو جائے گا قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں، اسی طرح اگر اپنا تھوک ہاتھ میں لے کر نگل جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا کفارہ لازم نہ ہوگا؛ لیکن اگر اپنے پسندیدہ شخص مثلاً بیوی یا قریبی دوست کا تھوک نگلا ہے تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔ **وکذا لو خرج البزاق من فمه ثم ابتلعه وكذا بزاق غيره، لانه مما يعاف منه. ولو بزاق حبيبه أو صديقه وجبت كما ذكره الحلوانى لأنه لايعافه.** (شامی زکریا ۳۸۷/۳، شامی بیروت ۳۴۵/۳، ومثله فی التاتارخانية ۳۸۳/۳، هندية ۲۰۳/۱، بزازية ۹۸/٤، الولوالجية ۲۲۳/۱، فتاویٰ دارالعلوم ۴۳۳/۶)

کچا گوشت یا کچی چربی کھانا

روزہ کی حالت میں عمداً کچا گوشت یا کچی چربی کھانے سے بھی قضاء وکفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ **وکذا اذا اکل لحماً غیر مطبوخ، او شحماً غیر مطبوخ علی المختار.** (هندية ۲۰۵/۱) **وإن أكل لحماً غير مطبوخ اختلفوا فى وجوب الكفارة والصحيح هو الوجوب......، وإن أكل لحماً غير مطبوخ عليه القضاء والكفارة.** (خانية ۲۱٤/۱، ومثله فى الولوالجية ۲۲۳/۱، شامی زکریا ۳۸۷/۳، شامی بیروت ۳۴۵/۳، فتاوی دارالعلوم ٤٤١/٦)

غیر رمضان میں روزہ توڑنے سے کفارہ لازم نہیں

غیر رمضان میں روزہ توڑنے سے صرف قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا، خواہ وہ روزہ قضا کا ہو یا نفلی ہو، دونوں کا حکم یہی ہے۔ **ولا کفارة بافساد صوم غیر رمضان کذا فی الکنز.** (هندية ۲۱٤/۱)

مستحباتِ روزہ

(۱) سورج ڈوبتے ہی نماز سے پہلے روزہ کھولنے میں جلدی کرنا۔ (۲) کھجور یا چھوارے سے افطار کرنا اس کے بعد پانی کا درجہ ہے۔ (۳) جس چیز سے روزہ افطار کیا جائے وہ طاق عدد ہو۔ (۴) افطار کرتے ہوئے دعاء ماثورہ کا پڑھنا مثلاً: اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِکَ أَفْطَرْتُ ۔(۵) کچھ نہ کچھ سحری کے وقت کھانا پینا، خواہ تھوڑا سا ہی ہو یا ایک گھونٹ پانی ہو۔(۶) اتنی تاخیر نہ کرنا کہ صبح ہونے کا اندیشہ ہونے لگے۔(۷) زبان کو بیہودہ گوئی سے باز رکھنا، اور ہر طرح کے حرام افعال مثلاً غیبت اور چغلی کرنے سے بہر حال بچتے رہنا۔ (۸) رشتہ داروں، محتاجوں اور مسکینوں کو صدقات وخیرات سے نوازنا۔(۹) حصولِ علم میں مشغول رہنا، تلاوت کرنا، درود شریف پڑھنا، ذکر الٰہی میں رات دن لگے رہنا۔(۱۰) اور اعتکاف کرنا۔ **سنن الصوم و مستحباته كثيرة: اهمها السحور ......، وتاخير السحور، وتعجيل الفطر ......، ويستحب ان يكون الافطار على رطبات، فان لم تكن فعلى تمرات ......، فمن لم يجد فليفطر على ماء فانه طهور، ويستحب ان يدعو عند الافطار ......، والاكثار من الصدقات ......، ومن اهم ما ينبغى ان يترفع عنه الصائم ويحذره: ما يحبط صومه من المعاصى الظاهرة والباطنة فيصون لسانه عن اللغو، والهذيان، والكذب، والغيبة والنميمة، والفحش والجفاء، والخصومة والمراء، ويكف جوارحه عن جميع الشهوات والمحرمات، ويشتغل بالعبادة وذكر اللّٰه وتلاوة القرآن، وهٰذا كما يقول الغزالىؒ: هو سر الصوم.** (الموسوعة الفقهية ۲۸/۲۸-۲۹)

❍❖❍

مکروہاتِ روزہ

منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا

منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا روزہ کی حالت میں مکروہ ہے اگرچہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ **لو جمع الريق قصداً ثم ابتلعه لايفسد صومه فى اصح الوجهين.** (بزازية ٩٨/٤) **وكره له جمع الريق فى الفم قصداً ثم ابتلاعه تحاشياً عن الشبهة.** (مراقى الفلاح مع الطحطاوى ٣٧٢)

روزہ میں کسی چیز کا چکھنا یا چبانا

بلا عذر کسی چیز کے چکھنے اور چبانے سے روزہ میں کراہت آجاتی ہے۔ **وكره له ذوق شئ وكذا مضغه بلا عذرٍ.** (شامی زکریا ٣٩٥/٣، شامی بیروت ٣٥٢/٣، ومثله فى المراقى ٣٧١، هداية ٢٢٠/١، البحر الرائق ٤٨٩/٢، تاتارخانية ٣٩٥/٣، مجمع الانهر ٢٤٧/١، بدائع الصنائع ٢٦٩/٢)

نوٹ: یہ کراہت عدم عذر پر موقوف ہے لہٰذا اگر کوئی عذر ہو مثلاً کسی عورت کا شوہر بدمزاج ہے اور کھانا خراب ہونے پر اس کے غصہ ہونے کا اندیشہ ہے تو اسے کھانے کا نمک زبان پر رکھ کر چکھنے کی اجازت ہوگی اور ایسی صورت میں روزہ مکروہ نہ ہوگا، اسی طرح اگر چھوٹے بچہ کو روٹی چبا کر کھلانے کی ضرورت ہو اور روزہ دار عورت کے علاوہ وہاں کوئی اس ضرورت کو پورا کرنے والا نہ ہو تو وہ اسے چبا کر دے سکتی ہے لیکن یہ خیال رہے کہ چکھنے یا چبانے میں کوئی حصہ حلق کے نیچے نہ اترے ورنہ روزہ جاتا رہے گا۔ **وكذا مضغه بلاعذر قيد فيهما قاله العينى ككون زوجها أو سيدها سئ الخلق فذاقت (وفى الشامية) ومن العذر فى الثانى أن لا تجد من يمضغ لصبيها من حائض أو نفساء أو غيرهما ممن لايصوم ولم تجد طبيخاً.**

(شامی زکریا ٣٩٥/٣، شامی بیروت ٣٥٢/٣)

ٹوتھ پیسٹ یا منجن استعمال کرنا

روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا کوئلہ یا کوئی منجن دانتوں میں ملنا یا عورت کا اس طرح ہونٹ پر سرخی لگانا کہ اس کے پیٹ میں چلے جانے کا اندیشہ ہو مکروہ ہے۔ **وكره لـه ذوق شيءٍ وكـذا مضـغـه (وفـي الشامية) الظاهر أن الكراهة في هذه الأشياء تنزيهية.**

(شامی زکریا ۳۹۵/۳، شامی بیروت ۳۵۲/۳، فتاوی دارالعلوم ٤٠٤/٦)

بیوی سے دل لگی کرنا

روزہ میں بیوی سے دل لگی کرنا مکروہ ہے جب کہ جماع یا انزال کا خوف ہو۔ **وكـره قبلة ومـس ومـعانقة ومباشرة فاحشة إن لم يأمن المفسد وإن أمن لابأس.** (در مختار مع الشـامـی زکـریـا ۳۹٦/۳، شـامـی بیـروت ۳٥۳/۳، ومثـله في الطحطاوی جدید ٦٨٠، هداية ۲۱۷/۱، تاتارخانية ۳۹۹/۳، مجمع الانهر ۲٤٧/۱، الولوالجية ۲۲۷/۱)

روزہ کی حالت میں قصداً تھکا دینے والے اعمال انجام دینا

ہر ایسا کام جس سے اس قدر ضعف کا اندیشہ ہو کہ روزہ توڑنا پڑجائے مکروہ ہے۔ **لا يـجوز أن يـعـمـل عـملاً يـصل بـه إلى الضعف.** (در مختـار مع الشـامی زکریـا ٤٠٠/۳، شـامی بیروت ۳٥۷/۳، تاتارخانية ٤٠٦/۳، مراقی الفلاح ۳۷۲)

بحالتِ روزہ گناہ کرنا

روزہ کی حالت میں ہر گناہ کا کام خواہ قولی ہو یا فعلی روزہ کو مکروہ بنادیتا ہے۔ **أن الـنبـي ﷺ قـال: مَـنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ بِأَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ.**

(ترمذی شریف ۱٥٠/۱، بخاری شریف ۲٥٥/۱، مشکوٰۃ شریف ۱۷٦)

کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا

ناک میں پانی چڑھانے اور کلی کرنے میں مبالغہ کرنے سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے۔ **فـي**

الحديث: وبالغ فی الاستنشاق الا ان تکون صائماً. (ترمذی شریف ۱۶۳/۱، ابو داؤد شریف ۳۲۲/۱) **وتکره له المبالغة فی المضمضة والاستنشاق.** (هندیه ۱۹۹/۱، تاتارخانیة زکریا ۳۹۵/۳)

عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا

بیوی کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا مکروہ ہے؛ البتہ اگر شوہر بیمار ہے یا وہ بھی روزہ سے ہے یا حالتِ احرام میں ہے تو مکروہ نہیں۔ **ویکره أن تصوم المرأة تطوعاً بغیر إذن زوجها إلا أن یکون مریضاً أو صائماً أو محرماً بحج أو عمرةٍ.** (هندیه ۲۰۱/۱، طحطاوی ۳۷۱، درمختار مع الشامی زکریا ۴۱۵/۳، تاتارخانیة ۴۶۵/۳، الولوالجیة ۲۲۹/۱)

وہ اعذار جن کی وجہ سے افطار جائز ہے

جان کے خطرہ یا بیماری میں اضافہ کے اندیشہ سے روزہ توڑنا

اچانک ایسی صورت پیش آجائے کہ اگر روزہ نہ توڑے گا تو جان خطرہ میں ہوجائے گی یا بیماری بڑھ جائے گی تو روزہ توڑ دینا جائز ہے، صحت یاب ہونے کے بعد قضا کرلے۔ **المریض إذا خاف علی نفسه التلف أو ذهاب عضو یفطر بالإجماع وإن خاف زیادة العلة وامتداده فکذلک عندنا وعلیه القضاء إذا أفطر.** (هندیه ۲۰۷/۱، تاتارخانیة زکریا ۴۰۳/۳، مجمع الانهر ۲۴۸/۱، هدایة ۲۲۱/۱، تبیین الحقائق زکریا ۱۸۹/۲، بهشتی زیور ۱۷/۳)

حاملہ عورت کے لئے گنجائش

حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آگئی کہ جس سے اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا خطرہ ہے تو

اس کے لئے روزہ توڑ دینا جائز ہے۔ **والحامل والمرضع إذا خافتا علی أنفسهما أو ولدهما أفطرتا وقضتا ولا کفارة علیهما.** (هندیه ۱/ ۲۰۷، تاتارخانیة زکریا ۳/ ٤٠٤، درمختار زکریا ۳/ ٤٠٣، هدایة ۱/ ۲۲۲، بهشتی زیور ۳/ ۱۷)

دودھ پلانے والی عورت کے لئے سہولت

اگر دودھ پلانے والی عورت کو اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے شیر خوار بچہ ہلاک ہوجائے گا یا عورت بوجہ ضعف کے ہلاک ہوجائے گی، تو اس صورت میں رمضان میں روزہ افطار کرے اور بعد میں قضاء کرلے۔ **أو حامل أو مرضع خافت بغلبة الظن علی نفسها أو ولدها الخ.** (شامی زکریا ۳/ ٤٠٣، شامی بیروت ۳/ ۳۵۹) **والحامل والمرضع إذا خافتا علی أنفسهما أو ولدهما أفطرتا وقضتا ولا کفارة علیهما.** (هندیة ۱/ ۲۰۷، تاتارخانیة ۳/ ٤٠٤، فتاوی دارالعلوم ٦/ ٤٦٤)

بھوک پیاس سے بے تاب ہونا

کسی عمل کی وجہ سے بے حد بھوک یا پیاس لگ گئی اور اتنا بے تاب ہوگیا کہ اب جان کا خوف ہے تو روزہ توڑ دینا درست ہے لیکن اگر خود قصداً اس نے اتنا کام کیا جس کی وجہ سے ایسی حالت ہوگئی تو گنہگار ہوگا۔ **الاعذار التی تبیح الافطار ......، ومنها العطش والجوع کذٰلک اذا خیف منهما الهلاک او نقصان العقل.** (هندیة ۱/ ۲۰٦، تبیین الحقائق ۲/ ۱۸۹)

باب الاعتکاف

(اعتکاف کے ضروری مسائل)

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی:

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○

(البقرة: ۱۲۵)

ترجمہ: ''اور ہم نے ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کو حکم دیا کہ وہ دونوں میرے گھر کو پاک وصاف کریں طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے''۔

عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

مَنْ مَشٰى فِىْ حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ خَيْراً لَهٗ مِنْ اِعْتِكَافِ عَشَرِ سِنِيْنَ، وَمَنِ اعْتَكَفَ يَوْماً ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ، كُلُّ خَنْدَقٍ اَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ. (رواه الطبرانی والحاكم باسناد جيد)

(المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح ۱۸۷، مجمع الزوائد ۱۹۲/۸)

ترجمہ: ''جو شخص اپنے بھائی کی کسی ضرورت کو پوری کرنے کے لئے چل کر جائے تو یہ عمل اس کے لئے دس سال کے (نفلی) اعتکاف سے زیادہ موجبِ اجر وثواب ہوگا، اور جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرمادیتے ہیں، جن میں سے ہر خندق کی چوڑائی زمین وآسمان کے فاصلہ کے برابر ہے''۔

□□□

مسائلِ اعتکاف

اعتکاف کیا ہے؟

دنیوی کاروبار، معاشی الجھنوں اور ذاتی مصروفیات میں الجھ کر انسان اپنے مقصدِ تخلیق سے غافل ہوجاتا ہے، شیطانی اثرات اس کے دل ودماغ پر اس طرح چھا جاتے ہیں کہ اسے کچھ اور سوچنے اور غور کرنے کی سدھ ہی نہیں رہتی، رفتہ رفتہ یہ غفلت اتنی بڑھتی ہے کہ نماز کے لئے مسجد میں کچھ دیر کے لئے جانے اور روزہ زکاۃ وغیرہ عبادتوں کی انجام دہی سے بھی وہ ختم نہیں ہو پاتی، نماز دنیوی خیالات میں گذرتی ہے، اور روزہ لایعنی فضول باتوں کی نذر ہوجاتا ہے۔ یہ صورتِ حال زندہ دلانِ امت کے لئے سوہانِ روح اور عاشقانِ توحید کے لئے درد وکرب کا سامان بن جاتی ہے۔ مالک الملک کا شاہانہ جاہ وجلال جہاں اس کے دربار میں آپڑے رہنے سے مانع ہوتا ہے وہیں ارحم الراحمین کی رحمتِ بیکراں فکر مندوں کے لئے امید کے دیے جلاتی ہے، اور بیم ورجاء کے عالم میں غفلت کی وادیوں میں چکر لگانے والا انسان اپنے حقیقی آقا کے دربار میں زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے فروکش ہوجاتا ہے:

پھر جی میں ہے کہ در پہ اسی کے پڑا رہوں ❖ سرزیرِ بارِ منت درباں کئے ہوئے

اسی جذبہ، اسی عشق، اسی امید اور منت شناسی کا نام اعتکاف ہے۔

اعتکاف کی اہمیت وفضیلت

واقعہ یہ ہے کہ رمضان المبارک کے متبرک ومسعود اوقات کی قدر اعتکاف کے بغیر کامل طور پر نہیں ہوسکتی، آدمی کتنا ہی شوقین ہو کسی کام میں مستقل مشغول رہنے کے باعث طبیعت میں فطری اکتاہٹ پیدا ہو ہی جاتی ہے، اور عبادت کا تسلسل موقوف ہو جاتا ہے لیکن اعتکاف ایسی عبادت ہے کہ معتکف اگر مسجد میں خالی بھی بیٹھا رہے پھر بھی عبادت گذاروں میں شمار ہوتا ہے اور معتکف کا کوئی لمحہ ضائع نہیں ہوتا اور مسجد میں بیٹھے بیٹھے اسے بے شمار اعمالِ صالحہ کا ثواب ملتا رہتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: ’’معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اسے (ان) تمام نیکیوں کا (جنہیں وہ اعتکاف کے

سبب انجام نہیں دے سکتا) اتنا ہی بدلہ عطا کیا جاتا ہے جتنا نیکیاں کرنے والے کو ملتا ہے‘‘۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ فِی الْمُعْتَکِفِ ھُوَ یَعْتَکِفُ الذُّنُوْبَ وَ یُجْزیٰ لَہٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ کَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ کُلِّھَا. (مشکوٰۃ شریف ۱/۱۸۳)

ایک دوسری روایت میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ رب العزت کی خوشنودی کی تلاش میں ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین ایسی بڑی خندقیں حائل فرما دیتے ہیں جو دنیا جہان سے زیادہ چوڑی اور وسیع ہیں۔ وَمَنِ اعْتَکَفَ یَوْماً اِبْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ جَعَلَ اللّٰہُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّارِ ثَلٰثَ خَنَادِقَ اَبْعَدَ مَابَیْنَ الْخَافِقَیْنِ. (الترغیب و الترھیب ۲/۹۶)

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف

رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کے سلسلہ میں روایات شاہد ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حکم ملنے کے بعد کبھی اس کا ناغہ نہیں فرمایا، اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جس شخص نے رمضان المبارک کے دس دنوں کا اعتکاف کیا اس کو دو حج اور دو عمرہ کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ مَنِ اعْتَکَفَ عَشْراً فِیْ رَمَضَانَ کَانَ کَحَجَّتَیْنِ وَ عُمْرَتَیْنِ. (الترغیب و الترھیب ۲/۹۶)

دیکھئے! کتنی معمولی قربانی پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کس قدر عظیم نعمتوں کا وعدہ کیا جارہا ہے۔ آج کسی شخص کو اگر کسی لیڈر اور حکمراں کی کوٹھی پر چند دن رہنے کی اجازت مل جائے تو وہ اسے بہت ہی فخر کی چیز سمجھتا ہے اور جگہ جگہ اس کو عظیم عزت افزائی جان کر اتراتا پھرتا ہے، تو اگر دنیا کے ان حکام کے دربار کی حاضری اور وہاں قیام موجبِ عزت ہے تو کیا مالک الملک شہنشاہِ عالم کے در پر جا کے پڑے رہنا باعثِ عزت اور قابلِ فخر نہیں؟ پھر یہ دیکھیں کہ اس چند روزہ ماحول میں رہ کر ہماری طبعیت میں کتنی بشاشت اور روحانی فرحت پیدا ہوتی ہے اور کس طرح ایمان کی زیادتی محسوس طور پر معلوم ہوتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اعتکاف سے ماہِ مبارک کا لطف دوبالا ہوجاتا ہے، اور اس کے ذریعہ شبِ قدر میں عبادت کی سعادت یقینی طور پر حاصل ہوجاتی ہے۔

عام معاشرہ میں اعتکاف سے بے رغبتی

ان تمام فوائد کے باوجود غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آج ہمارا عام معاشرہ اس عبادت سے محروم ہوتا جارہا ہے، رمضان المبارک میں جماعت کی نمازوں اور تراویح وغیرہ کا تو ماشاءاللہ کچھ اہتمام ہو بھی جاتا ہے، لیکن سنتِ اعتکاف کی ادائیگی کی طرف رجحان بہت کم دکھائی دیتا ہے، اور اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم عید کی تیاریوں میں اتنا وقت لگانا چاہتے ہیں کہ کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اعتکاف کی وجہ

سے سارے ارمان پورے نہ ہوسکیں گے، تجارت پیشہ لوگ تو اعتکاف کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے اس لئے کہ یہی ان کی سال بھر کی کمائی کا وقت ہے، تو دنیا کی کمائی سے محرومی کا اتنا خیال ہے مگر اس رمضان کے سیزن میں رحمتِ خداوندی کے حصول میں جو کمی رہ جاتی ہے اس کا کوئی احساس نہیں؟ ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ سب لوگ ایک ساتھ اعتکاف کرلیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ہر گھرانے والے اس طرح کا نظام بنائیں کہ ان کے گھر کا ایک فرد اعتکاف کیا کرے اگر تین بھائی ہیں تو ایک اعتکاف کرے اور بقیہ بھائی اس کی خبر گیری کریں، اگر دوکان پر کئی لوگ بیٹھنے والے ہیں تو ایک آدمی کو ہر سال اعتکاف کے لئے متعین کردیں، انشاء اللہ تعالیٰ اس طریقہ سے اس عبادت کی قدر پیدا ہوگی اور اس کے اثرات پورے گھرانے میں محسوس کئے جائیں گے، خاص کر نوجوانوں کو اس عبادت کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، اعتکاف ان کے لئے ماہِ مبارک میں بے شمار گناہوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بنے گا، اور ان کو دینی تربیت کا موقع میسر آئے گا، عشرۂ اخیرہ سے پہلے مساجد میں اعتکاف کے لئے باقاعدہ تشکیل ہونی چاہئے تاکہ اس عظیم عبادت کی طرف عمومی رجحان ہو اور مسجدیں اعتکاف کرنے والوں سے معمور ہوجائیں۔ اللہ رب العزت ہمیں خصوصی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

ذیل میں اعتکاف سے متعلق چند اہم مسائل ذکر کئے جاتے ہیں:

مسنون اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مردوں کے لئے مسجد جماعت میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایۃ ہے۔ **والاعتكاف المطلوب شرعاً على ثلاثة أقسام……، وسنة كفاية مؤكدة في العشر الأخير من رمضان الخ.** (مراقی الفلاح علی الطحطاوی ۳۸۲، هداية ۲۲۹/۱، هندية ۲۱۱/۱، درمختار مع الشامی زکریا ۴۳۰/۳)

ہر آبادی میں اعتکاف

ہر آبادی میں کم از کم کسی ایک شخص کا اعتکاف کرنا سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اگر کسی ایک شخص نے بھی یہ سنت ادا نہیں کی تو پوری آبادی والے تارک سنت ہوں گے، اور اگر آبادی کی کسی بھی مسجد میں ایک شخص بھی اعتکاف کرلے گا تو ساری بستی والوں کی طرف سے سنت کی ادائیگی ہوجائے گی، لیکن بہتر یہ ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف کا اہتمام کیا جائے، کیوں کہ بعض علماء نے ہر محلّہ

والوں کے لئے اعتکاف کوسنت قرار دیا ہے۔(دیکھئے احسن الفتاوی ۴/۴۹۸) **وقيل سنة على الكفاية حتى لو ترك أهل بلدة بأسرهم يلحقهم الاسائة وإلا فلا كالتاذين.**

(مجمع الأنهر جديد ۱/۳۷٦، قديم ۱/۲۵۵، شامی زکريا ۳/۴۳۰)

واجب اعتکاف

اعتکاف کی عبادت اصلاً سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے؛ لیکن درج ذیل تین صورتوں میں حتمی طور پر اس کا وجوب ہو جاتا ہے:

(۱) کوئی شخص زبان سے یہ کہہ دے کہ اللہ کے لئے میرے او پر مثلاً اتنے دن کا اعتکاف لازم ہے۔

(۲) یا یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اتنے دن اعتکاف کروں گا، تو اس کام کے ہونے پر اس پر اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

(۳) جو مسنون اعتکاف نیت کر کے شروع کر دیا گیا ہو تو شروع کرنے سے وہ واجب ہو جاتا ہے اور اسے پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

الاعتكاف سنة مشروعة يجب بالنذر والتعليق بالشرط والشروع فيه اعتباراً بسائر العبادات. (خانية ۱/۲۲۱، ومثله فى الدر المختار ۳/۴۳۰) **وانما يصير واجباً بأحد امرين: احدهما قول: وهو النذر المطلق بان يقول: لله علي ان اعتكف يوماً او شهراً او نحو ذلك ......، والثاني فعل: وهو الشروع، لان الشروع فى التطوع ملزم عندنا كالنذر.** (بدائع الصنائع زكريا ۲/۲۷۳، هندية ۱/۲۱۱، البحر الرائق كراچی ۲/۲۹۹، تاتارخانية زكريا ۳/۴۴۲)

واجب اور مسنون اعتکاف کے صحیح ہونے کی شرائط

واجب اور مسنون اعتکاف اسی وقت صحیح اور معتبر ہوگا جب کہ اس میں درج ذیل شرائط پائی جائیں:

(۱) مسلمان ہونا (لہٰذا کافر کا اعتکاف معتبر نہیں)

(۲) عاقل و بالغ ہونا (لہٰذا پاگل اور بچہ کا اعتکاف معتبر نہیں)

(۳) نیت ہونا (لہٰذا بلا نیت مسجد میں ٹھہرنا اعتکاف نہیں کہلائے گا)

(۴) مرد کا ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جس میں پنجوقتہ نماز با جماعت کے لئے امام ومؤذن با قاعدہ موجود ہوں (لہٰذا ویران مسجد میں تنہا اعتکاف معتبر نہ ہوگا)

(۵) معتکف کا روزہ دار ہونا (لہٰذا بغیر روزہ کے واجب اور مسنون اعتکاف معتبر نہ سمجھا جائے گا)

(۶) معتکف کا جنابت اور حیض ونفاس سے پاک ہونا (لہٰذا حدثِ اکبر کے ساتھ مسجد میں اعتکاف کرنا ہرگز درست نہ ہوگا) **اما شروطه فمنها النية ......، ومنها مسجد الجماعة فيصح في كل مسجد له أذان وإقامة هو الصحيح......، والصوم وهو شرط الواجب منه والاسلام والعقل والطهارة عن الجنابة والحيض والنفاس.** (هندية ۲۱۱/۱، مراقی الفلاح ۳۸۱-۳۸۲، البحر الرائق کراچی ۲/۲۹۹، تبیین الحقائق ۲/۲۲۲) **هو لبث ذكر ولو مميزاً في مسجد جماعة هو ماله امام ومؤذن أديت فيه الخمس أو لا.**

(درمختار زكريا ۳/۴۲۹)

معتکف کے لئے کن اعذار کی بنا پر مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے؟

معتکف درج ذیل تین طرح کے اعذار کی بنا پر مسجد سے باہر جا سکتا ہے:

(۱) طبعی ضرورت: مثلاً بول وبراز وغیرہ۔

(۲) شرعی ضرورت: مثلاً اس کی مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو تو دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے جانا۔

(۳) اضطراری ضرورت: مثلاً مسجد منہدم ہوجانا، یا کسی ظالم کا معتکف کو مسجد سے زبردستی نکال دینا وغیرہ (استحساناً)۔

وحرم عليه الخروج إلا لحاجة الإنسان طبعية كبول وغائط وغسل لو

احتلم......، والجمعة وقت الزوال......، لكن في النهر وغيره جعل عدم الفساد لانهدامه ولبطلان جماعته واخراجه كرهاً استحساناً. (درمختار مع الشامي بيروت ۳/۳۸٦-۳۹۰، هندية ۱/۲۱۲)

طبعی ضرورت کے لئے معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا

طبعی ضرورت مثلاً پیشاب، پاخانہ، ازالۂ نجاست، غسل جنابت اور واجب وضو کے لئے اعتکاف کی حالت میں مسجد سے باہر جانا درست ہے۔ **وحرم عليه أي على المعتكف اعتكافاً واجباً......، الخروج إلا لحاجة الإنسان طبيعية كبول وغائط وغسل لو احتلم ولا يمكنه الاغتسال في المسجد الخ.** (در مختار زکریا ۲/٤۳٤-٤۳٥، کوئٹہ ۱/٤۳۲، تبيين الحقائق ۲/۲۲٦، مراقي الفلاح ۳۸۳، هندية ۱/۲۱۲، خانية ۱/۲۲۱)

استنجاء کے لئے معتکف کا گھر جانا

معتکف اگر قضائے حاجت کے لئے مسجد کے قریب بیت الخلاء چھوڑ کر اپنے (یا کسی عزیز کے) گھر جائے تو اس کی وجہ سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ **وينبغي أن يخرج على القولين ما لو ترك بيت الخلاء للمسجد القريب واتى بيته ......، لان الانسان قد لا يألف غير بيته، "رحمتي". فاذا كان لا يألف غيره بان لا يتيسر له الا في بيته فلا يبعد الجواز بلاخلاف.** (شامي بيروت ۳/۳۸۷)

معتکف کا استنجاء کے بعد استبراء کے لئے ٹہلنا

اگر معتکف کو پیشاب کے بعد قطرات آنے کا اندیشہ رہتا ہے اور وہ اطمینان حاصل کرنے کے لئے کچھ دیر ٹہل کر مٹی کا ڈھیلا یا جاذب (ٹشو پیپر) استعمال کرتا ہے تو بحالتِ اعتکاف ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ طبعی ضرورت میں داخل ہے۔ **بان الاولىٰ تفسيرها بالطهارة ومقدماتها ليدخل الاستنجاء والوضوء الخ.** (شامي زكريا ۲/٤۳٥)

معتکف کا قضائے حاجت کے لئے آتے جاتے سلام کلام کرنا

اگر معتکف قضائے حاجت یا شرعی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر جائے تو آتے جاتے چلتے ہوئے کسی سے سلام کلام کرنے سے اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا؛ البتہ اگر کھڑے کھڑے ٹھہر کر باتیں کرنے لگا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ **مستفاد: لو خرج لحاجة الانسان ثم ذهب لعيادة المريض أو لصلاة الجنازة من غير أن يكون لذٰلك قصد فإنه جائز، بخلاف ما إذا خرج لحاجة الانسان ومكث بعد فراغه انه ينتقض اعتكافه عند أبي حنيفةؒ قل أو كثر.** (البحر الرائق کراچی ۳۰۲/۲)

ضرورت کے وقت کھانا کھانے کے لئے معتکف کا گھر جانا

اگر معتکف کے گھر سے یا کسی اور جگہ سے کھانا وغیرہ آنے کا کوئی نظم نہیں ہے تو وہ حسبِ ضرورت غروب کے بعد کھانا کھانے کے لئے اپنے گھر جاسکتا ہے اس لئے کہ یہ بھی طبعی ضرورت میں داخل ہے۔ **وقيل: يخرج بعد الغروب للاكل والشرب. قال في البحر: ينبغي حمله على ما إذا لم يجد من ياتي لهٗ فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية.**

(طحطاوی علی المراقی ۳۸٤، البحر الرائق ۳۰۳/۲، شامی زکریا ٤٤٠/۳، تاتارخانية زكريا ٤٤٥/۳)

حرمین شریفین میں معتکفین کا کھانے کے لئے باہر نکلنا؟

حرمین شریفین میں کھانے کا سامان اندر لانے کی اجازت نہیں ہوتی؛ لہٰذا رمضان المبارک میں وہاں اعتکاف کی سعادت حاصل کرنے والے حضرات اگر مغرب کے بعد قریبی ہوٹل پر جا کر کھانا کھا آئیں یا باہری صحن میں نکل کر کھانا کھائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ طبعی ضرورت میں داخل ہے؛ البتہ کھانے کے بعد وہاں بیٹھے نہ رہیں؛ بلکہ فارغ ہوکر فوراً مسجد میں آجائیں۔ **وقيل: يخرج بعد الغروب للاكل والشرب. قال في البحر: ينبغي حمله على ما إذا لم يجد من ياتي لهٗ فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية.** (طحطاوی علی

المراقی ٤ ٣٨، البحر الرائق ٣/٢ ٣٠، شامی زکریا ٣/ ٤٤٠، تاتارخانیة زکریا ٣/ ٤٤٥، آئینۂ رمضان ٢٩٩)

مسجدِ نبوی کے معتکفین کا صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا؟

مسجد نبوی میں بھیڑ کے اوقات میں حکومت کی طرف سے صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے لئے یہ نظام رہتا ہے کہ لوگ باب السلام سے داخل ہوتے ہیں، اور باب البقیع سے باہر نکلتے ہیں، اور اس وقت اس نظام کی خلاف ورزی کسی کے لئے ممکن نہیں رہتی؛ لہٰذا مسجد نبوی کے معتکفین پر لازم ہے کہ وہ صلوٰۃ وسلام کے لئے مسجد کی حدود سے باہر نہ جائیں؛ بلکہ ایسے وقت میں سلام کے لئے حاضری کا اہتمام رکھیں، جب کہ مسجد سے باہر نہ جانا پڑے، مثلاً: اشراق کے بعد، یا عصر کے ایک گھنٹہ کے بعد یا تراویح کے ایک گھنٹے کے بعد، وغیرہ۔ **فإذا خرج من المسجد ولو ناسیاً ساعةً بلا عذر، فسد اعتکافه عند الامام؛ لوجود المنافي ولو قلیلاً.** (مجمع الانهر ١/ ٣١٥، آئینه رمضان ٢٩٨)

نوٹ:- واضح ہو کہ مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کے باہری صحن مسجد شرعی میں داخل نہیں ہیں۔

کیا معتکف بیڑی پینے کے لئے باہر جا سکتا ہے؟

بیڑی وغیرہ پینے کا عادی شخص استنجاء وغیرہ کے لئے مسجد سے باہر نکلتے وقت اس ضرورت کو پورا کرلے خاص اسی ضرورت سے مسجد سے باہر نہ جائے الا یہ کہ اضطراری حالت ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۴۶۱، فتاویٰ رحیمیہ ۲۰۲/۵، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۲۳۹/۱۰، میرٹھ ۳۱۶/۱۵)

معتکف کا بدن کی صفائی یا ٹھنڈک کے لئے غسل کرنا

اگر مسجد شرعی کی حد میں رہتے ہوئے غسل کا ایسا انتظام ہو کہ مسجد غسل کے پانی سے ملوث نہ ہو تو معتکف کے لئے مسجد میں ہر طرح کا غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر مسجد میں غسل کا

ایسا انتظام نہ ہوتو واجب غسل کے لئے مسجد سے باہر نکلنا بالاتفاق جائز ہے؛ البتہ غیر واجب غسل مثلاً بدن کی صفائی یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے اگر مسجد سے باہر جائے گا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (تاہم اگر بول وبراز کی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر نکلا اور وہیں بہ عجلت بدن پر پانی بہالیا تو اعتکاف میں کوئی فرق نہیں آئے گا) **فلو أمكنه من غير ان يتلوث المسجد فلا بأس به بدائع، اى بان كان فيه بركة ماء او موضع معد للطهارة او اغتسل فى اناء بحيث لا يصيب المسجد الماء المستعمل. قال فى البدائع: فان كان بحيث يتلوث بالماء المستعمل يمنع منه، لان تنظيف المسجد واجب.** (شامى زكريا ٤٣٥/٣، بدائع الصنائع زكريا ٢٨٧/٢، حاشية الشلبى على التبيين ٢٢٩/٢، تاتارخانية ٤٤٥/٣، طحطاوى ٣٨٤، هندية ٢١٣/١، فتاوىٰ محموديه ميرٹھ ٢٧٧/١٥)

نوٹ: اور صاحبینؒ کے نزدیک چونکہ کچھ دیر کے واسطے مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، بریں بنا جو شخص روزانہ غسل کا عادی ہو کہ اسے غسل کے بغیر چین ہی نہ آتا ہو اور گویا غسل اس کی ضرورت طبعی بن گیا ہو تو اس کے لئے صاحبینؒ کے قول پر عمل کی گنجائش ہونی چاہئے۔ (مرتب)

جمعہ کے غسل مسنون کے لئے مسجد سے باہر جانا

عام فقہی کتابوں اور فتاویٰ میں تو یہی بات لکھی ہے کہ غیر واجب غسل کے لئے مسجد سے باہر نکلنا معتکف کے لئے درست نہیں ہے، اور غیر واجب غسل میں جمعہ کا غسل مسنون بھی داخل ہے؛ لیکن بعض فقہی عبارتوں سے جمعہ کے غسل کے لئے معتکف کو مسجد سے باہر نکلنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے (اس لئے ضرورت اور تقاضے کے وقت اس روایت پر عمل کی گنجائش ہے) (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵۰۲/۴) **وقال فى التاتارخانية: ويخرج للوضوء والاغتسال فرضاً كان أو نفلاً.** (تاتارخانية ٤٤٦/٣)

معتکف کا ریح خارج کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا

مسجد میں معتکف کا ریاح خارج کرنا یقیناً بے ادبی ہے، تاہم بحث یہ ہے کہ جب اخراجِ

ریح کی ضرورت ہو تو وہ مسجد میں رہے گا یا اس مقصد کے لئے مسجد سے باہر جائے گا؟ تو اس سلسلہ میں جزئیات دونوں طرح کے ہیں، بعض جزئیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں خروج ریح میں کوئی حرج نہیں، اور بعض میں یہ کہا گیا ہے کہ جب اسے ضرورت ہو تو مسجد سے باہر جایا کرے۔ **وكذا لا يخرج فيه الريح من الدبر كذا في الاشباه، واختلف فيه السلف: فقيل: لا بأس، وقيل يخرج اذا احتاج اليه وهو الاصح.** (شامی زکریا ۲/ ٤٢٩) **عن جابر** رضی اللہ عنہ **قال: قال رسول الله** ﷺ: **"من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدا، فان الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الأنس".** (متفق عليه، مشكوٰة شريف ٦٨)

نوٹ: راقم مرتب کے نزدیک دونوں طرح کے جزئیات میں تطبیق کی شکل یہ ہے کہ اگر ریاح بدبو دار ہو تو اس کو خارج کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا چاہئے اور اگر ریاح بدبو دار نہ ہو تو مسجد میں رہتے ہوئے بھی اخراج ریح کی گنجائش ہے۔ (مرتب)

بحالتِ اعتکاف احتلام ہوجانا

اگر معتکف کو احتلام کی صورت پیش آجائے تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا؛ تاہم اسے چاہئے کہ فوراً مسجد سے باہر جاکر طہارت حاصل کرلے۔ **ولو احتلم المعتكف لا يفسد اعتكافه.** (بدائع الصنائع زكريا ٢/ ٢٨٧، فتح القدير ٢/ ٣٩٦، بنايه ٤/ ١٣٣) **ثم إن أمكنه الاغتسال في المسجد من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به وإلا فيخرج ويغتسل ويعود إلى المسجد.** (هندية ١/ ٢١٣)

احتلام کے بعد مسجد سے نکلنے کا موقع نہ ہو؟

معتکف شخص کو احتلام ہوجائے اور سردست مسجد سے نکلنے کا کسی عذر کی وجہ سے موقع نہ ہو تو وہ فوری طور پر تیمّم کرلے اور جب تک باہر جانے کی سہولت ہو وہیں ٹھہرا رہے۔ **ولو كان نائماً فيه فاحتلم والماء خارجه وخشي من الخروج يتيمم وينام فيه الى أن يمكنه**

الخروج. (شامی زکریا ۴۱۰/۱)

معتکف کا ڈاکٹر کو دکھانے کے لئے جانا

اگر معتکف شخص بیمار ہو اور اسے مسجد سے باہر جاکر ڈاکٹر کو دکھانے کی ضرورت ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس مقصد سے مسجد سے باہر جانے سے اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا؛ لیکن عذر کی بناپر گناہ نہ ہوگا۔ **إذا خرج ساعة بعذر المرض فسد اعتكافه.** (هندية ۲۱۲/۱) **وعلل في الخانية المرض لانه لا يغلب وقوعه فلم يصر مستثنى عن الايجاب فافاد الفساد في الكل......، الا أنه لا يأثم كما في المرض الخ.** (شامی زکریا ۴۳۸/۳) **وكذا إذا خرج ساعة بعذر المرض إلا أنه لا يأثم.** (تاتارخانية زكريا ۴۴۶/۳)

اضطراری حالات میں مسجد سے باہر نکلنا

اگر درج ذیل حادثات پیش آجائیں تو معتکف کے لئے اضطراری طور پر مسجد سے نکلنا درست ہے، ایسی صورت میں وہ فوراً دوسری مسجد کی طرف منتقل ہوجائے، اس سے اس کا اعتکاف بدستور باقی رہے گا، وہ امور یہ ہیں:

(۱) مسجد کی عمارت منہدم ہونے لگے۔

(۲) مسجد کے اردگرد آباد لوگ سب وہاں سے چلے جائیں اور مسجد میں باجماعت نماز موقوف ہوجائے۔

(۳) کوئی زورآور شخص معتکف کو زبردستی مسجد سے نکال دے۔

(۴) کوئی ظالم معتکف کو گرفتار کرلے۔

(۵) اس مسجد میں رہتے ہوئے اپنی جان یا مال کا دشمنوں کی طرف سے سخت خطرہ ہو۔

يجوز له ان يتحول الى مسجد اخر في خمسة اشياء: احدها: ان ينهدم مسجده، الثاني: ان يتفرق اهله فلا يجتمعون فيه، الثالث: ان يخرجه منه

سلطان، الرابع: ان يأخذه ظالم، الخامس: ان يخاف على نفسه و ماله من المكابرين. (بناية ٤/ ١٢٨-١٢٩، مراقی الفلاح ٣٨٣، تاتارخانية زكريا ٣/ ٤٥٤، هندية ١/ ٢١٢)

معتکف کا عدالت کی تاریخ پر حاضر ہونا وغیرہ

اگر معتکف کا کوئی مقدمہ عدالت میں زیر سماعت ہو، اور دورانِ اعتکاف عدالت میں حاضری کی تاریخ پیش آ جائے اور حاضر نہ ہونے کی شکل میں سخت نقصان کا اندیشہ ہو، یا کسی مقدمہ میں گواہی کی ضرورت ہو اور معتکف کے علاوہ کوئی گواہ موجود نہ ہو اور عدالت میں حاضر نہ ہونے کی صورت میں صاحب حق کا حق ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں ضرورۃً صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہوئے ایسے معتکف کے لئے مسجد سے باہر جانے کی گنجائش ہے۔ **وفی شرح الصوم للفقيه ابی الليثؒ: المعتكف يخرج لاداء الشهادة، وتأويله اذا لم يكن شاهدٌ اٰخر فيتوى حقه.** (فتح القدیر بیروت ٢/ ٣٩٦) **ومن الضرورة اداء الشهادة.** (الدر المنتقىٰ ١/ ٣٧٨) **ولا يخرج منه إلا لحاجة شرعية...... وأداء شهادة تعينت عليه. قال الطحطاوی: فيه ان هذا من الحوائج الشرعية.** (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ٣٨٣)

نوٹ: اس مسئلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ شہادت دینے کے لئے معتکف کا مسجد سے باہر آنا بہر حال مفسد اعتکاف ہے، یہ الگ بات ہے کہ ضرورت کی بنا پر اس اقدام کی وجہ سے وہ گنہگار نہ ہوگا۔ (فتح القدیر ۲/ ۳۹۶)

معتکف کا جمعہ کی نماز کے لئے مسجد سے باہر جانا

شرعی ضرورت مثلاً جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد سے باہر جانا جب کہ معتکف کی مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو اعتکاف کے لئے مفسد نہیں ہے؛ لیکن ایسے وقت جائے کہ دوسری مسجد میں پہنچ کر خطبہ سے پہلے جمعہ کی سنتیں پڑھ سکے، اور نماز کے سنن مؤکدہ پڑھ کر جلد واپس آ جائے، دیر تک وہاں ٹھہرنا مکروہ ہوگا۔ **ولا يخرج منه إلا لحاجة شرعية كالجمعة والعيدين الخ.** (مراقی

الفلاح ٣٨٣، خانية ٢٢١/١، تبيين الحقائق ٢٢٦/٢) **خرج في وقت يدركها سنتها يحكم في ذٰلک رأيه ويستن بعدها أربعاً أو ستاً على الخلاف ولو مكث أكثر لم يفسد لانه محل له وكره تنزيهاً.** (درمختار زكريا ٣/٤٣٥-٤٣٦)

جمعہ پڑھنے کے لئے دوسری مسجد میں گیا پھر وہیں رہ گیا

معتکف کی مسجد میں جمعہ نہ ہونے کی بنا پر وہ دوسری مسجد میں گیا پھر وہیں جا کر معتکف ہو گیا اور اپنی مسجد میں واپس نہیں آیا تو اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا؛ لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے، بہتر یہی ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف شروع کرے وہیں مکمل کرے۔ **فإن مكث يوماً وليلة أو أتم اعتكافه لا يفسد ويكره.** (هندية ٢١٢/١)

معتکف کا اذان کے لئے مسجد سے باہر جانا

اگر معتکف کو اذان دینے کے واسطے حدودِ مسجد سے باہر جانا ناگزیر ہو (مثلاً لاؤڈاسپیکر باہر کمرے میں رکھا ہو، اور اسے مسجد میں نہ لایا جاسکتا ہو) تو یہ بھی حاجتِ شرعیہ میں داخل ہے، اور ایسا معتکف اذان دینے کے لئے بضرورت مسجد سے باہر جاسکتا ہے، اس سے اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ **او شرعية كعيد واذان لو مؤذنا (درمختار) وفي الشامي: هٰذا قول ضعيف، والصحيح ان لا فرق بين المؤذن وغيره كما في البحر والامداد.** (شامي زكريا ٤٣٦/٣) **ولو صعد المئذنة لم يفسد اعتكافه بلا خلاف وان كان باب المئذنة خارج المسجد كذا في البدائع والمؤذن وغيره فيه سواء هو الصحيح هٰكذا في الخلاصة.** (هندية ٢١٢/١، خانية ٢٢٣/١، البحر الرائق ٣٠٣/٢)

حافظ معتکف کا دوسری مسجد میں جا کر تراویح پڑھانا

اگر کوئی حافظ کسی مسجد میں رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کے مسنون اعتکاف کی نیت کرے، اور اس کی پہلے ہی سے یہ نیت ہو کہ میں روزانہ تراویح پڑھانے کے لئے دوسری مسجد میں

جایا کروں گا، توامام ابوحنیفہؒ کےقول کے اعتبار سے اس کا یہ اعتکاف مسنون نہیں رہے گا؛ بلکہ نفلی اعتکاف بن جائے گا؛البتہ صاحبینؒ کے نزدیک چوں کہ کچھ دیر مسجد سے باہر رہنا مفسد اعتکاف نہیں ہے؛ لہٰذا ان کےقول کے اعتبار سے اس حافظ معتکف کا مسنون اعتکاف باقی رہے گا،اسی طرح اگر اس نے آخری عشرہ کا اعتکاف اپنے اوپر بطورنذ رواجب کرلیااورزبان سے واجب کرتے وقت ہی یہ اظہار کردیا تھا کہ میں روزانہ تراویح کے لئے دوسری مسجد میں جایا کروں گا،تو ایسی صورت میں اس کا یہ استثناء درست ہوگا،اوراس کا اعتکاف (واجب بالنذر) تراویح کے لئے دوسری مسجد میں جانے کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا۔ **ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند ابى حنيفة لوجود المنافي وهو القياس، وقالا:لا يفسد حتى يكون اكثر من نصف يوم وهو الاستحسان، لأن في القليل ضرورة.** (فتح القدير ۳۹۵/۲، مجمع الانهر ۳۷۹/۱، البحر الرائق ۳۰۲/۲) **ولو شرط وقت النذر والالتزام ان يخرج الى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذٰلک.** (هندية ۲۱۲/۱، فتاویٰ محموديه ميرٹھ ۳۲۷/۱۵، مراقى الفلاح ۳۸۲)

معتکف کا نماز جنازہ کے لئے مسجد سے باہر نکلنا

امام ابوحنیفہؒ کے راجح قول کےمطابق اگرکوئی معتکف بالقصد نماز جنازہ پڑھنے کے لئے مسجد کی حدود سے باہر نکلے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا؛البتہ اگرطبعی یا شرعی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے باہرنکلا تھااور واپسی میں بلاتوقف نماز جنازہ میں شریک ہوگیا تو اعتکاف برقرار رہے گا۔(مستفاد:فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۹۹/۱۵،احسن الفتاویٰ ۴۹۹/۴) **وافاد انه لا يخرج لعيادة المريض لعدم الضرورة المطلقة للخروج ......، واشار الى انه لو خرج لحاجة الانسان ثم ذهب لعيادة المريض او لصلاة الجنازة من غير ان يكون لذٰلک قصد فانه جائز.**

(البحر الرائق كراچی ۳۰۲/۲، ومثله فى البدائع الصنائع ۲۸۳/۲-۲۸۴، شامى زكريا ۴۳۴/۳-۴۳۵)

وقال فى المرقاة: وعند الائمة الاربعة اذا خرج لقضاء الحاجة واتفق له عيادة

المريض والصلاة على الميت فلم ينحرف عن الطريق ولم يقف اكثر من قدر الصلاة فلم يبطل الاعتكاف والا بطل. (مرقاة المفاتيح بيروت ٥٢٩/٤)

معتکف کا مریض کی عیادت کے لئے باہر جانا

معتکف اگر قصداً مریض کی عیادت کے لئے باہر جائے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اور اگر ضرورت کی وجہ سے باہر نکلا اور آتے جاتے راستہ بدلے بغیر کسی مریض کی عیادت کرلی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وفی المرقاۃ: وعند الائمة الاربعة اذا خرج لقضاء الحاجة واتفق له عيادة المريض والصلاة على الميت فلم ينحرف عن الطريق ولم يقف اكثر من قدر الصلاة فلم يبطل الاعتكاف والا بطل. (مرقاة المفاتيح بيروت ٥٢٩/٤) وافاد انه لا يخرج لعيادة المريض لعدم الضرورة المطلقة للخروج ......، واشار الى انه لو خرج لحاجة الانسان ثم ذهب لعيادة المريض او لصلاة الجنازة من غير ان يكون لذٰلک قصد فانه جائز. (البحر الرائق کراچی ٣٠٢/٢)

نوٹ: اور اگر اعتکاف واجب بالنذر میں پہلے ہی سے عیادت مریض وغیرہ کا استثناء کرلیا تھا تو دورانِ اعتکاف عیادت کرنے سے اعتکاف نہ ٹوٹے گا۔ ولو شرط وقت النذر والالتزام ان يخرج الى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذٰلک. (هندية ٢١٢/١)

وعظ کی مجلس میں شرکت کے لئے مسجد سے باہر جانا

اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں روزانہ کسی مجلس وعظ میں شرکت کرتا ہے پھر وہ آخری عشرہ میں کسی مسجد میں معتکف ہوجائے تو آیا وہ معمول کے مطابق وعظ میں شرکت کے لئے مسجد سے باہر جاسکتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر اس نے بلا شرط مطلق اعتکاف کی نیت کی ہے اور اس کا ارادہ مسنون اعتکاف کا

ہےتو وعظ کے لئے باہر جانے کی وجہ سے اس کا اعتکاف مسنون ٹوٹ جائے گا۔

(۲) اور اگر اس نے اعتکاف کی نیت کرتے وقت زبان سے نذر مان لی ہے کہ میں فلاں وقت وعظ کی مجلس میں جایا کروں گا تو اس کا یہ اعتکاف نذر وعظ کی مجلس میں جانے سے فاسد نہ ہوگا۔ **ولو شرط وقت النذر والالتزام أن يخرج إلى عيادة المريض......، وحضور مجلس العلم يجوز له ذٰلک الخ.** (هندية ۲۱۲/۱)

معتکف کا ووٹ دینے کے لئے مسجد سے باہر جانا

معتکف شخص اگر ووٹ دینے کے لئے مسجد سے باہر نکلے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا؛ کیوں کہ یہ کسی معتبر ضرورت میں داخل نہیں ہے۔ **فان خرج ساعةً بلا عذر فسد لوجود المنافي.** (البحر الرائق ۳۰۲/۲، هندية ۲۱۲/۱، خانية ۲۲۲/۱، درمختار زكريا ۴۳۷/۳، فتاوى محمودیه میرٹھ ۳۰۰/۱۵)

اعتکاف کو مکروہ بنانے والی باتیں

خاموشی کو عبادت سمجھ کر مستقل خاموش رہنا، فضول لایعنی بکواس کرنا اور خرید وفروخت کا سامان مسجد میں لانا اعتکاف کو مکروہ بنا دیتا ہے۔ **وكره احضار المبيع والصمت والتكلم الا بخير.** (تبيين الحقائق ۲۲۹/۲) **وكره الصمت إن اعتقده قربة لانه منهى عنه؛ لأنه صوم أهل الكتاب.** (مراقي الفلاح ۳۸۴، درمختار زكريا ۴۴۰/۳-۴۴۱) **وأما إذا أراد أن يتخذ متجراً فيكره له ذٰلک.** (هندية ۲۱۳/۱)

نوٹ: اگر عبادت سمجھے بغیر خاموش رہا، یا مبیع کو سامنے لائے بغیر بیع وشراء کا معاملہ کیا تو معتکف کے لئے یہ مکروہ نہ ہوگا۔ **وأما محظوراته فمنها الصمت الذى يعتقده عبادة فانه يكره هٰكذا فى التبيين، وأما إذا لم يعتقده قربة فلا يكره ......، ولا بأس للمعتكف ان يبيع ويشترى الطعام وما لا بدمنه.** (هندية ۲۱۳/۱، خانية ۲۲۲/۱)

معتکف حکیم یا ڈاکٹر کا اعتکاف میں مریض دیکھنا

اگر کوئی ڈاکٹر یا حکیم معتکف ہوا اور اتفاقاً اس سے کوئی مریض ملنے آجائے اور وہ اسے دیکھ کر کوئی نسخہ وغیرہ لکھ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن اگر مذکورہ معتکف بحالت اعتکاف مسجد کو اپنا مطب بنالے کہ وہاں مریضوں کی باقاعدہ بھیڑ لگنے لگے تو یہ جائز نہ ہوگا۔ **مستفاد: والکلام المباح وقیده فی الظهیریة بان یجلس لاجله، وفی الشامیة: فانه حینئذ لا یباح بالاتفاق، لان المسجد ما بنی لامور الدنیا، وفی صلاة الجلالی: الکلام المباح من حدیث الدنیا یجوز فی المساجد وان کان الاولیٰ ان یشتغل بذکر اللّٰه تعالیٰ.** (شامی زکریا ۴۳۶/۲، ہندیة ۳۲۱) **وفی المعراج عن شرح الارشاد: لا بأس بالحدیث فی المسجد إذا کان قلیلاً، فأما أن یقصد المسجد للحدیث فیه فلا، وظاهر الوعید أن الکراهة فیه تحریمیة.** (شامی زکریا ۴۴۲/۳) **وأما إذا أراد أن یتخذ متبحراً فیکره له ذٰلک.** (ہندیة ۲۱۳/۱)

معتکف کا مسجد میں موبائل پر بات کرنا

معتکف جس طرح آمنے سامنے کسی سے ضروری بات کرسکتا ہے، اسی طرح موبائل پر بھی ضروری بات چیت اس کے لئے مباح ہے؛ البتہ بلاوجہ اور بے ضرورت دنیوی گفتگو سے بہرحال احتیاط کرنی چاہئے۔ **ویکره تحریماً صمت ......، وتکلم الا بخیر وهو ما لا اثم فیه، ومنه المباح عند الحاجة الیه لا عند عدمها.** (درمختار زکریا ۴۴۱/۳-۴۴۲) **ولا یتکلم بما فیه اثم فان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یحدث مع الناس فی اعتکافه.** (تاتارخانیة زکریا ۴۴۸/۳) **ولا یتکلم الا بخیر یعنی ان التکلم بالشر فی المعتکف اشد حرمة منه فی غیره.** (البحر الرائق ۳۰۴/۲، فتح القدیر ۳۹۸/۲، ہندیة ۲۱۲/۱)

بلا عذر مسجد سے باہر نکلنا

اگر تھوڑی دیر کے لئے بھی قصداً یا سہواً معتکف بلا عذر مسجد کی حدود سے باہر نکل گیا تو امام

ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ **فلو خرج ساعة بلا عذر فسد.** (تنویر الابصار ۴۳۷/۳) **ولو خرج المعتكف عن المسجد بغير عذر ساعة بطل اعتكافه في قول ابي حنيفةؒ.** (خانية ۲۲۲/۱) **سواء كان الخروج عامداً او ناسياً.** (هندية ۲۱۲/۱)

معتکف کا جماع کرنا

اعتکاف کی حالت میں جماع کرنے سے بہرحال اعتکاف باطل ہوجاتا ہے، خواہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر ہو، رات میں ہو یا دن میں ہو، انزال ہو یا نہ ہو۔ **قال تعالیٰ: ﴿ولا تباشروهن وانتم عٰكفون في المساجد﴾** (البقرة) **والجماع عامداً او ناسياً ليلاً او نهاراً يفسد الاعتكاف انزل او لم ينزل.** (هندية ۲۱۳/۱، خانية ۲۲۲/۱، فتاویٰ سراجية ۱۷۲/۱، تاتارخانية ۴۴۷/۳، درمختار زکریا ۴۴۲/۳)

اعتکاف کے دوران بیوی سے دل لگی کرنا

اگر بیوی سے دل لگی اور بوس وکنار کے دوران انزال ہوگیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (اگر انزال نہیں ہوا تو اعتکاف نہیں ٹوٹے گا) لیکن اعتکاف کے دوران یہ عمل قطعاً جائز نہیں ہے۔ **وحرم الوطي ودواعيه.** (نور الایضاح مع المراقی ۳۸۴) **وكذا التقبيل والمعانقة واللمس، إنه ان أنزل في شيء من ذٰلك فسد اعتكافه والا فلا يفسد لكنه يكون حراماً.** (بدائع الصنائع ۲۸۶/۲) **وبطل بانزال بقبلة او لمس او تفخيذ ولو لم ينزل لم يبطل، وان حرم الكل لعدم الحرج.** (درمختار مع الشامی زکریا ۴۴۲/۳، تبیین الحقائق ۲۳۰/۲-۲۳۱)

بحالتِ اعتکاف بدنظری سے انزال ہوگیا

اعتکاف کی حالت میں بدنگاہی یا غلط خیال جمانے سے انزال ہوگیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا؛ لیکن ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ **ولا يبطل بانزال بفكر أو نظر.** (درمختار زکریا ۴۴۳/۳)

اعتکاف کی حالت میں جان بوجھ کر روزہ توڑ دینا

اگر بحالتِ اعتکاف قصداً کھاپی کر روزہ توڑ دیا تو روزہ کے ساتھ ساتھ اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا (اور اگر بھول کر کھایا پیا تو نہ روزہ ٹوٹا اور نہ اعتکاف) **ولو اکل او شرب فی النهار عامداً فسد صومه وفسد اعتکافه لفساد الصوم، ولو اکل ناسیاً لا یفسد اعتکافه لانه لایفسد صومه.** (بدائع الصنائع ۲۸۶/۲، ومثله فی الدر المختار زکریا ۴۴۳/۳)

نوٹ: یہاں ضابطہ یہ ہے کہ جو اعمال مفسداتِ صوم میں سے ہیں ان میں قصداً اور سہواً کرنے کے حکم میں فرق ہوتا ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اور جو اعمال خاص طور پر مفسداتِ اعتکاف میں سے ہیں، مثلاً جماع وغیرہ، ان میں قصداً اور سہواً دونوں کا حکم یکساں ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر روزے دار معتکف نے دن کے وقت میں سہواً جماع کیا تو روزہ تو نہ ٹوٹے گا؛ لیکن اعتکاف ضرور ٹوٹ جائے گا۔ (بدائع الصنائع ۲۸۶/۲، ہندیۃ ۲۱۳/۱، البحر الرائق ۳۰۳/۲، شامی زکریا ۴۴۳/۳)

ارتداد مفسدِ اعتکاف ہے

نعوذ باللہ اگر کوئی معتکف شخص بحالتِ اعتکاف مرتد ہوجائے اور بدعقیدگی کے ساتھ کفریہ کلمات بکنے لگے تو اس کا اعتکاف فوراً ٹوٹ جائے گا۔ **ویفسد الاعتکاف بالردة لأن الاعتکاف قربة والکافر لیس من أهل القربة.** (بدائع الصنائع ۲۸۶/۲، ومثله فی فتح القدیر ۴۰۳/۲)

پاگل پن کی وجہ سے اعتکاف کا فساد

اگر معتکف شخص خدانخواستہ پاگل ہوجائے کہ اسے کچھ ہوش نہ رہے تو اس کا اعتکاف باقی نہ رہے گا۔ **ومنها الاغماء والجنون.** (هندية ۲۱۳/۱) **والجنون یفسد الاعتکاف.** (بدائع الصنائع ۲۸۷/۲)

لمبے وقت تک بیہوش رہنے سے اعتکاف کا فساد

اگر معتکف پر ایک دن رات سے زیادہ بے ہوشی طاری رہی جس کی وجہ سے روزہ رکھنا اس

کے لئے ممکن نہ رہا تو اس کا اعتکاف باقی نہ رہے گا۔ **وكذا اغماء ه وجنونه ان داما اياماً (درمختار) وفي الشامي: المراد بالايام ان يفوته صوم بسبب عدم امكان النية.** (شامي زكريا ٤٤٣/٣) **وإن اغمي عليه أياما أو أصابه لمم فسد اعتكافه.** (بدائع الصنائع ٢٨٦/٢، هندية ٢١٣/١)

حیض ونفاس مفسدِ اعتکاف ہے

حائضہ عورت بحالت ناپاکی اعتکاف نہیں کرسکتی، اور اگر دورانِ اعتکاف حیض یا نفاس شروع ہوگیا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ **والحائض والنفساء ليسا بأهل للصلاة أي فلا يصح اعتكافهما.** (شامي زكريا ٤٣٠/٣، البحر الرائق ٢٩٩/٢، هندية ٢١١/١، بدائع الصنائع ٢٧٤/٢، مراقي الفلاح ٣٨٢)

مسنون اعتکاف ٹوٹ جائے تو اس کی قضاء کیا ہے؟

اگر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کسی وجہ سے فاسد ہوجائے تو جس روز اعتکاف ٹوٹا ہے اسی ایک دن کی قضا بعد میں لازم ہوگی؛ تاہم بہتر یہ ہے کہ پورے عشرہ کے اعتکاف کی قضاء روزوں سمیت رمضان کے بعد کسی وقت کرلے۔ **وعلى كل فيظهر من بحث ابن الهمامؒ لزوم الاعتكاف المسنون بالشروع، وان لزوم قضاء جميعه او باقيه مخرج على قول ابي يوسفؒ، اما على قول غيره فيقضي اليوم الاول الذي افسده، لاستقلال كل يوم بنفسه.** (شامي زكريا ٤٣٤/٣، فتح القدير بيروت ٣٩٣/٢) **وفي الظهيرية عن ابي حنيفةؒ: انه يلزمه يوما.** (تاتارخانية زكريا ٤٤٧/٣، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ٢٥٨/١٥)

نفلی اعتکاف

نفلی اعتکاف کے لئے وہ شرائط نہیں ہیں جو مسنون اور واجب (نذر) اعتکاف کے لئے

ہیں؛ لہٰذا نفلی اعتکاف تھوڑی دیر کے لئے بھی ہوسکتا ہے، پھر جب بھی ضرورت یا بلا ضرورت مسجد سے باہر نکلے گا تو نفلی اعتکاف کا تسلسل ختم ہو جائے گا۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی مسجد میں کسی عبادت کے ارادہ سے داخل ہوا سے یہ نیت کر لینی چاہئے کہ میں جب تک مسجد میں رہوں گا معتکف رہوں گا، اس صورت میں اس کا مسجد میں جب تک بھی قیام ہوگا وہ نفلی معتکف شمار ہوگا۔ **أما النفل فله الخروج لأنه منهٍ له لا مبطل.** (در مختار ۴۳۴/۳) **وأقله نفلاً ساعةٌ فلو شرع فی نفله ثم قطعه لایلزمه قضاؤه.** (تنویر الابصار ۴۳۳/۳) **فینبغی إذا دخل المسجد أن یقول نویت الاعتکاف ما دمت فی المسجد.** (مرقاۃ المفاتیح بیروت ۵۲۳/۴)

اجتماعی اعتکاف

عام حالات میں ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہوتا کہ جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد سے باہر نہ جانا پڑے، اور یہ مسجد محلّہ اور اپنے شہر میں ہو تو بہتر ہے؛ لیکن اگر کسی مصلحت سے دوسرے محلّہ کی مسجد میں یا کسی دوسرے شہر میں جا کر اعتکاف کیا جائے تو اس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ آج کل مشائخ اپنے متعلقین اور متوسلین کے ساتھ اعتکاف کرتے ہیں تو اس میں اعتکاف کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت بھی مقصود ہوتی ہے اور یہ اجتماعی اعتکاف تربیت گاہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے بشرطیکہ یہ عمل محض رسمی نہ ہو؛ بلکہ دینی فائدہ کو پیشِ نظر رکھ کر کیا جائے جیسا کہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے شبِ قدر کی تلاش میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجدِ نبوی میں اجتماعی اعتکاف فرمایا تھا۔ **فی حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال صلی اللہ علیہ وسلم: من کان اعتکف معی فلیعتکف العشر الأواخر الخ.** (بخاری شریف ۲۷۱/۱، مسلم شریف ۳۷۱/۱، ملفوظات فقیہ الامت ۴۶/۳، مسائل اعتکاف ۵۶)

عورت کا اعتکاف

عورت اگر اعتکاف کرنا چاہے تو وہ اپنے گھر کے کسی کمرہ کو جائے اعتکاف بنا سکتی ہے، وہ

کمرہ اس کے لئے مسجد کا حکم رکھے گا، یعنی اس کمرے سے بلاضرورت باہر نہ آئے۔ **والمرأة تعتكف فـي مسجد بيتها، إذا اعتكفت في مسجد بيتها فتلك البقعة في حقها كمسجد الـجماعة في حق الرجل لا تخرج منه إلا لحاجة الإنسان.** (عالمگیری ۱/۲۱۱، ومثله في الخانية ۱/۲۲۱، مراقي الفلاح ۳۸۳، تبيين الحقائق ۲/۲۲۵)

معتکفہ عورت کا گھر کے صحن میں آنا

اعتکاف کرنے والی عورت اگر اپنے معتکف کمرے سے نکل کر بلاضرورتِ معتبرہ گھر کے صحن میں آئے گی تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ **وحـرم عـلـيـه الـخـروج الـخ. (تنوير الابـصـار) وفـي الشـامـي: اى مـن معتكفه ولو مسجد البيت في حق المرأة، فلو خـرجـت مـنـه ولـو الى بيتها بطل اعتكافها لو واجباً وانتهى لو نفلاً.** (شامي بيروت ۳/۳۸۷) **ولا تخرج المرأة من مسجد بيتها إلى المنزل.** (هندية ۱/۲۱۲)

عورت کا اپنے معتکف میں رہتے ہوئے گھر کے کام کرنا

عورت اگر اپنے معتکف کمرے میں بیٹھے بیٹھے گھر کا کوئی ضروری کام مثلاً سبزی وغیرہ کاٹے یا کپڑا وغیرہ سی لے یا کھانا بنالے تو اس سے اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹے گا؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ معتکفہ عورت زیادہ وقت عبادت ہی میں گذارے اور گھریلو کام میں بلاضرورت مشغول نہ ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۵/۳۳۴) **مستـفـاد: وقيـل ان كـان الخياط يحفظ المسجد فلا بأس بان يخيط فيه.** (تبيين الحقائق ۲/۲۲۹)

معتکفہ عورت شوہر سے الگ رہے

معتکفہ عورت کو اعتکاف کی حالت میں شوہر سے الگ رہنا لازم ہے؛ کیوں کہ بحالت اعتکاف جماع کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اور اعتکاف کے دوران بے حجابی کی باتیں اور

بوس وکنار سب سخت مکروہ ہے، اور اعتکاف ٹوٹنے کا خطرہ ہے۔ **وحرم الوطی ودواعیه.** (نور الایضاح مع المراقی ۳۸٤) **ومنها (أی المفسدات) الجماع ودواعیه فیحرم علی المعتکف الجماع ودواعیه نحو المباشرة والتقبیل واللمس والمعانقة والجماع فی ما دون الفرج واللیل والنهار فی ذٰلک سواء والجماع عامداً او ناسیاً لیلاً او نهاراً یفسد الاعتکاف انزل او لم ینزل وما سواه یفسد اذاانزل واذا لم ینزل لا یفسد.** (هندية ۲۱۳/۱)

معتکفہ عورت دورانِ اعتکاف حائضہ ہوگئی

اگر عورت کو دورانِ اعتکاف حیض شروع ہوجائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اور بعد میں صرف اس دن کی قضا کرے گی جس دن اعتکاف ٹوٹا ہے، پورے دس دن کی قضا لازم نہیں ہے۔ **فیقضیه غیر أنه لو کان شهراً معیناً یقضي قدر ما فسد، ...... أو بغیر صنعه أصلاً کحیض ...... أما حکمه إذا فات عن وقته المعین فإن فات بعضه قضاه لا غیر ولا یجب الاستقبال.** (شامی زکریا ۴۳۷/۳، بدائع الصنائع ۲۸۸/۲) **وإذا فسد الاعتکاف الواجب وجب قضائه فإن کان اعتکاف شهر بعینه ...... یقضي ذٰلک الیوم ...... سواء أفسده بغیر صنعه کالحیض.** (هندية ۲۱۳/۱)

جماعت خانہ میں اعتکاف

بعض بڑے شہروں میں کثیر منزلہ عمارتوں کے کسی حصہ کو نماز کے لئے خاص کردیا جاتا ہے اور اس میں پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ جمعہ اور عیدین کی نمازیں بھی ہوتی ہیں، اور وہاں دور دور تک باقاعدہ مسجد نہیں پائی جاتی، تو اس جماعت خانہ میں اعتکاف درست ہوگا یا نہیں؟ تو اس بارے میں کوئی صریح جزئیہ نہیں ملا؛ البتہ بظاہر مردوں کے اعتکاف کے لئے مسجد شرعی کی شرط سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اعتکاف درست نہ ہو؛ لیکن دوسری طرف فقہاء نے عورتوں کے اعتکاف کے مسئلہ میں اس کی ''مسجد بیت'' کو مسجد کے حکم میں قرار دیا گیا ہے، اس لئے ضرورت کے وقت

جماعت خانہ میں بھی اعتکاف کو درست قرار دینا چاہئے۔ **و منها: مسجد الجماعة الخ. والمرأة تعتكف في مسجد بيتها، وإذا اعتكفت في مسجد بيتها** (هندية ۱/۲۱۱) **فتلك البقعة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل الخ.** (هندية ۱/۲۱۱، آئینۂ رمضان ۲۳۷)

اگر کوئی مرد اپنے گھر میں عورتوں کی طرح اعتکاف کرے تو اس اعتکاف کا کوئی اعتبار نہیں، مرد کے لئے شرط ہے کہ ایسی مسجد میں اعتکاف کرے جہاں پنج وقتہ نماز ادا کی جاتی ہو۔ **فدل أن مكان الاعتكاف هو المسجد.** (بدائع الصنائع ۲/۲۸۰، آئینۂ رمضان ۲۲۳)

❑❖❑

کتاب الزکوٰۃ

(زکوٰۃ کے ضروری مسائل)

مسائل زکوٰۃ

فریضۂ زکوٰۃ

ہر مسلمان کو خصوصاً یہ حقیقت پیش نظر رکھنی چاہئے کہ اسے جو کچھ بھی دولت وثروت ملی ہے اس کا اصل مالک وہ خود نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی مالک حقیقی ہے اور اس نے محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں اپنی ملکیت میں بطور نیابت تصرف کرنے کا حق دے رکھا ہے، جب اللہ ہی اس کا مالک ہے اور اسی کی قدرت کی بنا پر ہمیں یہ نعمت میسر آئی ہے، تو اگر وہ اپنے بندوں کو یہ حکم کرتا کہ وہ اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں لٹادیں تو ہمیں شکایت یا اعتراض کا کوئی موقع نہ تھا؛ کیونکہ اس کی چیز ہے وہ جہاں اور جتنی چاہے خرچ کرے، مگر یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس نے جہاں ہمیں خرچ کرنے کا حکم دیا وہاں پورا مال نہیں بلکہ کچھ حصہ خرچ کرنا ضروری قرار دیا، قرآن کریم میں جہاں بھی ’انفاق فی سبیل اللہ‘ کا حکم دیا گیا ہے وہاں ”مِــن“ تبعیضیہ لاکر اس طرف اشارہ کردیا گیا کہ سارا مال خرچ کرنا مطلوب نہیں؛ بلکہ کچھ حصہ دے دینا کافی ہے، اور ساتھ میں اس طرف بھی توجہ دلائی گئی کہ ہم تمہارا مال نہیں مانگ رہے ہیں بلکہ ہم نے جو تمھیں دیا ہے اسی میں سے تھوڑا سا حصہ لینا چاہتے ہیں تاکہ دینے والے کا بوجھ ہلکا ہوجائے۔ دیکھئے، ارشادات خداوندی ہیں:

(۱) **وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُوْنَ** . (البقرۃ آیت: ۳) (۲) **وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰه**. (النساء: ۳۹) (۳) **وَاَنْـفَـقُـوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرّاً وَعَلانِيَةً يَرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ**. (فاطر: ۲۹) (٤) **وَمَنْ رَّزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَناً فَهُوَ يُنفِقُ مِنْهُ سِرّاً وَجَهْراً**. (نحل: ۷۵) (٥) **وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرّاً وَّعَلانِيَةً**. (ابراهيم: ۳۱) (٦) **وَمِـمَّـا رَزَقْـنٰـهُـمْ يُنْفِقُوْنَ**. (انـفـال: ۳) (۷) **وَمِـمَّـا رَزَقْنٰهُمْ يُـنْفِقُوْنَ**. (حج: ۳٥، الـقـصـص: ٥٤، السجده: ١٦، الشوریٰ: ۳۸) (۹) **وَاَنْـفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ**. (حديد: ۷)

ان جیسی آیات میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا ہے کہ زکاۃ وغیرہ کا حکم کوئی ٹیکس نہیں کہ اسے بھاری سمجھا جائے؛ بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ اپنی ہی دی ہوئی ایک امانت تم سے مانگ رہا ہے؛ لہٰذا اسے دینے میں تمہارے دل پر کوئی تنگی اور بوجھ نہ ہونا چاہئے۔ بوجھ یا تنگی تو اس وقت ہوتی جب کہ تمہاری ذاتی کوئی چیز تم سے مانگی جاتی۔

شکر ادا کیجیے!

پہلے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کی قبولیت کی نشانی یہ تھی کہ صدقہ کا مال کسی جگہ رکھ دیا جاتا اور

آسمان سے آگ آ کر اسے جلا کر خاکستر کر دیتی، گویا کہ صدقہ کا مال کسی دوسرے بھائی کے کام نہ آ سکتا تھا؛ بلکہ اس کا آگ سے بھسم ہو جانا ہی اصل مقصود سمجھا جاتا تھا، حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے قصہ کے ضمن میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

إِذْ قَرَّبَا قُرْبَاناً فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ. (المائدہ ۲۷)

جب دونوں نے اللہ کے نام کی ایک ایک نیاز پیش کی اور ان میں سے ایک کی تو مقبول ہوگئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل میں اختلاف ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دونوں اللہ کے دربار میں صدقہ پیش کرو، سو جس کا صدقہ قبول ہوگا وہی حق پر سمجھا جائے گا، چناںچہ ہابیل نے بکری کا بچہ پیش کیا جو قبول ہوگیا (یعنی آسمانی آگ نے اسے جلا دیا) اور قابیل نے غلہ پیش کیا جو قبول نہیں کیا گیا۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

فَنَزَلَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْ قُرْبَانَ هَابِيْلَ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَامَةَ الْقَبُوْلِ وَكَانَ أَكْلُ الْقُرْبَانِ غَيْرَ جَائِزٍ فِي الشَّرْعِ الْقَدِيْمِ، وَتَرَكَتْ قُرْبَانَ قَابِيْلَ فَغَضِبَ. (روح المعانی ٤/١٦٤)

پس آگ نے اتر کر ہابیل کی نیاز کو کھالیا، اور یہ قبولیت کی نشانی تھی اور صدقہ خیرات کا کھانا پہلی شریعتوں میں جائز نہ تھا، اور آگ نے قابیل کی نیاز چھوڑ دی جس پر وہ غضب ناک ہوا۔

اور بعض احادیث سے بھی اسی مضمون کا علم ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس امتِ مرحومہ پر یہ کرم فرمایا کہ اس سے زکاۃ کی شکل میں وصول کیا ہوا مال اسی کے ضرورت مند افراد پر خرچ کر دیا جاتا ہے، سورہ توبہ آیت ۶۰ میں صدقات کے مصارف بیان کئے گئے ہیں۔ اور حدیث میں فرمایا گیا ہے:

تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ اِلٰى فُقَرَائِهِمْ. (مشکوٰۃ شریف ١٥٥)

''مال داروں سے لے کر فقیروں کو دیا جائے گا''۔

اس حکم کی وجہ سے زکاۃ دینا اور آسان ہوگیا کہ ہم اپنے مال کو ضائع نہیں کر رہے بلکہ اپنے ہی بھائیوں کی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔ اپنے محتاج بھائی کی حاجت روائی پر صرف کرنا دراصل اللہ تعالیٰ ہی کو دینا ہے۔ ایک صحیح حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ اٰدَمَ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ، قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُوْدُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِيْ فُلَاناً مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهُ لَوَجَدْتَّنِيْ عِنْدَهُ، يَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ

قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ ایک شخص سے سوال کرے گا کہ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا پھر تو نے میری مزاج پرسی نہ کی؟ تو وہ شخص حیرت سے پوچھے گا کہ اے میرے رب بھلا میں آپ کی کیسے عیادت کرتا، آپ تو سارے جہانوں کے پروردگار ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کیا تمہیں پتہ نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار رہے پھر بھی تم نے اس کی عیادت نہیں کی

قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ، يَا ابْنَ اٰدَمَ اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تُسْقِنِيْ قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تُسْقِهِ أَمَا أَنَّكَ لَوْ أَسْقَيْتَهُ وَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ.

(مسلم شریف ۳۱۸/۲)

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اگر تم اس کی عیادت کو جاتے تو مجھے اس کے پاس پاتے۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! بھلا میں تجھ کو کیسے کھانا کھلاتا تو دونوں جہاں کا پروردگار رہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھ کو یاد نہیں میرا فلاں بندہ تجھ سے کھانا مانگنے آیا تھا تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا، اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ اور اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے پانی نہیں پلایا وہ عرض کرے گا کہ میں آپ کو کیسے پانی پلاتا؟ آپ تو خود رب العالمین ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا مگر تم نے اسے پانی نہیں پلایا، اگر تم اسے پانی پلا دیتے تو اس کو میرے پاس پاتے (یعنی یہ عمل خیر میرے پاس محفوظ رہتا)

زکوٰۃ وصدقہ: مال میں اضافہ کا سبب ہے

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی اور صدقہ خیرات کرنے سے مال گھٹ جاتا ہے؛ لیکن قرآن وحدیث کی صراحت یہ ہے کہ صدقہ سے مال گھٹتا نہیں؛ بلکہ بڑھتا ہے۔ ایک حدیث میں نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنَ الصَّدَقَةِ وَلاَ ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلِمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عِزًّا، وَلاَ فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ. (رواہ الترمذی ۵۸/۲، مسند احمد ۲۳۱/٤، المتجر الرابح ۱۳۹)

کسی آدمی کا مال صدقہ کی وجہ سے کم نہیں ہوتا اور جب بھی کسی انسان پر ظلم کیا جائے جس پر وہ صبر کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں، اور جب بھی کوئی آدمی کسی سوال کا دروازہ کھولے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا باب کھول دیتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ بظاہر دیکھنے میں تو جب زکوٰۃ یا صدقہ نکالا جاتا ہے تو مال گھٹتا ہوا نظر آتا ہے، پھر یہ کیوں کہا گیا کہ صدقہ سے مال نہیں گھٹتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صدقہ کی وجہ سے اگرچہ بظاہر مال کم ہوتا دکھائی دیتا ہے، مگر اس کی بنا پر من جانب خداوندی جو برکت ہوتی ہے، خواہ بعد میں کاروبار میں اضافہ کی صورت میں

ہو، یا نقصانات و بلیات سے حفاظت کی صورت میں، وہ صدقہ کی مقدار کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہو جاتی ہے۔
جیسا کہ ایک صحیح روایت میں وارد ہے کہ: ''ایک آدمی جنگل میں چلا جا رہا تھا، اچانک اس نے بادلوں میں سے آواز سنی کہ فلاں آدمی کے باغ کی سینچائی کر، تو اچانک بادل کا ایک ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے ایک وادی میں پانی برسایا، وادی کا سب پانی ایک نالے میں جمع ہو کر بھر کر چل پڑا، تو وہ آدمی پانی کے پیچھے پیچھے چلا، آگے جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا ہوا پانی کا رخ اپنے پھاوڑے سے باغ کی طرف کر رہا ہے، تو اس شخص نے اس سے پوچھا کہ: ''تمہارا کیا نام ہے''؟ اس نے نام بتایا تو یہ وہی نام تھا جس کو اس نے بادل کی آواز میں سنا تھا، تو باغ والے نے سوال کیا کہ آخر تمہیں میرا نام پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اس نے جواب دیا کہ یہ پانی جس بادل سے برسا ہے اس میں سے میں نے آواز سنی تھی کہ فلاں یعنی تمہارے باغ کی سینچائی کرے؛ لہٰذا بتاؤ تم اس باغیچے کی آمدنی کا کیا کرتے ہو؟ اس باغ والے نے جواب دیا کہ میں اس کی کل آمدنی تین حصوں میں بانٹ دیتا ہوں: ایک تہائی حصہ صدقہ کر دیتا ہوں، اور ایک تہائی حصہ میں سے میں اور میرے گھر والے کھاتے ہیں، اور ایک تہائی حصہ پھر باغ میں لگا دیتا ہوں۔ (مسلم شریف ۲/۴۱۱، المتجر الرابح ۱۴۰)

تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ زکوٰۃ دینے والوں کا مال بڑھتا ہی رہتا ہے، اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ اہل مدارس مالی تعاون کے لئے ہر سال جن اہل خیر حضرات کے پاس جاتے ہیں تو پرانی رسید دکھاتے ہیں، اور عام طور پر کوشش کرتے ہیں کہ پچھلی مرتبہ سے زیادہ چندہ وصول کریں، اور اکثر لوگ اضافہ کر بھی دیتے ہیں، حالاں کہ اگر زکوٰۃ سے مال گھٹتا ہوتا تو پچھلا والا ہی دینا مشکل ہوتا؛ چہ جائے کہ بڑھا کر دینا؛ اس لئے بہر حال حدیث کے مضمون پر یقین کرنا لازم ہے۔

نقد فائدہ

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اکثر عبادات کے ثواب اور نتیجہ کا وعدہ آخرت کی زندگی میں کیا گیا ہے، مثلاً نماز سے جنت میں فلاں نعمت ملے گی، روزہ داروں کو فلاں ثواب کا مستحق بنایا جائے گا وغیرہ وغیرہ، مگر زکوٰۃ اور صدقات کے لئے جہاں آخرت میں عظیم الشان اجر و ثواب کا ذکر ہے وہیں دنیوی نقد فائدہ کو بھی بیان فرمایا گیا ہے، اور یہ فائدہ اتنا عظیم ہے کہ دنیا کی کسی دولت سے اس کی قیمت نہیں لگائی جا سکتی اور اس فائدہ کے حصول کے لئے انسان بڑی سے بڑی قربانی دینے اور مالی نقصان برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے، وہ فائدہ یہ ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ ادا کرنے سے بلائیں اور مصیبتیں ٹلا دی جاتی ہیں۔ حدیث میں ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

بَادِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا . ''صدقہ جھٹ پٹ دیا کرو اس لئے کہ مصیبت صدقہ سے آگے نہیں بڑھتی''۔
(رواہ رزین، مشکوٰۃ شریف ۱/۱۶۷)

یعنی اللہ تعالیٰ صدقہ کی وجہ سے مصیبت کو دفع فرما دیتے ہیں، اور ایک دوسری حدیث شریف میں وارد ہے۔

اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَ تَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوْءِ. (رواه الترمذی ١/١٤٤، مشکوٰۃ شریف ١٦٨)

’’بے شک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور بُری موت سے بچاتا ہے‘‘۔ یعنی سخت بیماری اور سنگین حالات سے بچانے میں مفید ہے۔

نیز ایک مرسل روایت میں ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

حَصِّنُوْا اَمْوَالَكُمْ بِالزَّكوٰةِ وَدَاوُوْا [اَمْرَاضَكُمْ] بِالصَّدَقَةِ وَاسْتَقْبِلُوْا اَمْوَاجَ الْبَلاَءِ بِالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ. (رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ ٨، المتجر الرابح ١٣٧)

زکوٰۃ ادا کر کے اپنے اموال کی مضبوط حفاظت کا انتظام کرو اور صدقہ کے ذریعہ اپنے مریضوں کا علاج کرو، اور دعاء وگریہ وزاری کے ذریعہ آسمانوں کے طوفانوں کا مقابلہ کرو۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات میں دارین کا فائدہ ہے۔

آخرت کا نفع

یہ تو دنیا کا فائدہ ہے، مگر زکوٰۃ وصدقہ کے اخروی منافع بے شمار ہیں اور اصل میں یہی منافع ہمارے پیشِ نظر رہنے چاہئیں، یہاں اخروی منافع کا خلاصہ لکھا جاتا ہے۔

(۱) ایک روپیہ کے بدلہ میں سات سوگنا اجر مقرر ہے اور اخلاص وغیرہ کی وجہ سے اس میں زیادتی کا بھی وعدہ ہے۔ (سورۂ بقرہ آیت ۲۶۱)

(۲) زکوٰۃ وصدقہ میں خرچ گویا کہ اللہ کے ساتھ تجارت کرنا ہے جس میں کسی نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ (فاطر آیت ۲۹)

(۳) صدقہ قیامت کے دن ہمارے لئے حجت بنے گا۔ (مسلم شریف ۱/۱۱۸)

(۴) زکوٰۃ وصدقہ کی ایک کھجور (معمولی حصہ) کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور اس کی اسی طرح پرورش فرماتا ہے جیسے انسان اپنی اونٹنی کے بچے کی پرورش کرتا ہے تا آنکہ وہ چھوٹی سی کھجور اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑے پہاڑ کے برابر تک پہنچ جاتی ہے۔ (مسلم شریف ۱/۳۲۶)

(۵) جو شخص زکوٰۃ وصدقہ ادا کرنے والا ہوگا اس کو جنت کے خاص دروازہ ’’باب الصدقہ‘‘ سے داخل کیا جائے گا۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف ۱/۱۶۷)

(۶) سات قسم کے حضرات میدانِ محشر میں عرشِ خداوندی کے سائے میں ہوں گے۔ انہی میں سے ایک وہ شخص ہوگا جو اللہ کی راہ میں خفیہ خرچ کرتا ہوگا، اس طرح کہ داہنے ہاتھ سے دے تو بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ (مسلم شریف ۱/۳۳۱، بخاری شریف ۱/۱۹۱)

(۷) یہ صدقہ قیامت کے دن ہمارے لئے سائبان ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف ۱/۱۷۰، مسند احمد ۵/۴۱۱)

صرف چالیسواں حصہ

پھر غور فرمایئے! کہ پورے مال کا صرف ۴۰/ واں حصّہ سال بھر میں فرض کی حیثیت سے نکالنا ضروری قرار دیا گیا اور یہ بھی مطلق نہیں بلکہ وہ مال جو اپنے اندر بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور ضرورت اصلیہ سے زائد ہو اور اس پر ایک سال اس حالت میں گذر گیا ہو کہ نصاب کلی یا جزئی طور پر باقی ہو۔ ان سب شرائط کے پائے جانے کے بعد ہی زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو پچاس فیصدی یا اس سے زیادہ بھی زکوٰۃ فرض کر سکتا تھا اور مال آتے ہی وجوب کا حکم دیا جا سکتا تھا، مگر یہ بھی اس کا محض فضل وانعام ہے کہ اس نے تمام ممکنہ سہولتوں کے ساتھ صرف ۴۰ روپیہ میں ایک روپیہ زکوٰۃ کے طور پر فرض فرمایا ہے، اس انعام کے باوجود بھی کوئی شخص زکوٰۃ نکالنے میں کوتاہی کرے تو اس سے بڑا نعمت خداوندی کا ناشکرا کوئی نہیں ہوسکتا۔

الغرض یہ چند اشارات ہیں جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ زکاۃ وصدقہ ہمارے لئے کتنی بڑی رحمت کی چیز ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے نصاب کا مالک بنا رکھا ہے اس کے ساتھ کتنے فضل عظیم کا معاملہ فرمایا ہے؟ اس کے باوجود بھی اگر ہم زکوٰۃ ادا کرتے وقت اور صدقہ دیتے وقت اپنے دل میں تنگی محسوس کریں اور اسے جبری ٹیکس تصور کریں تو اس سے بڑی کسی حماقت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ہماری اولین کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اگر ہم زکوٰۃ ادا کرنے کے اہل ہیں تو پہلی فرصت میں اپنے فریضہ سے سبک دوش ہو جائیں اور اس فرض کی انجام دہی میں قطعاً تغافل اور ٹال مٹول سے کام نہ لیں۔

ذیل میں زکوٰۃ کے چند منتخب مسائل پیش کئے جا رہے ہیں:

زکوٰۃ کی فرضیت

زکوٰۃ کی فرضیت کے لئے ضروری ہے کہ آدمی میں درج ذیل صفات پائی جائیں:

(۱) آزاد ہو (غلام باندی پر زکوٰۃ فرض نہیں)

(۲) مسلمان ہو (کافر سے زکوٰۃ کا مطالبہ نہیں)

(۳) سمجھدار ہو (پاگل پر زکوٰۃ فرض نہیں جب کہ پاگل پن اس پر مسلسل طاری ہو)

(۴) بالغ ہو (بچہ پر زکوٰۃ نہیں) **وأما شرط وجوبها فمنها الحرية حتى لا تجب الزكاة على العبد......، ومنها الإسلام حتى لا تجب على الكافر كذا في البدائع......، ومنها العقل والبلوغ فليس الزكاة على صبي ومجنون إذا وجد منه الجنون في السنة كلها.** (عالمگیری ۱۷۲/۱، البحر الرائق ۲۰۲/۲، تاتارخانية ۱۳۳/۳، بدائع الصنائع ۷۸/۲)

(۵) اسے زکوٰۃ کی فرضیت کا علم ہو (خواہ حکماً جیسے اسلامی ماحول میں رہنے والا شخص) **والعلم به ولو حكماً ككونه في دارنا. قال الشامي: قوله والعلم به، أى وبالافتراض.** (در مختار زكريا ۱۷٤/۳، بدائع الصنائع زكريا ۱۷۹/۲، الموسوعة الفقهية ۲۳٤/۲۳)

بے ہوش صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ

اگر کوئی شخص بے ہوش ہو مگر اس کی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال موجود ہو، تو اگرچہ وہ سال بھر بے ہوش رہے پھر بھی اس کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ **وتجب على المغمىٰ عليه وإن استوعب الإغماء حولاً كاملاً.** (عالمگیری ۱۷۲/۱، شامی زکریا ۱۷٤/۳) **والمغمىٰ عليه كالصحيح.** (تاتارخانية زكريا ۲۳٦/۳، البحر الرائق زكريا ۳۵۵/۲)

شرائط وجوبِ زکوٰۃ

زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے درج ذیل شرائط کا پایا جانا لازم ہے:

(۱) مال بقدر نصاب ہو (مثلاً سونے کا نصاب ۲۰/مثقال، اور چاندی کا نصاب دوسو درہم وغیرہ)

(۲) ملکیت تام ہو (لہٰذا جو مال اپنے قبضہ میں نہ ہو سردست اس کی زکوٰۃ کا مطالبہ نہیں ہے)

(۳) نصاب ضرورتِ اصلی سے زائد ہو (استعمالی ساز وسامان پر زکوٰۃ نہیں ہے)

(۴) نصاب قرض سے خالی ہو (یعنی قرض کی رقم منہا کرکے نصاب مکمل مانا جائے)

(۵) مال نامی ہو (یعنی ایسا مال جس میں بڑھنے کی صلاحیت ہو خواہ وہ اپنی خلقت کے اعتبار سے ہو جیسے سونا چاندی یا فعلی اعتبار سے ہو جیسے مالِ تجارت مویشی وغیرہ) **منها كون المال نصاباً......، ومنها الملك التام ومنها فراغ المال عن حاجته الأصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة......، ومنها الفراغ عن الدين...... ومنها كون النصاب نامياً.**

(عالمگیری ۱۷۲/۱–۱۷٤، بدائع الصنائع ۸۸/۲، شامی زکریا ۱۷٤/۳، الموسوعة الفقهية ۲۳٦/۲۳)

زکوٰۃ کی ادائیگی کب واجب ہوتی ہے؟

اگر نصاب پر ایک سال پورا گذر جائے تو اس کی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔ **وشرط افتراض أدائها حولان الحول وهو فی ملكه.** (درمختار زکریا ۱۸٦/۳، هندية ۱۷٥/۱، الموسوعة الفقهية ۲٤۲/۲۳، هداية ۲۰۲/۱)

سال کے درمیان میں نصاب گھٹ جائے؟

اگر شروع اور اخیر سال میں نصاب پورا تھا مگر درمیان سال میں اس کی مقدار کم رہی تب بھی پورے نصاب کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ **ولكن هذا الشرط يعتبر فی أول الحول وآخره لافی خلاله حتی لو انتقص النصاب فی أثناء الحول ثم كمل فی آخره تجب الزكاة.** (بدائع الصنائع ۹۹/۲، هندية ۱۷٥/۱، تاتارخانية زكريا ۱۸۱/۳)

اضافہ شدہ رقم نصاب میں شامل ہوگی

دورانِ سال نصاب میں جس قدر اضافہ ہوا اس سب پر اخیر سال میں زکوٰۃ واجب ہوگی (یعنی جس دن سال پورا ہو اس دن کا بیلنس دیکھا جائے گا اور کل پر زکوٰۃ واجب ہوگی) **وأما المستفاد فی أثناء الحول فيضم إلی مجانسه ويزكی بتمام الحول الأصلی.**

(مراقی الفلاح ۳۸۹، هندية ۱۷٥/۱)

زکوٰۃ میں قمری سال کا اعتبار ہے

اداءِ زکوٰۃ کے وجوب کے لئے قمری سال کا اعتبار ہوگا نہ کہ شمسی سال کا۔ **وسببه ملك نصاب حولیّ نسبة للحول، وقال الشامی: أی الحول القمری لاالشمسی.** (شامی کراچی ۲٥۹/۲، شامی زکریا ۱۷٥/۳، الدر المنتقی ۱۹۳/۱) **العبرة فی الزكاة للحول القمری كذا فی القنية.** (هندية ۱۷٥/۱)

تنبیہ: اس مسئلہ کو اچھی طرح یاد رکھنے اور اس کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے؛ اس لئے کہ اکثر سرمایہ دار حضرات سہولت کے لئے سرکاری سال کی ابتداء وانتہاء (مارچ-اپریل) کے اعتبار سے زکوٰۃ کا حساب لگاتے ہیں، اور قمری سال کا اعتبار نہیں کرتے جس کی وجہ سے شرعی حساب مکمل نہیں ہو پاتا، اس لئے زکوٰۃ نکالنے والوں پر لازم ہے کہ وہ چاند کے مہینہ کی جس تاریخ سے صاحبِ نصاب ہوئے ہیں، اسی تاریخ کو ہر سال اپنی زکوٰۃ کا حساب لگایا کریں۔ (مرتب)

زکوٰۃ جلد از جلد ادا کرنی چاہئے

زکوٰۃ جیسے ہی واجب ہو فوراً ادا کرنا ضروری ہے بلا عذر تاخیر کرنے سے گنہ گار ہوگا، بہت سے سرمایہ دار حضرات کے پاس بڑی مقدار میں زکوٰۃ کا روپیہ پڑا رہتا ہے، انہیں جلد از جلد اس فرض سے سبکدوش ہو جانا لازم ہے۔ **وهي واجبة على الفور وعليه الفتوىٰ فيأثم بتأخيرها بلا عذر.** (طحطاوی ۳۸۸، عالمگیری ۱/ ۱۷۰، شامی زکریا ۳/ ۱۹۱، تاتارخانیة ۳/ ۱۳٤)

زکوٰۃ میں کتنا مال دیا جائے گا؟

زکوٰۃ کل مال کا چالیسواں حصہ (یعنی ڈھائی فیصدی) دینا ضروری ہوتا ہے۔ **وهو ربع عشر النصاب.** (طحطاوی ۳۸۹، الدر المختار علی الشامی زکریا ۳/ ۱۷۲، البحر الرائق زکریا ۲/ ۳۹۳)

سونے کا نصاب

سونے کا نصاب عربی اوزان کے اعتبار سے ۲۰؍ مثقال ہے، جس کا وزن تولہ کے حساب سے ساڑھے سات تولہ اور گراموں کے اعتبار سے ۸۷؍ گرام ۴۸۰؍ ملی گرام ہوتا ہے۔ **عن علي رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: فاذا كانت لك مأتا درهم وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم وليس عليك شيء يعني في الذهب حتى تكون لك عشرون ديناراً فاذا كانت لك عشرون ديناراً وحال عليها الحول ففيها نصف دينار فما زاد فبحساب ذٰلك الخ.** (ابوداؤد شریف ۱/ ۲۲۱)

نصاب الذهب عشرون مثقالاً. (تنویر الابصار مع الدر المختار ۲۲۴/۳، هدایة ۲۱۱/۱) **وفی کل عشرین مثقالاً نصف مثقال.** (تاتارخانية زکریا ۱۵۵/۳، ایضاح المسائل ۱۰۳)

چاندی کا نصاب

چاندی کا نصاب عربی اوزان کے اعتبار سے دوسو درہم ہے، جس کا وزن تولہ کے حساب سے ساڑھے باون تولہ اور گراموں کے اعتبار سے ۶۱۲ر گرام ۳۶۰ر ملی گرام ہوتا ہے۔ **نصاب فضة مأتا درهم بالاجماع.** (الموسوعة الفقهية ۲۶۴/۲۳) **والفضة مأتا درهم کل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقیل.** (تنویر الابصار مع الدر المختار ۲۳۴/۳، تاتارخانية زکریا ۱۵۵/۳، ایضاح المسائل ۱۰۲)

سونا چاندی دونوں نصاب سے کم ہوں؟

اگر سونا اور چاندی دونوں کے زیورات یا اشیاء ملکیت میں ہوں؛ لیکن کسی ایک کا نصاب بھی پورا نہ ہو تو دونوں کو ملا کر قیمت لگائی جائے گی، اگر دونوں کی قیمت مل کر سونے یا چاندی کے کسی نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب ہوجائے گی۔ (مثلاً آج کل سونے اور چاندی کی قیمتوں میں بڑا فرق ہوگیا ہے، اب اگر کسی کے پاس ڈیڑھ تولہ سونا ہے اور چند تولہ چاندی ہے تو دونوں کی جب قیمت لگائی جائے گی تو چاندی کے اعتبار سے نصاب تک پہنچ جائے گی؛ لہٰذا زکوٰۃ واجب ہوگی) **ویضم الذهب الی الفضة وعکسه بجامع الثمنیة قیمة (درمختار) ای من جهة القیمة فمن له مائة درهم وخمسة مثاقیل قیمتها مائة علیه زکوتها.** (شامی زکریا ۲۳۴/۳، هدایة ۲۱۳/۱، تاتارخانية ۱۵۸/۳)

اگر زیور کے ساتھ روپیہ بھی ہو؟

زیور کے ساتھ اگر روپیہ یا سامانِ تجارت موجود ہو تو اگرچہ زیور کا وزن نصاب تک نہ پہنچتا ہو؛ لیکن سب ملا کر قیمت چاندی کے نصاب تک پہنچ گئی تو زکوٰۃ واجب ہوجائے گی (مثلاً ۲-۳ر تولہ سونا ہے اور ساتھ میں پانچ ہزار روپیہ ہے یا مالِ تجارت ہے تو کل کی قیمت اگر چاندی کے نصاب تک

پہنچ رہی ہوتو اس پرزکوٰۃ واجب ہوگی) **وتضم قيمة العروض الى الثمنين.** (هندية ١/١٧٩) **ويضم الذهب الى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة.** (درمختار ٣/٢٣٤)

وفائدته تظهر فيمن له حنطة للتجارة قيمتها مائة درهم وله خمسة دنانير قيمتها مائة تجب الزكوٰة عنده خلافاً لهما. (شامی زکریا ٣/٢٣٤، ایضاح المسائل ١٠٣)

دانتوں میں بندھے ہوئے سونے یا چاندی کے تاروں پر زکوٰۃ نہیں

سونا چاندی اگر بدن کے کسی حصہ میں اس طرح پیوست ہو کہ اسے بآسانی نکالا نہ جاسکتا ہو جیسے دانتوں میں لگے ہوئے سونے چاندی کے تار، یا وہ مسالہ جو دانتوں کے خول میں بھر دیا جاتا ہے تو اس پر شرعاً زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (کیوں کہ اب یہ مال نامی کا مصداق نہیں بن سکتا، جو وجوبِ زکوٰۃ کے لئے شرط ہے) (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۴۹، ایضاح المسائل ۱۰۹، مرغوب الفتاویٰ ۳/۳۳۹)

مالِ نامی کی تعریف

مالِ نامی (بڑھنے والا مال) کی دو صورتیں ہیں: (۱) پیدائشی مال نامی: یعنی سونا چاندی ان دونوں دھاتوں کو شریعت نے مطلقاً مالِ نامی تسلیم کیا ہے خواہ ان کی تجارت کی جائے یا نہ کی جائے۔ (۲) فعلی مالِ نامی: یعنی سونے چاندی کے علاوہ وہ مال جسے تجارت کی نیت سے خریدا گیا ہو۔ **وينقسم كل واحد منهما إلى قسمين: خلقي وفعلي، هٰكذا في التبيين. فالخلقي الذهب والفضة ......، والفعلي ما سواهما ويكون الاستنماء فيه بنية التجارة الخ.** (عالمگیری ١/١٧٤، شامی زکریا ٣/١٧٩، البحر الرائق زکریا ٢/٣٦٢، بدائع الصنائع زکریا ٢/٩٢، طحطاوی علی المراقی ٣٨٧)

تجارت کی نیت سے خرید کر ذاتی استعمال میں لے آنا

اگر کوئی مال؛ تجارت کی نیت سے خریدا تھا پھر ارادہ بدل گیا اور اس کو ذاتی استعمال میں لے آیا تو اس کی زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی۔ **ومن اشترى جارية للتجارة ونواها للخدمة بطلت عنها الزكاة.** (عالمگیری ١/١٧٤، شامی زکریا ٣/١٩٢) **لو نوى بمال التجارة الخدمة كان للخدمة بالنية.** (الاشباه والنظائر ٢٠٦، طبع مكتبه فقيه الامة ديوبند)

تجارت کی نیت سے خریدے گئے فلیٹ کوکرایہ پر اٹھانا

اگر کسی شخص نے کوئی فلیٹ وغیرہ تجارت کی نیت سے خریدا تھا، پھر اس کوکرایہ پر اٹھادیا تو اب وہ مالِ تجارت میں داخل نہ رہے گا، یعنی سال گذرنے پر اس کی قیمت لگا کر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی؛ البتہ کرایہ کی آمدنی اگر نصاب کے بقدر ہوتو حسبِ شرائط اس پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ **وفي الکبریٰ: إذا اشتریٰ داراً أو عبداً للتجارة فاٰجره خرج من أن یکون للتجارة؛ لأنه لما آجره فقد قصد الغلة فخرج عن حکم التجارة.** (تاتارخانیة زکریا ۱٦٧/۳)

خریدتے وقت تجارت کا پختہ ارادہ نہ تھا

کوئی چیز استعمال کے لئے خریدی، ساتھ میں یہ نیت تھی کہ نفع ملے گا تو بیچ دوں گا ورنہ رکھے رہوں گا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ **أو اشتریٰ شیئاً للقنیة ناویاً أنه إن وجد ربحاً باعه لازکاة علیه.** (طحطاوی ۳۹۱، الدر المختار مع الشامی زکریا ۱۹٥/۳، فتح القدیر ۲۱۸/۲، الولو الجیة ۱۸۳/۱، المحیط البرهانی ۳۹۳/۲)

بنیتِ تجارت خریدے ہوئے مال پر قبضہ سے پہلے زکوٰۃ

کوئی سامان تجارت کی نیت سے خریدا ہے مگر ابھی قبضہ نہیں کیا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ **وخرج به أیضا کما فی البحر المشتری للتجارة قبل القبض.** (شامی کراچی ۲٦٠/۲) **ولا فیما اشتراه لتجارة قبل قبضه.** (درمختار مع شامی زکریا ۱۸٠/۳، تاتارخانیة زکریا ۲٤٩/۳)

پریس میں چھپائی کے لئے رکھی ہوئی روشنائی پر زکوٰۃ

عموماً بڑے پریس والے چھپائی کے لئے روشنائی کا بڑا اسٹاک پہلے سے خرید کر رکھے رہتے ہیں، تو اس روشنائی کی قیمت پر سال گذرنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ **الاما یبقی اثر عینه کالعصفر لدبغ الجلد ففیه الزکوٰة.** (درمختار مع الشامی زکریا ۱۸۳/۳، تاتارخانیة زکریا ۱٦٨/۳، المحیط البرهانی ۳۹۲/۲) **واما اذا کان یبقی اثرها فی المعمول کما لو اشتری**

الصباغ عصفراً او زعفراناً ليصبغ ثياب الناس باجر وحال عليه الحول كان عليه الزكوٰة اذا بلغ نصاباً. (عالمگیری ۱۷۲/۱، خانية ۲۵۰/۱)

حج کے لئے رکھے ہوئے روپیوں پر زکوٰۃ

اگرکسی صاحب نصاب شخص نے حج کی نیت سے روپئے جمع کررکھے تھے اسی دوران سالانہ زکوٰۃ نکالنے کا وقت آ گیا تو اس پر حج کے لئے رکھی ہوئی پوری رقم کی زکوٰۃ نکالنا بھی لازم ہوگا۔ **أما إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال عليه الحول وقد بقي معه منه نصاب فانه يزكي ذٰلک الباقي وان كان قصده الانفاق منه أيضاً في المستقبل.**

(شامی زکریا ۱۷۹/۳، انوارِ مناسك ۱۶۰)

حج کمیٹی میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ میں تفصیل

اگرکسی شخص نے حج کے ارادہ سے حج کمیٹی میں مکمل روپیہ جمع کرادیا تھا اسی دوران اس کی زکوٰۃ کے حساب کا وقت آ گیا تو جمع شدہ رقم میں سے ہوائی جہاز کا کرایہ، معلم فیس اور دیگر اخراجات نکال کر سعودی ریال کی شکل میں اس عازم حج کو جو رقم واپس ملنے والی ہے اس پر زکوٰۃ نکالنی ضروری ہوگی۔ (مستفاد: مسائل بہشتی زیور ۳۲۲، از: مولانا مفتی عبدالواحد صاحب لاہور)

ٹینٹ ہاؤس کے سامان پر زکوٰۃ کا حکم

ٹینٹ ہاؤس وغیرہ میں جو برتن اور سامان کرائے پر چلائے جاتے ہیں، ان کی مالیت اور قیمت پر زکوٰۃ نہیں؛ بلکہ ان کے ذریعہ ہونے والی کرایہ کی آمدنی پر حسبِ ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ **ولو اشترى قدوراً من صفر يمسكها ويواجرها لا تجب فيها الزكوٰة كما لا تجب في بيوت الغلة.** (عالمگیری ۱۸۰/۱، تاتارخانية زکریا ۱۶۹/۳، ومثله في الولوالجية ۱۸۲/۱)

تجارتی پلاٹوں اور فلیٹوں پر زکوٰۃ

جو پلاٹ یا زمین فروخت کی نیت سے خریدے گئے ہیں تو ان کی موجودہ قیمت پر زکوٰۃ

واجب ہوگی۔ **الزکوٰۃ واجبة فی عروض التجارۃ کائنة ما کانت اذا بلغت قیمتها نصاباً من الذھب والورق.** (ھدایة ۲۱۲/۱ عالمگیری ۱۷۹/۱، تاتارخانیة زکریا ۱۶٤/۳، ومثله فی البحر الرائق ۳۹۸/۲، تبیین الحقائق ۷۷/۲، ایضاح المسائل ۱۰٦)

خریدے ہوئے شیئرز پر زکوٰۃ

کسی کمپنی کے شیئرز اگر خرید کر رکھے ہوئے ہیں تو ان کی موجودہ قیمت پر زکوٰۃ فرض ہوگی، یعنی یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ انہیں کس قیمت پر خریدا تھا؛ بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ آج ان کی کیا قیمت ہے، اور اسی حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ (امداد الفتاویٰ ۲/۲۱، ایضاح المسائل ۱۰۶، مسائل بہشتی زیور ۳۱۹)

وان ادی القیمة تعتبر قیمتها یوم الوجوب. (عالمگیری ۱۸۰/۱) **ولو ازدادت قیمتها قبل الحول تعتبر قیمتها وقت الوجوب بالاجماع.** (تاتارخانیة زکریا ۱۷۰/۳، بدائع الصنائع ۱۱٥/۲)

انشورنس میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ

کار، دوکان اور کاروبار کے انشورنس میں جو رقم جمع کی جاتی ہے اس کی واپسی حتمی اور یقینی نہیں ہوتی، اس لئے اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی؛ البتہ لائف انشورنس (زندگی کا بیمہ) کی رقم بہرحال واپس ملتی ہے؛ اس لئے اس میں جمع شدہ اصل رقم پر ملنے کے بعد گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی، یہ دینِ قوی کے درجہ میں ہے، اور اصل رقم سے بڑھ کر جو رقم ملنے والی ہے وہ چوں کہ سود اور حرام ہے؛ اس لئے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ **فتجب زکوتها اذا تم نصاباً وحال الحول لکن لا فوراً بل عند قبض اربعین درهماً من الدین القوی کقرض.**

(درمختار زکریا ۲۳٦/۳، ومثله فی الخانیة ۲٥۳/۱، هندیة ۱۷٥/۱، بدائع الصنائع ۹۰/۲)

فکس ڈپازٹ رقم پر زکوٰۃ

بعض لوگ اپنی رقومات بنکوں میں کئی سالوں کے لئے فکس ڈپازٹ کرادیتے ہیں، تو چونکہ یہ دینِ قوی کے درجہ میں ہے جس کا بعد میں مقررہ وقت پر ملنا یقینی ہے؛ اس لئے اس اصل جمع شدہ

رقم پر ہر سال کی زکوٰۃ واجب ہوگی؛ لیکن جو رقم بڑھ کر ملے گی وہ قطعاً حرام ہے، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں (بلکہ اس اضافی رقم کو سودی مصارف میں ہی خرچ کرنا لازم ہے) **فتجب زكوتها اذا تم نصاباً وحال الحول لكن لا فوراً بل عند قبض اربعين درهماً من الدين القوى كقرض الخ.** (درمختار زكريا ۲۳۶/۳، ومثله في الخانية ۲۵۳/۱، هندية ۱۷۵/۱، بدائع الصنائع ۹۰/۲)

گیس سلنڈروں کا ڈیلر کیسے حساب لگائے؟

جو شخص گیس سپلائی کا ڈیلر ہے یعنی گیس کمپنی سے گیس خرید کر صارفین کو گیس سپلائی کرتا ہے وہ اپنی زکوٰۃ کا حساب سلنڈروں کی مالیت سے نہیں لگائے گا؛ بلکہ سلنڈروں میں موجود گیس کی قیمت کے اعتبار سے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؛ البتہ جو سلنڈر بذاتہ مع گیس فروختگی کے لئے رکھے گئے ہوں تو ان میں سلنڈر اور گیس دونوں کی قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہوگی؛ کیوں کہ پہلی صورت میں سلنڈروں کی حیثیت محض برتنوں کی ہے اور دوسری صورت میں سلنڈر خود مالِ تجارت میں داخل ہے۔ **قال في الشامي: وقوارير العطارين الخ، ان كان من غرض المشترى بيعها بها ففيها الزكوٰة والا فلا.** (شامی زکریا ۱۸۳/۳، محقق ومدلل جدید مسائل ۱۴۶، مرغوب الفتاویٰ ۳۳۹/۳)

ٹرانسپورٹ کمپنی کی گاڑیوں پر زکوٰۃ کا مسئلہ

اگر کوئی شخص ٹرانسپورٹ کا کاروبار کرتا ہے اور اس کی کاریں، بسیں یا ٹرک وغیرہ کرایہ پر چلتے ہیں تو ان بسوں یا ٹرکوں کی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی؛ بلکہ ان سے حاصل ہونے والے منافع پر حسبِ ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ **ولو اشترى قدوراً من صفر يمسكها ويواجرها لا تجب فيها الزكوٰة كما لا تجب في بيوت الغلة.** (فتاویٰ خانية ۲۵۱/۱، تاتارخانية زكريا ۱۶۹/۳، محقق ومدلل جديد مسائل ۱۴۷)

مچھلی پالن پر زکوٰۃ

مچھلی پالن کے لئے تالاب اور اس کی زمین کی قیمت پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں؛ البتہ جو

مچھلیوں کا بیج خرید کر کے ڈالا گیا ہے اس پر سال پورا ہونے پر موجودہ قیمت کے اندازہ سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ **ولو للتجارۃ ففیھا زکوۃ التجارۃ.** (درمختار زکریا ۱۹۸/۳، احسن الفتاویٰ ۳۰۰/۴، فتاویٰ الکوثر زکوٰۃ ۶۶، نئے مسائل اور علماء ہند کے فیصلے ۹۷)

مرغی فارم کی زکوٰۃ

مرغی فارم کی زمین اور عمارت وغیرہ کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں، اور ان میں جو مرغیاں پالی جاتی ہیں ان کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر مرغی فارم سے انڈے مقصود ہیں اور انہیں کے ذریعہ آمدنی حاصل کی جاتی ہے مرغیاں فروخت کے لئے نہیں ہیں، تو ایسی صورت میں مرغیوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی؛ بلکہ صرف انڈوں سے حاصل ہونے والی آمدنی پر زکوٰۃ لازم ہوگی، گویا مرغیاں آلات کے درجے میں ہیں۔ (۲) اور اگر مرغی فارم سے محض انڈے مقصود نہیں؛ بلکہ خود مرغیوں اور چوزوں کو بیچنا مقصود ہے تو ایسی صورت میں سال پورا ہونے پر ان مرغیوں اور چوزوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی؛ کیوں کہ یہ خود مالِ تجارت ہیں۔ **وکذٰلک آلات المحترفین، أی سواء کانت مما لا تستهلک عینه فی الانتفاع...... او تستهلک.** (شامی زکریا ۱۸۳/۳) **والاصل ان ماعدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیة التجارة.** (درمختار زکریا ۱۹٤/۳) **ولو للتجارة ففیها زکوٰة التجارة.** (درمختار زکریا ۱۹۸/۳، احسن الفتاویٰ ۳۰۰/٤، کتاب الفتاویٰ ۳٤٦/۳، محقق ومدلل جدید مسائل ۱۵۱)

کپڑوں میں لگے ہوئے سونے چاندی کے پھول بوٹوں پر زکوٰۃ

اگر کسی کپڑے میں سونے یا چاندی کے تار یا پھول بوٹے لگے ہوں تو اس سونے چاندی کی قیمت پر حسبِ ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوگی، یعنی ان کے وزن کا اندازہ لگا کر قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ **الزکوٰة واجبة فی الذهب والفضة مضروبة کانت اوغیر مضروبة ...... حلیا کان للرجال او للنساء.** (تاتارخانیة زکریا ۱۵٤/۳، محقق ومدلل جدید مسائل ۱۵٦، کتاب الفتاویٰ ۲٦۳/۳)

شادی کے لئے رکھے گئے زیورات پر زکوٰۃ

اگر باپ یا ماں نے بچی یا بچے کی شادی کے لئے زیورات بنا کر رکھے ہیں اور وہ ابھی بچوں کو حوالے نہیں کئے گئے؛ بلکہ اپنی ہی ملکیت میں ہیں تو ان کی مالیت پر حسبِ ضابطہ زکوٰۃ ماں یا باپ پر واجب رہے گی، اور اگر بچوں کی ملکیت میں دے دیئے ہیں تو جب تک وہ نابالغ ہیں ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اور بالغ ہونے کے بعد اگر نصاب وغیرہ کی شرائط پوری ہوتی ہوں تو سال گذرنے پر ان پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ **وسببه أى سبب افتراضها ملک نصاب حولی...... تام.** (درمختار زکریا ۳/ ۱۷۴) **وشرط وجوبها العقل والبلوغ والاسلام والحرية وملک نصاب.** (البحر الرائق کراچی ۲/ ۲۰۲، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۹/ ۳۷٦، محمود الفتاویٰ ۲/ ۸۵)

مکان بنانے کے لئے جمع کردہ رقم پر زکوٰۃ

کسی شخص نے مکان بنانے کے لئے رقم جمع کر رکھی تھی، اس درمیان زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت آ گیا تو اس پر مذکورہ جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی لازم ہے۔ **ان الزکوٰة تجب فی النقد کیف امسکه للنفقة او للنماء.** (حاشیة الطحطاوی دیوبند ۷۱۵، شامی زکریا ۳/ ۱۷۹، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۹/ ۳۳۹)

مرغی یا مچھلی فارم میں استعمال ہونے والی خوراک پر زکوٰۃ کا مسئلہ

مرغی یا مچھلی فارموں میں مرغیوں یا مچھلیوں کو کھلانے کے لئے جو خوراک استعمال کی جاتی ہے اس کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں؛ کیوں کہ یہ تجارت کی غرض سے نہیں خریدی جاتی؛ بلکہ اس کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے کپڑا دھونے والوں کے لئے صابن اور صرف وغیرہ، کہ ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ **وکذٰلک آلات المحترفین أی سواء کانت مما لا تستهلک عینه فی الانتفاع ...... اوتستهلک، لکن هٰذا منه ما لا یبقی اثر عینه، کصابون وحرض الغسال.** (شامی زکریا ۳/ ۱۸۳، فتاویٰ هندیة ۱/ ۱۷۲) **واصل هٰذا أنه لیس علی التاجر زکوٰة**

مسکنه وخدمه ومرکبه وکسوة اهله وطعامهم......، العمال الذین یعملون للناس بأجر اذا اشتروا اعیاناً للعمل بها فحال الحول علیها عندهم فکل عین یبقی له أثر في العین بحیث یری کالعصفر والزعفران وما أشبه ذٰلک ففیه الزکاة وما لا یبقی له أثر في العین بحیث لا یری کالصابون والأشنان فلا زکوٰة فیه. (تاتارخانیة زکریا ۱۶۸/۳)

دوکان یا مکان وغیرہ کے کرایہ میں ڈپازٹ کی رقم پر زکوٰۃ کا مسئلہ

آج کل بڑے شہروں میں دوکان یا مکان کی کرایہ داری میں مالک مکان یا دوکان ڈپازٹ کے نام سے بڑی رقمیں لیتا ہے، جنہیں دوکان یا مکان کے خالی کرنے کے وقت واپس کردیا جاتا ہے، تو یہاں بحث یہ ہے کہ اس ڈپازٹ کی رقم کی زکوٰۃ کون ادا کرے؟ کرایہ دار یا مالک؟ تو بظاہر اس کی حیثیت رہن کی معلوم ہوتی ہے اس بناء پر اس کی زکوٰۃ شئ مرہون کے ضابطہ کے اعتبار سے نہ تو مالک پر واجب ہونی چاہئے اور نہ کرایہ دار پر۔ (مستفاد: محمود الفتاویٰ ۲/۲۶، ۲/۶۱، ۴۶، نئے مسائل اور علماء ہند کے فیصلے ۵۴، کتاب الفتاویٰ ۳/۸، ۲۷)

نوٹ: ڈپازٹ کی رقم کو رہن ماننے کی صورت میں اصل حکم شرعی یہ ہوگا کہ یہ ڈپازٹ کی رقم مالک اپنے تصرف میں بالکل نہ لائے؛ بلکہ بطور امانت محفوظ رکھے؛ لیکن عمل اس کے برخلاف ہے، کیوں کہ کوئی بھی مالک مکان، کرایہ دار سے اس رقم کو لے کر محفوظ نہیں رکھتا؛ بلکہ بلا تکلف اپنے ذاتی استعمال میں لاتا ہے، الا ماشاء اللہ۔ لہٰذا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ شئ مرہون میں تصرف کرلینے کی بنا پر اسے رہن کے بجائے دین مضمون کے درجہ میں رکھا جائے، یعنی یہ رقم گویا کہ مالک پر کرایہ دار کی طرف سے دین ہے؛ لہٰذا اس کی زکوٰۃ مالک دوکان یا مکان پر واجب نہیں ہوگی؛ بلکہ کرایہ دار پر واجب ہوگی جو اس رقم کا اصل مالک ہے۔ چناں چہ علامہ شامیؒ نے بیع الوفاء کی ثمن کے متعلق بحث کرتے ہوئے جو رائے ظاہر فرمائی ہے اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، موصوف فرماتے ہیں:

قلت: ینبغي لزومها علی المشتري فقط علی القول الذي علیه العمل الآن من ان بیع الوفاء منزل منزلة الرهن وعلیه فیکون الثمن دینا علی البائع. (شامي بیروت ۱۶۶/۳)

تاہم اس بارے میں یہ تفصیل مناسب ہے کہ اگر کرایہ داری معاہدہ میں مکان یا دوکان خالی کرنے کا کوئی قریبی وقت مقرر ہے تو یہ ڈپازٹ کی رقم ''دین قوی'' کے درجہ میں ہوگی، اور جب مقررہ وقت پر کرایہ دار دوکان یا مکان خالی کرکے اپنی رقم واپس وصول کرلے گا تو سابقہ سالوں کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی واجب ہوگی، اور اگر کرایہ کے معاہدہ میں مکان یا دوکان خالی کرنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے تو یہ دین متوسط یا دین ضعیف کے درجہ میں ہے، یعنی کرایہ دار رقم وصول کرنے کے بعد سابقہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا مامور نہ ہوگا؛ بلکہ جب رقم اس کے قبضہ میں آجائے گی اسی وقت سے زکوٰۃ کا حساب شروع ہوگا، واللہ اعلم۔ (مرتب)

زکوٰۃ کے روپئے سے منی آرڈر فیس یا چیک یا ڈرافٹ کی اجرت دینا

زکوٰۃ کی رقم سے منی آرڈر کی فیس یا چیک یا ڈرافٹ کی اجرت ادا کرنا صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں مستحق فقیر کی تملیک نہیں پائی جاتی؛ بلکہ یہ بینک یا محکمہ ڈاک کے عمل کی اجرت ہے (لہٰذا جو لوگ زکوٰۃ کی رقم بذریعہ چیک ادا کرتے ہیں اور چیک بھناتے وقت بینک اپنی واجب رقم کاٹ کر مستحق کو ادا کرتا ہے تو جتنی رقم بینک نے کاٹ لی ہے اس کے بقدر مالک کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی؛ بلکہ اتنی رقم اسے مزید ادا کرنی ہوگی) **كذا يستفاد من هٰذه العبارة: ولو اراد ان يعطى الجزار او الذابح اجرته من لحمها لا يجوز.** (تاتارخانية زكريا ۴۴۲/۱۷) **لا يخرج بعزل ما وجب عن العهدة بل لا بد من الاداء الى الفقير.** (البحر الرائق زكريا ۳۶۹/۲، درمختار زکریا ۱۸۹/۳، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۴۸۴/۹، فتاویٰ دارالعلوم ۳۳۵/۶، مرغوب الفتاویٰ ۳۵۰/۳)

دودھ فروخت کرنے کی نیت سے پالی ہوئی بھینسوں کا حکم

بعض شہروں میں لوگ طویلے یعنی دودھ کے لئے بھینسوں کو پالنے کا کام کرتے ہیں، تو ان بھینسوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی؛ بلکہ ان سے حاصل شدہ دودھ کی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ **مستفاد: والٰات الصناع الذين يعملون بها وظروف الامتعة لا تجب فيها الزكوة.**

(تاتارخانية زكريا ۱٦٩/۳) **ولو اشترى قدوراً من صفر يمسكها ويواجرها لا تجب فيها الزكوٰة كما لا تجب فى بيوت الغلة.** (احسن الفتاویٰ ٢٧٧/٤، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ٤٢٨/٩)

اینٹ کے بھٹے کی زکوٰۃ کا کیسے حساب لگائیں؟

اینٹ کے بھٹے میں زکوٰۃ کا حساب اس طرح لگایا جائے گا کہ ادائیگی کے دن جتنی اینٹیں کچی یا پکی موجود ہوں ان کی قیمت لگائی جائے، اور اینٹ بنانے کے لئے جو مٹی خرید کرلائی گئی ہو اس کی بھی قیمت جوڑ لی جائے، اس کے بعد ڈھائی فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ نکالیں؛ البتہ کوئلہ یا لکڑی وغیرہ جو بھٹے میں جلانے کے لئے جمع کر کے رکھی جاتی ہیں ان کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ اشیاء جل کر ختم ہو جاتی ہیں باقی نہیں رہتی ہیں۔ مستفاد: **وكذلك آلات المحترفين اى سواء كانت مما لا تستهلك عينه فى الانتفاع كالقدوم والمبرد او تستهلك لكن هٰذا منه ما لا يبقى اثر عينه كصابون وحرض الغسال ومنه ما يبقى كعصفر وزعفران لصباغ ودهن وعفص لدباغ فلا زكوٰة فى الاولين لان ما يأخذه من الاجرة بمقابلة العمل، وفى الاخير الزكوٰة اذا حال عليه الحول لان الماخوذ بمقابلة العين.** (شامی بیروت ۱۷۱/۳)

نوٹ:- اور اگر بھٹے کا مالک اپنی مملوکہ زمین کی مٹی سے اینٹیں بناتا ہو اس کے لئے مٹی نہ خریدتا ہو، تو یہ کچی یا پکی اینٹیں ابھی مالِ تجارت میں داخل نہ ہوں گی؛ بلکہ فروختگی کے بعد ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مرتب)

کس طرح کے اموال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے؟

درج ذیل اموال اور اثاثہ جات میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، خواہ ان کی قیمت کتنی ہی ہو:

(۱) رہنے کے گھر۔

(۲) کرائے پر اٹھائے گئے مکانات (البتہ ان کی آمدنی پر زکوٰۃ حسبِ ضابطہ واجب ہوگی)

(۳) استعمالی کپڑے، چادریں، فرش وغیرہ۔

(۴) گھر کا ساز وسامان (فرج، کولر، واشنگ مشین وغیرہ)

(۵) سواریاں (گاڑی، موٹر سائیکل وغیرہ)

(۶) غلام باندیاں جو خدمت پر مامور ہوں۔

(۷) اپنی حفاظت کے لئے رکھے گئے ہتھیار۔

(۸) گھر میں رکھا ہوا کھانے پینے کا ذخیرہ۔

(۹) سجاوٹ کے برتن۔

(۱۰) ہیرے جواہرات۔ (جب کہ تجارت کے لئے نہ ہو)

(۱۱) مطالعہ کی کتابیں۔

(۱۲) صنعت کاروں کے اوزار اور مشین، کارخانے، فیکٹریاں، کرایہ پر چلنے والی بسیں اور ٹرک اور کاشت کار حضرات کے ٹریکٹر، اور آلاتِ زراعت وغیرہ۔ (نیز ہر ایسا سامان جو تجارت کی نیت سے نہ خریدا گیا ہو) **فليس في دور السكنىٰ وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة وكذا طعام أهله وما يتجمل به من الأواني إذا لم يكن من الذهب والفضة وكذا الجوهر واللؤلؤ والياقوت والبلخش والزمرد ونحوها إذا لم يكن للتجارة……، وكذا كتب العلم ان كان من اهله وآلات المحترفين.** (عالمگیری ۱/ ۱۷۲) **قيد الأهل هٰهنا غير مفيد لأنه لو لم يكن من أهلها وليست هي للتجارة لا تجب فيها الزكوٰة وإن كثرت لعدم النماء.** (تاتارخانية زكريا ۳/ ۱۷۳، درمختار زكريا ۳/ ۱۸۲، هداية ۱/ ۲۰۲)

مانع زکوٰۃ مطالبات

درج ذیل مطالبات کو اصل سرمایہ سے منہا کیا جائے گا:

(۱) مالک کے ذمہ قرض کی رقم (خواہ قرض روپیہ ہو یا سامان، یا خلع کا بدل ہو یا زکوٰۃ کی وہ رقم جس کا حکومت اسلامی کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً مطالبہ ہو)

(۲) مبیع کی ثمن جو ذمہ میں واجب ہو۔

(۳) کسی کے تلف کردہ سامان کا تاوان۔

(۴) کسی کو زخمی کرنے کا ضمان۔ **کل دین له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكاة سواء كان الدين للعباد كالقرض وثمن البيع وضمان المتلفات وارش الجراحة، وسواء كان الدين من النقود أو المكيل أو الموزون أو الثياب أو الحيوان وجب بخلع أو صلح عن دم عمد وهو حال او مؤجل أو للّٰه تعالىٰ كدين الزكوٰة.** (عالمگیری ۱۷۲/۱، تبيين الحقائق ۲۵/۲، شامی زکریا ۱۷٤/۳، ومثله فی البدائع الصنائع ۸۳/۲)

طویل المیعاد قرضے مانع زکوٰۃ ہیں یا نہیں؟

آج کل کاروباری لوگ بینکوں سے بڑی بڑی رقومات بطور قرض لے لیتے ہیں، یہ رقومات بسا اوقات اتنی کثیر ہوتی ہیں کہ ان کو اگر مانع زکوٰۃ قرار دیا جائے، تو بڑے بڑے سرمایہ داروں پر زکوٰۃ واجب ہی نہ ہو، اس لئے ان کاروباری قرضوں کے بارے میں محتاط رائے یہی ہے کہ ہر سال جتنی قسط کی رقم واجب الاداء ہوتی ہے، بس اسی قدر روپیہ اصل سرمایہ سے منہا کیا جائے، اور بقیہ کل مالیت کا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے شوہر پر بیوی کا دین مہر مؤجل اس کے لئے مانع زکوٰۃ نہیں ہوتا، پس اسی طرح یہ طویل المیعاد قرضہ بھی مانع نہ ہوگا۔

(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۴۶/۶، فتاویٰ حقانیہ ۵۱۰/۳، آئینہ رمضان ۴۲۳)

گذشتہ سال کی زکوٰۃ کی رقم منہا کر کے حساب لگایا جائے

اگر کسی شخص نے ایک سال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تا آں کہ دوسرا سال آ گیا تو پہلے سال جو زکوٰۃ کی رقم واجب ہوئی تھی وہ چوں کہ اس کے ذمہ دین ہے اس لئے اس رقم کو الگ کر کے زکوٰۃ کا حساب لگایا جائے گا، اور سابقہ واجب شدہ رقم بہر حال الگ سے ادا کرنی ہوگی۔ **سواء كان للّٰه كزكاة.** (در مختار مع الشامی زکریا ۱۷٦/۳ طحطاوی علی المراقی دارالکتاب دیوبند ۷۱٤) **أو للّٰه تعالى كدين الزكاة.** (عالمگیری ۱۷۲/۱، تبيين الحقائق ۲٤/۲، مجمع الانهر ۲۸۵/۲)

حقوق اللہ سے متعلق کون سے مطالبات مانع زکوٰۃ نہیں؟

ہر ایسا دین جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو اور کسی انسان کی طرف سے اس کا مطالبہ نہ ہو، مثلاً نذر، کفارات، صدقۃ الفطر اور حج کا وجوب تو ان کی رقومات کو اصل سرمایہ سے منہا نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ اگر ان امور کے لئے رقم رکھی ہو اور سال پورا ہونے کا وقت آجائے تو اس پوری رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مثلاً کسی شخص نے حج کا ارادہ کیا ہے اور رمضان میں اس کا زکوٰۃ کا سال پورا ہوتا ہے، اور اس نے حج کے لئے جو رقم جمع کر رکھی ہے وہ سال پورا ہونے کے وقت اس کے پاس موجود رہے تو کل رقم پر زکوٰۃ فرض ہوگی حج کی رقم کو منہا نہیں کیا جائے گا) **وکل دین لا مطالب له من جهة العباد کدیون اللّٰه تعالی من النذور والکفارات وصدقة الفطر ووجوب الحج لایمنع.** (عالمگیری ۱۷۳/۱، شامی زکریا ۱۷۷/۳، ومثله فی البدائع ۸۵/۲، هداية ۲۰۲/۱، تبیین الحقائق ۲۴/۲، البحر الرائق ۳۵۷/۲)

کیا عورت پر اپنے دین مہر کی زکوٰۃ واجب ہے؟

جب تک عورت اپنے مہر پر قبضہ نہ کرے اس وقت تک اس کی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہے؛ بلکہ جب مہر کی رقم عورت کے قبضہ میں آئے گی اسی وقت زکوٰۃ کا حساب شروع ہوگا، یہ دین ضعیف کے درجہ میں ہے۔ **والضعیف وهو بدل ما لیس بمال کالمهر والوصیة وبدل الخلع ......، لا تجب فیه الزکوة ما لم یقبض نصاباً ویحول علیه الحول بعد القبض.** (مراقی علی الطحطاوی دیوبند ۷۱٦، خانیة ۲۵۳/۱، البحر الرائق ۳٦۳/۲) **أما إذا وجد الملک دون الید کالصداق قبل القبض ......، لاتجب فیه الزکاة.** (عالمگیری ۱۷۲/۱)

جس قرض کے وصول کی امید نہ ہو اس کی زکوٰۃ واجب نہیں

اگر قرض لینے والا قرض سے انکاری ہو اور مالک کے پاس شرعی ثبوت نہ ہو، تو ایسے قرض پر زکوٰۃ واجب نہیں؛ البتہ اگر وہ دین بعد میں کسی طرح مل جائے تو اب حولان حول کے بعد یا دیگر

نصاب کے ساتھ ملاکر اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی، سابقہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ **فلا زکاۃ علی مکاتب......، ودین جحده المدیون سنین ولا بینة له علیه.** (شامی زکریا ۱۸٤/۳،عالمگیری ۱۷٤/۱، ومثله فی الهدایة ۲۰۲/۱، تاتارخانیة زکریا ۲۵۲/۳، البحر الرائق ۳٦۲/۲)

پرائیویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ

ملازمین کی تنخواہوں میں جو جزو جبراً کاٹ کر جمع کرلیا جاتا ہے جسے پرائیویڈنٹ فنڈ کہتے ہیں، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں؛ اس فنڈ میں سے دورانِ ملازمت بطورِ قرض اگر رقم نکال لی جائے پھر بھی اس کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی؛ البتہ ملازمت ختم ہونے پر جب یہ رقم ملازم کو ملے گی تو اس کے مقبوضہ مال میں شامل ہوگی اور آئندہ حسبِ ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ **مستفاد: ویشترط ان یتمکن من الاستنماء بکون المال فی یده او ید نائبه فان لم یتمکن من الاستنماء فلا زکوٰۃ علیه وذٰلک مثل مال الضمار.** (عالمگیری ۱۷٤/۱، ومثله فی البحر الرائق ۳٦۲/۲، تبیین الحقائق ۲۷/۲، النهر الفائق ٤۱٦/۱، بدائع الصنائع ۸۸/۲)

نوٹ: پرائیویڈنٹ فنڈ بعض صورتوں میں اختیاری ہوتا ہے، یعنی کمپنی کی طرف سے رقم جمع کرنا لازم نہیں ہوتا؛ بلکہ ملازم کے اختیار میں رہتا ہے، اور وہ جب چاہے اس اختیاری جمع شدہ رقم کو نکال کر اپنے استعمال میں لاسکتا ہے، تو ایسی صورت میں اس اختیاری جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مرتب)

گم شدہ مال مل گیا

اگر کسی کا کوئی سامان گم ہوگیا تھا یا کسی نے چھین لیا تھا، بعد میں وہ کئی سال بعد اسے مل گیا تو اس پر سابقہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ **ولنا قول علیؓ: لا زکوٰۃ فی مال الضمار موقوفاً ومرفوعاً.** (تبیین الحقائق ۲۸/۲) **والاصل فیه حدیث علیؓ: لا زکوٰۃ فی مال الضمار وهو مالا یمکن الانتفاع به مع بقاء الملک.** (درمختار ۱۸٤/۳، ومثله فی الطحطاوی علی المراقی ۷۱٦)

استعمالی ہیرے موتی پر زکوٰۃ واجب نہیں

ہیرے اور موتی اور جواہرات جن کو بغرضِ استعمال خریدا ہے ان پر زکوٰۃ نہیں ہے، خواہ وہ کتنے ہی قیمتی کیوں نہ ہوں، البتہ اگر ہیروں کی تجارت کرتا ہے تو مالِ تجارت کے اعتبار سے ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ **ولا زكاة في الجواهر واللآلي إلا أن يتملكها بنية التجارة.** (مراقی الفلاح ۳۹۱، تبیین الحقائق ۲۳/۲، طحطاوی ۷۱۸، المبسوط السرخسی ۳۷/۲)

پورا نصاب صدقہ کردیا تو ضمناً زکوٰۃ بھی ادا ہوگئی

اگر کوئی شخص کسی نصاب کا مالک ہوا، پھر اس نے وہ نصاب بلانیت زکوٰۃ مکمل صدقہ کردیا تو اس کے ذمہ سے اس نصاب کا فریضۂ زکوٰۃ ساقط ہوگیا۔ **ومن تصدق بجميع نصابه ولاينوي الزكاة سقط فرضها وهذا استحسان.** (عالمگیری ۱۷۱/۱، ھدایۃ ۲۰۳/۱، الاشباہ والنظائر جدید ۸۶، البحر الرائق ۳۶۸/۲، تبیین الحقائق ۳۰/۲، طحطاوی ۷۱۵)

پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا

اگر کسی شخص نے بقدر نصاب مال ملکیت میں آنے کے بعد حساب لگا کر چند سال کی پیشگی زکوٰۃ ادا کردی تو بھی اس کی ادائیگی درست ہوجائے گی۔ (تاہم اگلے سالوں میں اگر مال بڑھ جائے تو اسی حساب سے مزید زکوٰۃ نکالنی ہوگی) **ولو عجل ذو نصاب لسنين صح.**

(طحطاوی ۳۸۹، شامی زکریا ۲۲۰/۳، الولوالجیۃ ۱۹۳/۱، ھدایۃ ۲۱۰/۱، تاتارخانیۃ زکریا ۱۸٤/۳، مسائل بهشتی زیور ۳۱۵)

گروی رکھی ہوئی چیز پر زکوٰۃ کا حکم

اگر کوئی چیز (زیور ہو یا کوئی اور سامان) قرض کے بدلہ میں گروی رکھی ہوئی ہے تو جب تک وہ مرتہن کے قبضہ میں رہے گی اس کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، نہ راہن پر (قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے) اور نہ مرتہن پر (ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے) اور راہن اگر قرض ادا کر کے اس کو چھڑالے تب بھی

اس کی گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ اس پر واجب نہ ہوگی۔ **ولا علی الراهن إذا كان الرهن في يد المرتهن.** (عالمگیری ۱۷۲/۱) **ولا فی مرهون بعد قبضه (درمختار) أی لا علی المرتهن لعدم ملك الرقبة ولا علی الراهن لعدم اليد وإذا استرده الراهن لایزکی عن السنین الماضیة. وهو معنی قول الشارح ''بعد قبضه'' ویدل علیه قول البحر: ومن موانع الوجوب الرهن، وظاهره ولو کان الرهن ازید من الدین.**

(شامی زکریا ۱۸۰/۳، ومثله فی البحر الرائق ۳۵۵/۲، تبیین الحقائق ۲۷/۲)

نوٹ: یہاں بعض حضرات نے یہ رائے اپنائی ہے کہ اگر شئ مرہون کی قیمت قرض کی رقم سے زائد ہو تو مثلاً قرض ایک لاکھ ہو اور رہن والا زیور دو لاکھ کا ہو تو راہن پر ایک لاکھ کی زکوٰۃ واجب ہوگی؛ کیوں کہ وہ حصہ امانت ہے؛ لہٰذا رہن واپسی کے بعد سابقہ سالوں کی زکوٰۃ بھی اسے ادا کرنی ہوگی؛ لیکن علامہ شامیؒ اور البحر الرائق کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرض کی رقم خواہ شئ مرہون کی قیمت سے کم ہو یا زیادہ ہو، بہرحال راہن یا مرتہن پر سابقہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ **قال الشامی بحثاً: ظاهره أنه لا فرق في الرهن بين السائمة والدراهم فليتأمل.** (شامی زکریا ۱۸۰/۳) **وقال الرافعی: قوله وظاهره أنه لا فرق ......، فان ما ذکره من العلة دال علی أن الدراهم الرهن لا تجب زکوتها بعد الاسترداد.** (تقریرات الرافعی ۱۲۷/۳)

مالِ تجارت میں فروختگی کی قیمت کا اعتبار

تجارتی سامان کی زکوٰۃ میں یہ دیکھا جائے گا کہ وجوب زکوٰۃ کے وقت اس کی بازاری قیمت کیا ہے؟ اسی قیمت کا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی، تاجر کی خرید کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا (مثلاً کسی تاجر نے سو روپیہ میں سامان خریدا اور دوکان پر لا کر وہ نفع کے ساتھ دوسو روپیہ میں فروخت کرتا ہے تو وہ فروختگی کی قیمت کے اعتبار سے ہی زکوٰۃ نکالے گا) **اما اذا اختلفا قُوِّم بالانفع.** (شامی زکریا ۲۲۹/۳) **واعتبار الانفع مذهب ابی حنیفةؒ ومعناه یقوم بما یبلغ نصاباً ان کان یبلغ باحدهما ولا یبلغ بالآخر احتیاطاً.** (تبیین الحقائق ۷۸/۲، مجمع الانهر ۳۰۶/۱)

سونے چاندی میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟

سونے چاندی میں زکوٰۃ اصلاً وزن کے اعتبار سے واجب ہوتی ہے (مثلاً ۴۰؍گرام سونے میں ایک گرام سونا واجب ہوگا) اب اگر اس کی ادائیگی روپیہ کے ذریعہ کرنے کا ارادہ ہے تو اعلیٰ بات یہ ہے کہ واجب شدہ وزن کا سونا بازار میں جتنے کا ملتا ہو اسی اعتبار سے زکوٰۃ نکالیں کہ اس میں فقراء کا نفع زیادہ ہے؛ لیکن اگر اپنے پاس موجود سونا بازار میں جتنے کا فروخت ہو اس کا اعتبار کر کے زکوٰۃ نکالیں گے تو بھی فرض ادا ہو جائے گا؛ کیوں کہ شریعت کی طرف سے اصل مطالبہ اسی سونے چاندی کا ہے جو ملکیت میں فی الوقت موجود ہے؛ لہٰذا اسی کی فروختگی کی قیمت معتبر ہوگی۔ [مثلاً بازار میں سونے کی قیمت خرید ۲۵؍ہزار روپیہ فی دس گرام ہے جب کہ ہم اگر اپنا سونا بیچنا چاہیں تو سنار ۲۳؍ہزار فی دس گرام کے حساب سے قیمت لگاتا ہے، تو ہمارے اوپر اصل زکوٰۃ کا وجوب ۲۳؍ہزار فی دس گرام کے حساب ہی سے ہوگا؛ کیوں کہ یہی اس کی اصل قیمت ہے] (مرتب) **والمعتبر وزنهما اداءً ووجوباً.** (درمختار ۲۲۷/۳، البحر الرائق ۳۹۵/۲) **يعني يعتبر ان يكون المؤدى قدر الواجب وزناً عند الامام والثاني.** (شامی زکریا ۲۲۷/۳، ومثله فی تبيين الحقائق ۷۴/۲، طحطاوی ۷۱۷)

امیٹیشن جویلری پر زکوٰۃ کا حکم

سونے چاندی کے علاوہ زیورات (امیٹیشن جویلری) اگر ذاتی استعمال کے لئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص ان زیورات کی تجارت کرتا ہے، تو ان میں مالِ تجارت ہونے کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مسائل بہشتی زیور ۳۱۲) **لا زكوٰة في اللآلي والجواهر وان ساوت الفاً اتفاقاً الا ان تكون للتجارة.** (درمختار ۱۹۴/۳، ومثله فی تبيين الحقائق ۲۳/۲، اعلاء السنن ۶۲/۹، هندية ۱۷۲/۱)

مال حرام میں زکوٰۃ کا مسئلہ

جو مال حرام طریقہ (مثلاً سود، رشوت یا غصب وغیرہ کے ذریعہ) حاصل کیا گیا ہو وہ سب کا

سب اصل مالک پر لوٹانا یاغریبوں پر تقسیم کرنا ضروری ہوتا ہے؛ لہٰذا ایسے خالص حرام مال پر زکوٰۃ کا حکم نہیں ہے؛ البتہ اگر حلال اور حرام مال مخلوط ہوتو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ **فی القنية: لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكوٰة لان الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد ايجاب التصدق ببعضه.** (شامی زکریا ۲۱۸/۳، ومثله فی البحر الرائق ۳۶۹/۲)

ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكوة فيه. (تنویر الابصار مع الدر المختار زکریا ۲۱۷/۳، البحر الرائق ۳۵۹/۲، تاتارخانية زكريا ۲۳۳/۳، فتاویٰ محمودیه میرٹھ ۳۲/۱٤-۳۳)

نفع رسانی سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہ ہوگی

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مال متشخص ضروری ہے؛ لہٰذا کسی شئ کے نفع کو زکوٰۃ میں شمار نہیں کیا جاسکتا، مثلاً کسی شخص نے اپنی گاڑی کسی فقیر کو دے دی اور اس کا بننے والا کرایہ زکوٰۃ میں جوڑ لیا، یا مکان رہنے کو دے دیا اور اس کے کرایہ میں زکوٰۃ کی نیت کرلی تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ **وخرج بالمال المنفعة فلو أسكن فقيراً داره سنةً ناوياً للزكوٰة لايجزيه.** (طحطاوی ۳۸۹، الدر المختار علی الشامی زکریا ۱۷۲/۳، ومثله فی البحر الرائق زکریا ۳۵۳/۲، مجمع الانهر ۲۸٤/۱، هندية ۱۹۰/۱)

مسافر غنی کا مال راستہ میں ضائع ہوگیا

اگر کوئی مسافر اپنی جگہ صاحبِ حیثیت ہو؛ لیکن سفر کے دوران اس کا مال ضائع ہو جائے (مثلاً جیب وغیرہ کٹ جائے) تو اس کے لئے اپنے وطن پہنچنے کے بقدر مال بمد زکوٰۃ لینا جائز ہے؛ لیکن اس بہانے سے زیادہ مال سمیٹنا درست نہ ہوگا) **وكذلك المسافر اذا كان له مال فی وطنه واحتاج فله ان يأخذ من الزكوٰة قدر ما يبلغه الى وطنه.** (تاتارخانية زکریا ۲۱۸/۳) **ولا يحل له اى لابن السبيل ان يأخذ اكثر من حاجته.** (شامی زکریا ۲۹۰/۳، هندية ۱۸۸/۱)

مسافر غنی کے پاس زکوٰۃ کی رقم بچ گئی

جس مسافر غنی نے ضرورت کے وقت دورانِ سفر زکوٰۃ وصول کی تھی، اگر وطن لوٹنے پر اس رقم کا کچھ حصہ بچ جائے تو وہ اسے اپنی ضروریات میں بلاتکلف استعمال کرسکتا ہے، اس زائد رقم کا صدقہ کرنا اس پر لازم نہیں ہے۔ **ولا یلزمه التصرف بما فضل فی یده عند قدرته علی ماله.** (شامی زکریا ۲۹۰/۳، هندیة ۱۸۸/۱، طحطاوی جدید ۷۲۰)

مالک کا زکوٰۃ کے نوٹ ادل بدل کرنا

اگر مالک نے زکوٰۃ کی رقم الگ کرکے رکھی تھی اور ابھی فقیر کے قبضہ میں نہیں دی تھی تو وہ اس رقم کو ادل بدل کرنے کا اختیار رکھتا ہے، حتی کہ اگر چاہے تو یہ رقم دوسری ضروریات میں خرچ کرکے اس کی جگہ دوسری رقم رکھ دے، یا دوسری رقم سے زکوٰۃ ادا کرکے اس رقم سے وصول کرلے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ **مستفاد: لا یشترط الدفع من عین مال الزکوٰۃ ولذا لو امر غیره بالدفع عنه جاز.** (شامی زکریا ۱۸۹/۳)

وکیل کا زکوٰۃ کے روپئے تبدیل کرنا

مدرسہ کا سفیر، یا مالک کا وکیل امین ہوتا ہے، اس لئے اصلی بات یہ ہے کہ زکوٰۃ میں حاصل کردہ اصل رقم بلاکسی تبدیلی کے مدرسہ یا مستحق تک پہنچائے؛ لیکن اگر ضرورت ہو تو نوٹ بدلنے اور تڑانے کی بھی گنجائش ہے؛ کیوں کہ زکوٰۃ میں روپئے متعین نہیں ہوتے؛ بلکہ اصل میں مالیت متعین ہوتی ہے، اس میں کمی نہیں ہونی چاہئے۔ **مستفاد: لا یشترط الدفع من عین مال الزکوٰۃ ولذا لو امر غیره بالدفع عنه جاز.** (شامی زکریا ۱۸۹/۳)

مالِ زکوٰۃ میں اس مقام کی قیمت کا اعتبار ہے جہاں مال ہے

زکوٰۃ کی ادائیگی میں مالِ زکوٰۃ کی وہ قیمت معتبر ہوگی جہاں مال ہے۔ **ویقوم فی البلد**

الـذی الـمال فیه ولو فی مفازة ففی أقرب الأمصار إلیه. (درمختار) وفی الشامی: فلو بعث عبداً للتجارة فی بلد اٰخر یقوم فی البلد الذی فیه العبد. (شامی بیروت ۱۹٦/۳)

سال مکمل ہونے کے بعد پورا مال چوری یا ضائع ہوجائے؟

کسی شخص کے مال پر سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے وہ پورا مال چوری ہوگیا یا کسی طریقہ سے ضائع ہوگیا تو زکوٰۃ معاف ہوگئی۔ **إذا هلک مال الزکوٰة بعد حولان الـحـول مـن غیـر تـعدی منه بالاستهلاک سقطت عنه الزکوٰة سواء هلک بعد التمکن من الأداء أو قبل التمکن منه.** (تاتارخانیة زکریا ۲۳۷/۳، شامی بیروت ۲۸۳/۳)

سال گذرنے کے بعد مال کوضائع کردیا

کسی شخص کے مال پر سال گذر گیا، اس کے بعد اس نے جان بوجھ کر اس کو ہلاک کردیا تو اس سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی؛ بلکہ بدستور واجب رہے گی، بعد میں جب بھی مال آئے تو زکوٰۃ ادا کرے۔ **وقید بالهلاک لأنها لا تسقط بالاستهلاک وإن انتفت القدرة المیسرة لبقاء ها تقدیراً زجراً له عن التعدی ونظراً للفقراء.** (شامی بیروت ۳۸۳/۳)

جانوروں کی زکوٰۃ کے مسائل

جانوروں میں زکوٰۃ کے وجوب کی شرائط

جانوروں میں زکوٰۃ کا حکم اسی وقت ہے جب کہ:

الف: جانوردرج ذیل جنسوں میں سے ہوں: (۱)اونٹ (۲) گائے ،بھینس (۳) بھیڑ، بکری (جنگلی جانوروں مثلاً ہرن وغیرہ یا پرندوں یا گدھےاور خچروں میں زکوٰۃ نہیں ہے، اِلا یہ کہ یہ جانورتجارت کے ہوں تو ان پر مالِ تجارت کے اعتبار سے زکوٰۃ فرض ہوگی) **والسائمة التی تجب فیها الزکوٰة ثلاثة اقسام: الابل والبقر والغنم.** (تاتارخانیة زکریا ۱۳۶/۳، بدائع الصنائع ۱۲۶/۲) **ولا زکوٰة فی الحمیر والبغال وان کانت سائمةً.** (المحیط البرهانی ۱۷۵/۳، تاتارخانیة زکریا ۱۴۷/۳) **والحمر والبغال والفهد والکلب المعلم انما یجب فیها الزکوٰة اذا کانت للتجارة.** (تاتارخانیة زکریا ۱۴۷/۳)

ب: وہ جانور سال کے اکثر حصہ میں جنگل بیابان میں چرکرگذارا کرتے ہوں، اگرآدھے سال یا اس سے کم چرکرگذارا کرتے ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اسی طرح جن جانوروں کو گھر میں رکھ کرچارا کھلایا جاتا ہے، جیسا کہ ڈیری والے لوگ بھینس وغیرہ باڑے میں پالتے ہیں، ان میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ **هی الراعیة وشرعاً المکتفیة بالرعی المباح ...... فی اکثر العام.** (درمختار بیروت ۱۸۲/۳، زکریا ۱۹۶/۳، البحر الرائق کراچی ۲۱۲/۲، بدائع الصنائع ۱۲۶/۲) **وان کان یعلفها احیاناً ویرعاها احیاناً یعتبر فیها الغالب.** (المحیط البرهانی ۱۷۱/۳، بدائع الصنائع۱۲۶/۲) **حتی لو علفها نصف الحول لاتکون سائمةً ولا تجب فیها الزکوٰة.** (عالمگیری ۱۷۶/۱، تبیین الحقائق ۳۳/۲)

ج: ان جانوروں کو چرانے کا مقصد ان سے دودھ حاصل کرنا یا ان کی نسل چلانا ہو؛ لہٰذا ان کا گوشت کھانے کھلانے کے لئے یا سواری کے لئے یا کھیت جوتنے وغیرہ کے لئے اگر پالا جائے تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (اور اگر جانوروں کو خریدتے وقت تجارت کی نیت کی گئی ہو، محض دودھ یا نسل پروری مقصد نہ ہو تو پھر ان میں جانوروں کی قیمت لگا کر سال بسال زکوٰۃ دی جائے گی، اور ان میں جانوروں کی زکوٰۃ کا متعینہ نصاب جاری نہ ہوگا) (آسان فقہی مسائل ۲؍۳۵۴) **قال رسول اللّٰہ ﷺ: لیس فی الابل الحوامل ولا فی البقر المثیرۃ صدقۃ.** (نصب الرایۃ ۲/ ۳٦۰) **منها ان یکون معداً للاسامۃ وھو أن یسیمها للدر والنسل ......، فان اسیمت للحمل او الرکوب او اللحم فلا زکوٰۃ فیها.** (بدائع الصنائع ۲/ ۱۲٦، شامی زکریا ۳/ ۱۹۷، البحر الرائق ۲/ ۲۱۳، خانیۃ ۱/ ۲٤٦)

د: جانوروں کا اتنا صحت مند ہونا شرط ہے کہ بڑھوتری ممکن ہو، اگر ایسے لولے لنگڑے اور مریل جانور ہوں کہ ان میں اضافہ کا امکان نہ ہو تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ **لیس فی الابل والبقر والغنم العمی شیء لانها لیست بسائمۃ وکذٰلک مقطوع القوائم.** (خانیۃ ۱/ ۲٤۸، تاتارخانیۃ زکریا ۳/ ۱٤٥) **قال الشامی بحثاً: والذی یظهر ان تحقق فیها السوم وجبت والا فلا، بدلیل التعلیل.** (شامی زکریا ۳/ ۱۹۹)

ہ: وہ جانور نصاب کے عدد کو پہنچ جائیں (جن کی تفصیل آگے آرہی ہے) اور ان پر سال گذر جائے۔ **والشرط تمام النصاب فی طرفی الحول.** (شامی زکریا ۳/ ۱۸٦) **یشترط فی الماشیۃ لوجوب الزکوٰۃ فیها تمام الحول وکونها نصاباً فاکثر.** (الموسوعۃ الفقهیۃ ۲۳/ ۲٥۰، هدایۃ ۱/ ۲۰۱)

و: وہ جانور سب کے سب بچے نہ ہوں؛ بلکہ ان میں کوئی نہ کوئی بڑا جانور بھی ہو (اگر سب بچے ہی بچے ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں) **ولیس فی الحملان والفصلان والعجاجیل زکوٰۃ.**

(المحیط البرهانی ۳/ ۱۷٥، تبیین الحقائق ۲/ ٤۹، الفتاویٰ الولوالجیۃ ۱/ ۱۸۸، هدایۃ ۱/ ۲۰۷)

عمر کے اعتبار سے جانوروں کی پہچان

حدیث وفقہ میں مویشیوں کی عمر کے اعتبار سے پہچان کے لئے الگ الگ نام دیئے گئے

ہیں جن کو جان لینا مناسب ہے:

بنت مخاض (ایک سالہ اونٹنی) بنت لبون (دوسالہ اونٹنی) حِقَّۃُ (تین سالہ اونٹنی) جَذَعَۃُ (چارسالہ اونٹنی) تَبِیْع (ایک سالہ گائے یا بھینس نر یا مادہ) مُسِنّ (دوسالہ گائے یا بھینس نر یا مادہ) حَمَلُ (بکری کا ایک سال سے کم عمر کا بچہ) فَصِیْل (اونٹ کا بچہ جو ایک سال سے کم عمر کا ہو) عَجُوْل (بچھڑا)

زکوٰۃ میں نر جانور دے یا مادہ؟

اونٹوں کی زکوٰۃ میں چوبیس تک بکری یا بکرا دونوں دینے کی گنجائش ہے؛ البتہ پچیس کے بعد سے مادہ اونٹنی ہی دینا ضروری ہے؛ لیکن اگر مادہ کی قیمت لگائے اور اس قیمت سے نر جانور زکوٰۃ میں دے تو اس کی گنجائش ہے، اور گائے بھینس اور بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں نر یا مادہ کی کوئی تحدید نہیں؛ بلکہ مالک کو اختیار رہے چاہے نر دے یا مادہ۔ **ان الذی یؤخذ فی زکوٰۃ الابل الاناث دون الذکور.** (الموسوعۃ الفقھیۃ ۲۳/۲۵۵) **منھا الانوثۃ فی الواجب فی الابل من جنسھا...... لان الواجب فیھا انما عرف بالنص والنص ورد فیھا بالاناث، فلا یجوز الذکور الا بالتقویم؛ لان رفع القیم فی باب الزکاۃ جائز عندنا، وأما فی البقر فیجوز فیھا الذکر والأنثیٰ لورود النص بذٰلک......، وکذا فی الابل فیما دون خمس وعشرین لأن النص ورد باسم الشاۃ وانھا تقع علی الذکر والأنثی، وکذا فی الغنم عندنا یجوز فی زکوتھا الذکر والأنثیٰ.** (بدائع الصنائع ۲/۱۳۱) **ولا تجزئ ذکور الابل الا بالقیمۃ للاناث بخلاف البقر والغنم فان المالک مخیر.** (درمختار بیروت ۳/۱۸۸، زکریا ۳/۲۰۲، البحر الرائق کراچی ۲/۲۱٤)

مخلوط النسل جانوروں میں مادہ کا اعتبار ہے

جو جانور دیسی اور جنگلی جانوروں کے ملاپ سے پیدا ہوا ہو اس میں مادہ کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر مادہ جنگلی ہے تو جانور جنگلی شمار ہوگا اور اگر مادہ دیسی ہے تو جانور دیسی شمار ہوگا۔ مثلاً نر ہرن اور

مادہ بکری کے ملاپ سے پیدا ہونے والا جانور دیسی کہلائے گا،اور بجاراور نیل گائے کے ملاپ سے پیدا ہونے والا جانور جنگلی کہلائے گا۔ **لان ولد البهيمة يتبع امه فى احكامه.** (الموسوعة الفقهية ۲۵۲/۳) **وسواء كان متولداً من الاهلىّ او من اهلىّ ووحشىّ بعد أن كان الام اهلياً كالمتولد من الشاة والظبىّ اذا كان امه شاةً الخ.** (بدائع الصنائع ۱۲۶/۲، البحر الرائق ۲۱۴/۲، خانية ۱۴۷/۱، تاتارخانية زكريا ۱۴۴/۳)

اونٹ کی زکوٰۃ

ایک اونٹ سے چار اونٹ تک کچھ واجب نہیں،اس کے بعد کا حساب درج ذیل ہے:

۵	تا	۹	ایک سالہ بکری یا بکرا
۱۰	تا	۱۴	دو بکریاں یا دو بکرے
۱۵	تا	۱۹	تین بکریاں یا بکرے
۲۰	تا	۲۴	چار بکریاں یا بکرے
۲۵	تا	۳۵	ایک سالہ اونٹنی (بنت مخاض)
۳۶	تا	۴۵	دو سالہ اونٹنی (بنت لبون)
۴۶	تا	۶۰	تین سالہ اونٹنی (حقہ)
۶۱	تا	۷۵	چار سالہ اونٹنی (جذعہ)
۷۶	تا	۹۰	دو سالہ دو اونٹنیاں
۹۱	تا	۱۲۴	تین سالہ دو اونٹنیاں
۱۲۵	تا	۱۲۹	تین سالہ دو اونٹنیاں،ایک بکری
۱۳۰	تا	۱۳۴	تین سالہ دو اونٹنیاں،دو بکری
۱۳۵	تا	۱۳۹	تین سالہ دو اونٹنیاں،تین بکری

تین سالہ دو اونٹنیاں، چار بکریاں	۱۴۴	تا	۱۴۰
تین سالہ دو اونٹنیاں، ایک سالہ ایک اونٹنی	۱۴۹	تا	۱۴۵
تین سالہ تین اونٹنیاں	۱۵۴	تا	۱۵۰

○ ۱۵۰ کے بعد یہ ضابطہ کلیہ ہے کہ ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری، پھر ۲۵ سے ۳۵ تک ایک سالہ اونٹنی یعنی بنت مخاض، پھر ۳۶ سے ۴۵ تک دو سالہ اونٹنی یعنی بنت لبون، پھر ۴۶ سے ۵۰ تک تین سالہ اونٹنی یعنی حقہ، مثلاً ۱۵۵/اونٹ میں ۳/حقے اور ایک بکری، اور ۱۶۰ میں ۳/حقے اور ۲/بکری، اور ۱۶۵ میں ۳/حقے اور ۳/بکری، اور ۱۷۰ میں ۳/حقے اور ۴/بکری، اور جب نصاب ۱۷۵ کو پہنچ جائے تو ۳/حقے اور ایک بنت مخاض، اور جب ۱۸۶ کو پہنچ جائے تو ۳/حقے اور ایک بنت لبون، اور جب ۱۹۶ کو پہنچے تو ۴/حقے ۲۰۴ تک واجب رہیں گے، پھر ہر پچاس سے از سر نو یہی حساب لگایا جاتا رہے گا۔

قال محمد [فی ''الأصل'']: ولیس فیما دون الخمس من الابل [السائمة] زکاة، وفی الخمس شاة، وفی العشر شاتان، وفی خمسة عشر ثلاث شیاه، وفی عشرین اربع شیاه، وفی خمس وعشرین بنت مخاض، وهی التی طعنت فی السنة الثانیة، وفی ست وثلاثین بنت لبون، وهی التی طعنت فی السنة الثالثة، وفی ست وأربعین حقة، وهی التی طعنت فی السنة الرابعة، وفی احدی وستین جذعة، وهی التی طعنت فی السنة الخامسة ...... ثم بعد ذٰلک یزداد عدد الواجب بزیادة ابل النصاب، فیجب فی ستة وسبعین بنتالبون، وفی احدی وتسعین حقتان الی مائة وعشرین، علی هٰذا اتفق العلماء رحمهم اللّٰه تعالیٰ.

فاذا زادت الابل علی مائة وعشرین تستأنف الفریضة عند علمائنا رحمهم اللّٰه تعالیٰ، فیکون فی الخمس شاة مع الحقتین، وفی العشر شاتان، وفی خمسة عشر ثلاث شیاه، وفی عشرین اربع شیاه، وفی خمس وعشرین بنت مخاض، فاذا بلغت خمساً وعشرین یجب بنت مخاض مع الحقتین الی مائة وعشرین، فیکون عدد ابل النصاب مائة وخمسة واربعین، ویکون عدد الواجب

حقتان وبنت مخاض، فاذا بلغت الابل مائة وخمسين يجب فيهما ثلاث حقاقٍ.

فاذا زادت الابل على مائة وخمسين تستأنف الفريضة على الترتيب الذى ذكرنا فى اصل النصاب الى خمس وعشرين، فاذا بلغت خمساً وعشرين، وصارت جملة ابل النصاب مائة وخمسة وسبعين يجب فيها بنت مخاض مع ما سبق من الحقاق الى ست وثلاثين، فاذا بلغت ستاً وثلاثين يجب فيها بنت لبون مع ما تقدم من الحقاق الى ست واربعين، فاذا بلغت ستاً واربعين يجب فيها اربع حقاق الى خمسين.

فاذا صارت خمسين، وصارت جملة ابل النصاب مائتين، وزادت عليها بعد ذٰلک استأنف الفريضة، وبعد ذٰلک كلما بلغت الابل خمسين تستأنف الفريضة ابداً على نحو ما فسّرنا. (المحيط البرهانی ۱۷۲/۳-۱۷۳، هداية ۲۰۲/۱، مسائل بہشتی زیور ۳۳۵ وغیرہ)

○ **نوٹ:** جوبھی بکری/ بکرا زکوٰۃ میں دیا جائے گا وہ کم از کم ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔ لا يجوز فى الزكوٰة الا الثنى من الغنم فصاعداً وهو ما اتى عليه حول ولا يؤخذ الجذع وهو الذى اتى عليه ستة أشهر. (شامی زكريا ۲۰۰/۳، عالمگيری ۱۷۷/۱، هداية ۲۰۶/۱)

○ عیب دار جانور عدد میں تو شمار ہوں گے؛ لیکن انہیں زکوٰۃ میں نہیں دیا جائے گا۔ ويحسب الصغير والاعمى فى العدد ولا يؤخذان فى الزكوٰة. (عالمگيری ۱۷۷/۱)

وشمل الاعمى والمريض والاعرج لكن لا يؤخذ فى الصدقة. (شامی زكريا ۱۹۹/۳)

○ اونٹ کی سب اقسام خواہ بختی (دوکوہان والے اونٹ) ہوں یا عربی (ایک کوہان والے اونٹ) سب سے یکساں طور پر نصاب کا حساب لگے گا؛ لیکن ملکیت میں جو قسم زیادہ ہوگی زکوٰۃ میں جانور اسی قسم سے وصول کیا جائے گا۔ ويكمل به نصاب البقر وتؤخذ الزكوٰة من اغلبها وعند الاستواء يؤخذ اعلى الادنى وادنى الاعلى، وعلى هٰذا الحكم البخت والعراب والضأن والمعز. (شامی زكريا ۲۰۳/۳، هداية ۲۰۵/۱، البحر الرائق ۲۱۵/۲، تبيين الحقائق ۳۸/۲)

گائے بھینس کی زکوٰۃ

ایک سے ۲۹ عدد تک گائے بھینس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اس سے زائد ہوں تو درج

ذیل تفصیل ہے:

۳۰	تا	۳۹	ایک سالہ گائے یا بیل: بھینس/ بھینسا (تبیع)
۴۰	تا	۵۹	دوسالہ گائے یا بیل: بھینس/ بھینسا (مسنہ)
۶۰	تا	۶۹	دوایک سالہ گائے یا بیل: بھینس/ بھینسا
۷۰	تا	۷۹	ایک دوسالہ گائے/ بیل، اور ایک ایک سالہ گائے/ بیل
۸۰	تا	۸۹	دوعدد دوسالہ گائے یا بیل
۹۰	تا	۹۹	تین ایک سالہ گائے یا بیل
۱۰۰	تا	۱۰۹	ایک دوسالہ گائے اور دوایک سالہ گائے

○ گائے بھینس میں ۶۰ کے بعد ضابطہ کلیہ یہ ہے کہ ہر تیس عدد پر ایک سال کا بچہ اور ہر چالیس عدد پر دوسالہ بچہ واجب ہوگا، اور یہی حساب آگے تک چلتا رہے گا۔ اور جو عدد ۳۰ اور ۴۰ دونوں سے تقسیم ہوسکتا ہو تو اس میں مالک کو اختیار ہوگا، چاہے تو ۳۰ کا حساب لگا کر اتنے ہی تبیع ادا کرے یا ۴۰ کا حساب لگا کر اتنے مسن ادا کرے، مثلاً ۱۲۰ کو ۳۰ سے تقسیم کریں تو چار تبیع واجب ہوں گے اور ۴۰ سے تقسیم کریں تو ۳/ مسن واجب ہوں گے۔

ولیس فی اقل من ثلاثین من البقر صدقة، فاذا کانت ثلاثین سائمة ففیها تبیع او تبیعة، وهو الحولی الذی تمت له سنة وطعن فی الثانیة، وفی اربعین مسنة، وهی التی طعنت فی الثالثة ......، وروی اسد بن عمرو عنه انه لا شیٔ فی الزیادة حتی تبلغ عشرین، فاذا بلغت عشرین وصارت جملة نصاب البقر ستین یجب فیها تبیعان او تبیعتان، وهو قول ابی یوسف ومحمد والشافعی رحمهم الله تعالیٰ، واذا زادت علی الستین یتغیر الفرض لعشرة عشرة ابداً بلا خلاف ویتغیر من التبیع الی المسنة ومن المسنة الی التبیع، ویدار الحساب الی الاربعینات والثلاثینات، فیجب فی السبعین مسنة وتبیع، مسنة فی الاربعین وتبیع فی الثلاثین، وفی

الثمانين مسنتان فی کل اربعين مسنة، وفی التسعين ثلاثة اتبعة فی کل ثلاثين تبيع، وفی المائة تبيعان ومسنة، فی اربعين مسنة وفی کل ثلاثين تبيع، هٰكذا ابداً.

(المحيط البرهانی ۱۷۳/۳-۱۷٤، هداية ۲۰٥/۱، الفتاوىٰ الولوالجية ۱۸۹/۱، البحر الرائق ۲۱٥/۲)

وان احتمل تقدير المسنة والتبيعة فهو مخير كمائة وعشرين مثلاً ان شاء ادی ثلاث مسنات وان شاء ادی اربعة اتبعة. (عالمگيری ۱۷۸/۱)

○ گائے اور بھینس دونوں کی جنس ایک ہے؛ لہٰذا جس شخص کی ملکیت میں گائے اور بھینس دونوں ہوں تو ان سب کو ملاکر نصاب بنے گا۔ اور اگر گائے زیادہ ہیں تو زکوٰۃ گائے سے وصول کی جائے گی اور بھینس زیادہ ہوں تو انہی سے زکوٰۃ لی جائے گی۔ **والجاموس كالبقر وعند الاختلاط يجب ضم بعضها إلی بعض لتكميل النصاب ثم تؤخذ الزكاة من اغلبها إن كان بعضها أكثر من بعض.** (هندية ۱۷۸/۱) **لان اسم البقريتناولهما اذ هو نوع منه فيكمل نصاب البقر به وتجب فيه زكاتها وعند الاختلاط تؤخذ الزكوٰة من اغلبها.** (البحر الرائق ۲۱٥/۲) **والجواميس ايضاً من البقر لانه انواع من البقر فدخل تحت اسم الجنس.** (الفتاوىٰ الولوالجية ۱۹۰/۱، هداية ۲۰٦/۱، تبيين الحقائق ٤۲/۲)

بھیڑ بکری کی زکوٰۃ

ایک سے ۳۹ ؍عدد تک بھیڑ بکری میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے،اس کے بعد یہ تفصیل ہے:

۴۰	تا	۱۲۰	ایک بکری یا بکرا
۱۲۱	تا	۲۰۰	دو بکریاں
۲۰۱	تا	۳۹۹	تین بکریاں
۴۰۰	تا	۴۹۹	چار بکریاں

○ بعد ازاں ہر سو پر ایک بکری واجب ہوتی رہے گی۔

وليس فی اقل من اربعين من الغنم صدقة، فاذا كان اربعين ففيها شاة الی

مـائة وعشـريـن، فـاذا زادت واحـدـة ففيها شاتان الى مائتين، فاذا زادت واحدة ففيها ثلاث شياه الى اربع مائة فيكون فيها اربع شياه ثم فى كل مائة شاة. (المحيط البرهانى ۱۷٤/۳، هداية ۲۰٦/۱، الولوالجية ۱۹۰/۱، البحر الرائق ۲۱٦/۲)

○ بھیڑ بکری کی تمام اقسام ایک ہی جنس سے ہیں، سب کا نصاب یکجا ہوگا اور ادائیگی غالب نوع سے ہوگی اور دونوں برابر ہوں تو جس سے چاہے ادا کردے۔ **نصاب الغنم ضأنا أو معزا فانهما سواء فی تکمیل النصاب. وفی الشامی: لأن النصاب إذا کان ضأنا یؤخذ الواجب من الضأن ولو معزاً فمن المعز ولو منهما فمن الغالب ولو سواء فمن إلیها شاء.** (شامی زکریا ۲۰٤/۳)

گھوڑوں کی زکوٰۃ کا مسئلہ

اگر گھوڑے تجارت کے لئے ہوں تو ان میں بالاتفاق مال تجارت کے حساب سے زکوٰۃ فرض ہوگی، اور اگر تجارت کے لئے نہ ہوں اور انہیں جنگل میں چرایا جاتا ہو تو صاحبین کے نزدیک ان میں زکوٰۃ نہیں ہے (اسی پر اکثر مشائخ احناف کا فتویٰ ہے) جب کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر گھوڑے گھوڑیاں دونوں مخلوط ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے (اسی کو بعض مشائخ نے ترجیح دی ہے) اور اگر صرف گھوڑے یا صرف گھوڑیاں ہوں تو امام صاحبؒ سے وجوب اور عدم وجوب کی دو روایتیں ہیں۔ پھر امام صاحبؒ کے قول پر گھوڑوں کی زکوٰۃ کا حساب یہ ہے کہ ہر گھوڑے کی قیمت لگا کر چالیسواں حصہ ادا کرے۔ (والتفصیل فی الشامی بیروت ۱۹۱/۳، شامی زکریا ۲۰۵/۳، ہدایہ ۲۰۷/۱، البحر الرائق ۲۱٦/۲، الولوالجیۃ ۱۹۱/۱)

پیداوار کی زکوٰۃ

عشر کی فرضیت

قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ مسلمان اپنی زمینی پیداوار کی زکوٰۃ (عشر یا نصف عشر) دیا کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ. (البقرة: ۲٦۷)

اے ایمان والوخرچ کرو اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور اس (پیداوار) میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ. (الانعام: ۱٤۱)

اور اس (کھیتی) کا حق ادا کرو اس کی کٹائی کے دن۔

اکثر مفسرین نے اس آیت سے عشر مراد لیا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِیْ مَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُیُوْنُ اَوْ کَانَ عَثَرِیًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِیَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ . (اخرجه البخاری ۱/۲۰۱، برقم: ۱٤۸۳، المحیط البرهانی ۳/ ۲۷۱)

جو زمین بارش سے یا چشموں سے یا قدرتی نہروں سے سیراب ہو اس میں عشر (دسواں حصہ) واجب ہے، اور جو (مصنوعی ذرائع سے) سینچی جائے اس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہے۔

مذکورہ آیات واحادیث سے پیداوار میں عشر کی فرضیت کا پتہ چلتا ہے، یہی پیداوار کا حق ہے۔

اتفاق الامة علی وجوب الحق فی کثیر من الحبوب والثمار وهو العشر ونصف العشر.

(احکام القرآن للجصاص ۳/ ۱۰)

عشری اور خراجی زمینیں

پھر شریعت میں تمام دنیا کی زمین دو قسموں پر منقسم ہیں:

(۱) **عشری زمینیں**: ان کا اطلاق ایسی زمینوں پر ہوتا ہے جو مسلمانوں نے کافروں سے فتح کر کے حاصل کی ہوں، یا اسلامی حکومت میں کسی مسلمان کو بطور جاگیر عطا ہوئی ہو، یا مسلم ملک میں دور افتادہ پڑی ہوئی

ہو، پھر حکومت کی اجازت سے کوئی مسلمان اسے قابل کاشت بنالے وغیرہ، اور وہ زمین اس وقت سے ابھی تک مسلمانوں ہی کے قبضے میں چلی آ رہی ہوں، اسی طرح جزیرۃ العرب کی تمام زمین علی الاطلاق عشری ہیں، ان میں عشر واجب ہوتا ہے۔ **الارض نوعان عشرية وخراجية: فارض العرب كلها عشرية ......، وكل بلدة فتحت عنوة وقسمها الامام بين الغانمين فهي عشرية الخ.** (الفتاویٰ الخانية ۱/ ۲۷۰، هداية ۲/ ۵۷۳، شامی زکریا ۶/ ۲۸۹، تبيين الحقائق ۴/ ۱۴۵، البحر الرائق ۵/ ۱۷۶)

(۲) خراجی زمینیں: ان کا اطلاق ایسی زمینوں پر ہوتا ہے جو غیر مسلموں کے قبضہ میں چھوڑ دی گئی ہوں یا مسلمان کی زمین کو کسی کافر نے خرید لیا ہو، یا مسلم حکومت کی طرف سے کسی غیر مسلم کو بطور جاگیر دی گئی ہو، یا غیر مسلم حکومت نے اس زمین کو بحق سرکار ضبط کر لیا ہو وغیرہ، تو یہ زمینیں خراجی کہلاتی ہیں، ان زمینوں کو اگر کوئی مسلمان خرید لے پھر بھی وہ خراجی ہی رہتی ہیں، ان میں عشر واجب نہیں ہوتا۔ **كل بلدة فتحت عنوة ولم يسلم اهلها ومنّ عليهم فهي خراجية إن كان يصل إليها ماء الخراج وماء الخراج ماء الأنهار التي حفرتها الأعاجم...... خراجية في قول ابي يوسفؒ وكل بلدة فتحت صلحاً وقبلوا الجزية فهي ارض خراج.** (الفتاویٰ الخانية ۱/ ۲۷۰، هداية ۲/ ۵۷۴، تاتارخانية ۷/ ۲۳۵) **لو باع هٰذا الذمي ارضه من مسلم فهي خراجية.** (تاتارخانية ۷/ ۲۳۲)

خراجی زمینوں میں عمومی حالات میں خراج یعنی ٹیکس واجب ہوتا ہے، جو دو طرح کا ہوتا ہے:

(۱) خراج مؤظف: یعنی بلا لحاظ پیداوار زمین کے رقبہ کے اعتبار سے کوئی رقم متعین کر دی جائے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فی جریب ایک درہم اور ایک قفیز گیہوں مقرر کیا تھا۔

(۲) خراج مقاسمہ: یعنی پیداوار کے لحاظ سے فیصدی حصہ مثلاً دسواں یا بیسواں حصہ مقرر کر دیا جائے) **وخراج الارض نوعان: خراج مقاسمة: وهو ان يكون الواجب شيئاً من الخارج نحو الخمس والسدس وما اشبه ذٰلك، وخراج وظيفة: وهو ان يكون الواجب شيئاً في الذمة يتعلق بالتمكن من الانتفاع بالارض في كل جريب يصلح للزراعة في كل سنة قفيز من الحنطة او الشعير الخ.** (فتاویٰ خانية ۱/ ۲۷۱، تاتارخانية ۲/ ۲۳۲، شامی زکریا ۳/ ۲۶۵)

ہندوستانی زمینوں کی صورتِ حال

ہمارے ملک ہندوستان میں عرصہ سے آراضی کا ایسا الجھا ہوا نظام رہا کہ مفتیانِ کرام کو زمین کے احکام متعین کرنے میں فقہی اعتبار سے بڑی الجھنیں پیش آتی رہیں، اور اس سلسلہ میں متعدد کتابیں اور رسالے بھی لکھے گئے، آزادیٔ ہند سے پہلے تک جب زمین دارانہ نظام باقی تھا تو صورتِ حال یہ تھی کہ ایک ایک زمین دار کے پاس کئی کئی گاؤں ہوا کرتے تھے، اور وہ زمین دار خود کھیتی کم کرتا تھا زیادہ تر کاشت کاروں سے سالانہ یا فصلیہ حصہ لیا

کرتا تھا، ملک آزاد ہونے کے بعد یہ صورتِ حال بہت سے صوبوں میں ختم ہوگئی اور خاتمہ زمین داری قانون لاکر زمین داروں کے بجائے قابض کاشت کاروں کو کچھ متعینہ رقم کے عوض ان زمینوں کا مالک (بھومی دار) بنا دیا گیا۔

اب جو زمین حکومت نے زمین داروں سے جبریہ لے کر زمین دار کے علاوہ دیگر کاشت کاروں کو دے دی ہے، تو چوں کہ حکومت غیر مسلم ہے؛ اس لئے اس کا قبضہ بیچ میں حائل ہونے کی وجہ سے یہ زمینیں عشری کی تعریف سے نکل گئیں؛ لیکن جو زمین حکومت نے سابقہ زمین دار کے قبضہ میں باقی رکھی ہے اور اس کی ملکیت قانونی طور پر تسلیم کی ہے، یا جہاں ابھی تک خاتمہ زمین داری قانون نافذ نہیں ہوا ہے، اور مسلمان نسلاً بعد نسل اپنی زمینوں پر قابض ہیں اور کاشت کر رہے ہیں تو اس طرح کی زمینوں کے بارے میں دو نقطۂ نظر ہیں:

(۱) فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ یہاں زمین دار کے قبضہ میں جو زمین چھوڑی گئی ہے، وہ گویا حکومت نے اپنے قبضہ میں لے کر از سر نو اسے بالمعاوضہ یا بلا معاوضہ دی ہے؛ لہٰذا اس کی حیثیت غیر مسلم کی عطا کردہ جاگیر جیسی ہوگئی؛ اس لئے یہ زمینیں بھی عشری نہیں رہیں۔ (دیکھئے: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۹/۴۴۲-۴۵۳) نیز بعض فقہی جزئیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دار الحرب کی زمینوں اور سرکاری ملکیت والی زمینوں میں عشر و خراج کچھ واجب نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۹/۴۵۵-۴۵۷)

ویحتمل ان یکون احترازاً عما وجد فی دار الحرب فان ارضها لیست ارض خراج او عشر. (شامی زکریا ۳/۲۵۷) **وهٰذا نوع ثالث یعنی لا عشریة ولا خراجیة من الاراضی تسمی ارض المملکة واراضی الحوز.** (شامی زکریا ۶/۲۹۴، بیروت ۶/۲۲۰)

(۲) اس کے برخلاف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ اس خاص صورت میں حکومت کا تصرف اصل زمین داروں کی زمین میں مالکانہ نہیں؛ بلکہ منتظمانہ ہے؛ لہٰذا اس تصرف سے ان کے عشری ہونے کی حیثیت ختم نہیں ہوگی، اور ان کی پیداوار میں بدستور عشر واجب رہے گا۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی رحمہما اللہ کے بعض سابقہ فتاویٰ سے بھی اسی نقطۂ نظر کی تائید ہوتی ہے۔ (تفصیل دیکھیں: جواہر الفقہ جلد دوم: عشر و خراج کے احکام ۲۴۳، فتاویٰ رحیمیہ ۷/۱۶۳، جدید فقہی مسائل، مؤلفہ: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، عشر و خراج کے کچھ مسائل ۹۷، ایضاح النوادر ۲/۱۵-۱۷)

اس دور کے بہت سے علماء ومفتیان نے دوسرے نقطۂ نظر کی تائید کرتے ہوئے ایسی زمینوں میں جو عرصۂ دراز سے برابر مسلمانوں کی ملکیت میں چلی آرہی ہیں، عشر کے وجوب کی رائے اپنائی ہے؛ چناں چہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے چھٹے فقہی سیمینار منعقدہ عمر آباد بتاریخ ۱۷ تا ۲۰/ رجب ۱۴۱۴ھ میں ایسی زمینوں پر عشر کے وجوب کی تجویز منظور کی گئی ہے؛ البتہ خراج کے وجوب کے سلسلہ میں آراء مختلف ہیں، بعض نے غیر مسلم حکومت

ہونے کی بناپرخراج کو بالکل ساقط مانا ہے، جب کہ بعض حضرات نے ذاتی طور پر خود مالکان کوخراج ادا کرنے کی تلقین کی ہے کہ وہ اپنی پیداوار کا کم ازکم پانچ فیصد حصہ مسلمانوں کے رفاہی اور تعلیمی مصارف میں خرچ کریں۔ (تفصیل دیکھئے: جواہرالفقہ :عشر وخراج کے احکام، اورجدید فقہی مسائل کی دوسری جلد اوراسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے)

خلاصہ یہ کہ یہ اختلافی موضوع بن گیا ہے، اور ہر طرف دلائل ہیں، اس لئے اس میں شدت روانہیں، ہندوستان جیسے ممالک میں کوئی شخص خوش دلی سے عشر وخراج ادا کرے تو بہت ثواب کی بات ہے؛ لیکن جو ادا نہ کرے اس پر جبر یالعن طعن کی اجازت نہیں ہے، جولوگ ادا کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے چند اہم مسائل ذیل میں ذکر کئے جارہے ہیں؛ تا کہ ان کے لئے عمل کرنا آسان ہو:

کس زمین میں عشر (دسواں حصہ) ہے اور کس میں نصف عشر (بیسواں حصہ)؟

اگرعشری زمین سال کے اکثر حصہ میں قدرتی آبی وسائل (بارش، ندی، چشمہ وغیرہ) سے سیراب کی جائے تو اس میں عشر یعنی کل پیداوار کا دسواں حصہ) واجب ہوتا ہے، اور اگر وہ زمین مصنوعی آب رسانی کے آلات ووسائل مثلاً ٹیوب ویل یا خریدے ہوئے پانی (جس میں راج بہائے کا پانی بھی شامل ہے) سے سیراب کی جائے تو اس میں نصف عشر (یعنی کل پیداوار کا بیسواں حصہ) واجب ہوتا ہے، اور فقہی عبارات میں ''عشر'' کا لفظ تغلیباً عشر اور نصف عشر دونوں صورتوں میں بولا جاتا ہے۔ (اس لئے آگے آنے والے مسائل میں اس فرق کوملحوظ رکھا جائے) (مرتب)

(جواهر الفقه ۲۷٤/۲، المحیط البرهانی ٤٨٥/۲) **وتجب فی مسقی سماء أی مطر وسیح کنهر.** (درمختار زکریا ۲٦٥/۳) **ویجب نصفه فی مسقی غرب ای دلو کبیر ......، وفی کتب الشافعیة او سقاه بماء اشتراه وقواعدنا لا تاباه ولو سقی سیحاً وبآلة اعتبر الغالب.** (درمختار بیروت ۲٤٤/۳، درمختار زکریا ۲٦٨/۳)

عشر وخراج کا مصرف

عشر (خواہ دسواں حصہ ہو یا بیسواں حصہ) میں عبادت کی جہت پائی جاتی ہے اسی لئے وہ

صرف مسلمان پرواجب ہوتا ہے،اس کامصرف وہی ہے جوزکوۃ کا ہے،اسے رفاہی مصارف وغیرہ میں نہیں لگایا جاسکتا، جب کہ خراج کا مصرف عام ہے، اسے مسلمانوں کی تمام انفرادی واجتماعی ضروریات اورمصالح میں خرچ کیا جاسکتا ہے۔ **ومصرف الجزية والخراج ......، مصالحنا ...... كسد ثغور وبناء قنطرة وجسر وكفاية العلماء والمتعلمين. وفي الشامية: قيد بالخراج لأن العشر مصرفه مصرف الزكاة كما مر.** (درمختار مع الشامی زکریا ۳۴۸/٦، بیروت ۲٦٤/٦، ومثله فی فتح القدير ۳۸٤/٤، هداية ۵۸۳/۲)

نابالغ اورمجنون کی زمین میں عشر

نابالغ بچے اورمجنون کی زمین کی پیداوار پربھی عشرواجب ہے۔ **واما العقل والبلوغ فليسا من شرائط اهلية وجوب العشرحتى يجب العشر في ارض الصبي والمجنون.** (بدائع الصنائع ۱۷۳/۲، هندية ۱۸۵/۱) **ويؤخذ العشر من الاراضي العشرية اذا كان المالک مسلماً صغيراً كان او كبيراً عاقلاً كان أو مجنوناً.** (المحيط البرهانی ۲۷۹/۳، تاتارخانية زكريا ۲۸۱/۳، شامی زكريا ۲۹۳/٦، كراچی ۱۷۸/٤)

موقوفہ زمین کی پیداوار میں عشر

وقف کی زمین میں اگر پیداوار ہوتو اس میں بھی عشرواجب ہے۔ **ويؤخذ العشر من الأراضي العشرية ......، وفي ارض الوقف لان هٰذا حق مالي يجب بسبب ارض نامي.** (المحيط البرهانی ۲۷۹/۳) **وكذا ملک الارض ليس بشرط لوجوب العشر وانما الشرط ملک الخارج فيجب في الاراضي التي لا مالک لها وهي الاراضي الموقوفة.** (بدائع الصنائع زكريا ۱۷۳/۲) **وصرحوا في الاصول بان العشر يجب في مال الوقف.** (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۱۰٦/۵، شامی بيروت ۲٤۲/۳)

کرایہ کی زمین پرعشرکون ادا کرے؟

اگرکسی شخص نے اپنی زمین کرایہ پراٹھارکھی ہےاوراس میں کرایہ دارکاشت کرتا ہے،توایسی

صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مالک زمین کرایہ سے حاصل کردہ رقم میں سے عشر نکالے گا، کرایہ دار پر عشر نہ ہوگا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک عشر کا ذمہ دار کرایہ دار ہے، اور موجودہ زمانہ میں چوں کہ کرایہ کا تناسب پیداوار سے عموماً بہت کم ہوتا ہے اس لئے فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے، شامی کی بحث سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ (بہشتی زیور اختری ۳۰/۳، امداد الفتاویٰ ۵۸/۲، جواہر الفقہ ۲۷۲/۲)

والعشر على المؤجر (درمختار) اى لو اجر الارض العشرية فالعشر عليه من الاجرة كما فى التاترخانية، وعندهما على المستاجر. (شامی زکریا ۲۷٦/۳، شامی بیروت ۲۵۰/۳) **قال الشامی بحثاً: فان امكن اخذ الاجرة كاملة يفتى بقول الامام والا فبقولهما لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذى لا يقول به احد، والله تعالىٰ اعلم.** (شامی زکریا ۲۷۷/۳، شامی بیروت ۲۵۱/۳)

عاریت کی زمین کی پیداوار کا عشر کس پر؟

اگر کسی شخص نے اپنی زمین بطور عاریت کسی مسلمان کاشت کار کو دے رکھی ہے تو پیداوار کا عشر کاشت کار پر ہوگا، اور اگر کسی کافر کو دے رکھی ہے تو عشر مالک زمین پر واجب ہوگا۔ (کل پیداوار کی قیمت لگا کر دسواں حصہ صدقہ کرے) **ولو اعارها من مسلم فزرعها فالعشر على المستعير عند اصحابنا الثلاثة.** (بدائع الصنائع ۱۷٤/۲، الولوالجية ۳۰۲/۱) **ولو أعارها من مسلم فزرعها فالعشر على المستعير ولو اعارها من كافر فالعشر على المعير عند ابى حنيفةؒ.** (هندية ۱۸۷/۱) **اما المستعير اذا زرع فعليه العشر دون صاحب الارض فى ظاهر رواية اصحابنا.** (المحيط البرهانى رشيديه ٤۹۲/۲) **كمستعير مسلم وقيد بالمسلم لانه لو استعارها ذمیٌّ فالعشر على المعير اتفاقاً لتفويته حق الفقراء بالاعارة من الكافر.** (درمختار مع الشامی زکریا ۲۷۷/۳)

بٹائی کی زمین پر عشر

جو زمین بٹائی پر دے رکھی ہے اس کی پیداوار میں ہر شریک پر اس کے حصہ میں سے عشر واجب

ہوگا۔(بہشتی زیور۳؍۳۰) **لما فی البدائع من ان المزارعة جائزة عندهما والعشر یجب فی الخارج والخارج بینهما فیجب العشر علیهما.** (شامی زکریا ۲۷۸/۳، بدائع الصنائع ۱۷٤/۲)

کھیتی کے اخراجات کو پیداوار سے منہا نہیں کیا جائے گا

کھیتی کی تیاری میں جو اخراجات ہوتے ہیں (مثلاً آب رسانی، مزدوری، کھاد وغیرہ) انہیں آمدنی سے منہا نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ مجموعی پیداوار میں عشر نکالنا ضروری ہوگا۔ **وکل شیء اخرجته الأرض مما فیه العشر لا یحتسب فیه اجرة العمال ونفقة البقر، وفی الینابیع: ولا یحتسب لصاحب الأرض ما أنفق علی الغلّة من سقی، او عمارة او اجرة حافظ؛ بل یجب العشر فی جمیع الخارج.** (تاتارخانیة زکریا ۲۷۷/۳، المحیط البرهانی ۲۹۰/۳، ومثله فی البدائع ۱۸۵/۲) **بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحهم بالعشر فی کل الخارج.** (درمختار زکریا ۲٦۹/۳-۲۷۰)

عشر نکالنے سے قبل غلہ استعمال نہ کیا جائے

پیداوار میں سب سے پہلے عشر نکال کر الگ کرنا چاہئے اس کے بعد ہی پیداوار کو استعمال کرنا چاہئے، اور جو پیداوار فروخت کردی گئی ہو اس کی قیمت سے اولاً دس فیصدی حصہ عشر کا الگ کرکے استعمال ہونا چاہئے اور جو غلہ پہلے استعمال کرلیا گیا تو حساب لگا کر اس کی قیمت کا دسواں حصہ صدقہ کیا جائے گا۔ **ولیس لصاحب الطعام ان یأکل الطعام قبل ان یؤدی عشره لان قدر العشر ملک الفقراء.** (المحیط البرهانی ۲۸۹/۳) **قال ابوحنیفةؒ: ما اکل من الثمرة او اطعم ضمن عشره.** (المحیط البرهانی ۲۸٤/۳، تاتارخانیة زکریا ۲۸۵/۳، ومثله فی البدائع زکریا ۱۹۰/۳، درمختار زکریا ۲۷٤/۳، هندیة ۱۸۷/۱) **وفی الواقعات عن البزازیة: لا یحل الاکل من الغلة قبل اداء الخراج وکذا قبل اداء العشر الا اذا کان المالک عازماً علی اداء العشر وهو تقیید حسن.** (شامی زکریا ۲۷٤/۳)

عشر کل پیداوار پر واجب ہے

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عشر کل پیداوار اور ہر طرح کی پیداوار پر واجب ہوتا ہے، خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ، یعنی عشر کے وجوب کے لئے کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ **قال ابو حنيفةؒ: لا يعتبر النصاب بل يوجب العشر فی كل قليل وكثير اخرجته الارض مما تستنمى به الارض.**

(المحيط البرهانی ۳/۲۷۵، تاتارخانية زكريا ۳/۲۷۸، عالمگیری ۱/۱۸٦، بدائع الصنائع زكريا ۲/۱۸۰)

نوٹ: شامی زکریا ۳/۲٦۵ کی ایک عبارت سے کم از کم ایک صاع یا نصف صاع پیداوار کی شرط معلوم ہوتی ہے؛ لیکن عام فقہی کتابوں میں احقر کو یہ قید امام ابوحنیفہؒ کے قول میں نہیں ملی۔ (مرتب)

سال میں متعدد پیداواروں کا حکم

اگر کسی زمین میں سال میں کئی فصلیں ہوتی ہوں تو ہر فصل سے عشر لیا جائے گا۔ **والحول ليس بشرط لوجوب العشر حتى لو اخرجت الارض فی السنة مراراً يجب العشر فی كل مرة؛ لأن نصوص العشر مطلقة عن شرط الحول ولان العشر فی الخارج حقيقةً فيتكرر الوجوب بتكرر الخارج.** (بدائع الصنائع زكريا ۲/۱۸٤) **حتى لو اخرجت الارض مراراً وجب فی كل مرة لاطلاق النصوص عن قيد الحول ولان العشر فی الخارج حقيقة فيتكرر بتكرره.** (شامی زكريا ۳/۲٦٦)

سبزیوں میں عشر

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سبزیوں اور ترکاریوں پر بھی عشر واجب ہے؛ لہٰذا جب جتنی سبزیاں کھیت سے کاٹی جائیں ان کا دسواں حصہ راہِ خدا میں خرچ کے لئے الگ نکالا جائے۔ **عند ابی حنيفةؒ يجب العشر فی الخضراوات ويخرج حقها يوم الحصاد ای القطع.**

(شامی بيروت ۳/۲٤۱، زكريا ۳/۲٦٤، ومثله فی التاتارخانية زكريا ۳/۲۷٤)

لپٹس وغیرہ کے درختوں میں عشر

اگر کسی شخص نے اپنی زمین میں لپٹس یا پاپلر وغیرہ کے درخت لگا رکھے ہیں؛ تاکہ تیار ہونے

پر انہیں بیچ کر نفع حاصل کرے تو جب بھی انہیں کاٹا جائے گا ان میں عشر واجب ہوگا۔ **حتی لو اشغل ارضه بها یجب العشر. (درمختار) فلو استنمی ارضه بقوائم الخلاف وما اشبهه أو بالقصب أو الحشیش و کان یقطع ذٰلک ویبیعه کان فیه العشر.** (شامی بیروت ۲۴۴/۳، زکریا ۲۶۸/۳، ومثله فی التاتارخانیة زکریا ۲۷۵/۳، المحیط البرهانی ۲۷۲/۳، هندیة ۱۸۶/۱)

بانس میں عشر کا حکم

اگر بانس خود رو ہے تو اس میں عشر واجب نہیں ہے اور اگر باقاعدہ اس کے لگانے کا اہتمام کیا گیا ہے تو عشر واجب ہے۔ **حتی لو اشغل ارضه بها یجب العشر (درمختار) فلو استنمی ارضه بقوائم الخلاف وما اشبهه أو بالقصب أو الحشیش و کان یقطع ذٰلک ویبیعه کان فیه العشر.** (درمختار زکریا ۲۶۸/۳)

گنے کی پیداوار میں عشر

جس کھیت میں گنے کی باقاعدہ کھیتی کی جائے تو کل پیداوار میں عشر واجب ہوگا۔ **ویجب العشر عند ابی حنیفةؒ فی کل ما تخرجه الارض من الحنطة ...... و من قصب السکر والذریرة ......، واشباه ذٰلک مما له ثمرة باقیة او غیر باقیة قل او کثر.** (هندیة ۱۸۶/۱) **واما قصب السکر وقصب الذریرة ففیهما العشر لان الاراضی تستنمی بهما عادة.** (المحیط البرهانی ۲۷۲/۳، شامی بیروت ۲۴۳/۳، تاتارخانیة زکریا ۲۷۵/۳)

عشری زمین میں پائے جانے والے شہد کا حکم

جو شہد کے چھتے عشری زمین میں دست یاب ہوں ان میں عشر واجب ہے، خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ۔ **والعشر واجب فی العسل ان کان فی الارض العشریة.** (هندیة ۱۸۶/۱، بدائع الصنائع ۱۸۴/۲، تبیین الحقائق ۱۰۴/۲، المحیط البرهانی ۲۷۳/۳) **یجب العشر فی عسل وان قل.** (درمختار بیروت ۲۴۰/۳-۲۴۱، زکریا ۲۶۴/۳)

بھس میں عشر واجب نہیں

کھیتی کاٹنے کے بعد نکلنے والے بھس یا پرال میں عشر واجب نہیں ہے۔ **قال ابو حنیفةؒ: کل شیء اخرجته الارض مما تستنمی به الارض ففیه العشر الا الحطب والقصب والحشیش والتبن والسعف.** (المحیط البرهانی رشیدیه ۲/٤٨٥، الدرالمختار بیروت ۳/۲٤۳، زکریا ۳/۲٦٧)

گھر میں لگے ہوئے درختوں کے پھل پر عشر نہیں

اگر کسی شخص نے اپنے وسیع گھر کے صحن میں پھل دار درخت یا سبزیاں وغیرہ بورکھی ہیں تو ان کی پیداوار پر عشر نہیں ہے۔ **ولو کان فی دار رجل شجرة لا یجب فی ذٰلک عشر.** (المحیط البرهانی ۳/۲۷۳، تاتارخانیة زکریا ۳/۲۷۷) **وخرج ثمرة شجر فی دار رجل ولو بستاناً فی داره لانه تبع للدار.** (شامی زکریا ۳/۲٦٥، ومثله فی الهندیة ۱/۱٨٦)

سبزیوں کے بیج میں عشر نہیں

خربوزہ، ککڑی اور تربوز وغیرہ کے بیج میں عشر واجب نہیں؛ بلکہ صرف ان کے پھل میں عشر ہے۔ **والبذور التی لا تصلح الا للزراعة کبذر البطیخ وما اشبه ذٰلک فلا عشر فیه لانها غیر مقصودة فی نفسها ولانه لا ینتفع بها انتفاعاً عاماً.** (المحیط البرهانی ۳/۲۷۳، هندیة ۱/۱٨٦)

زکوٰۃ کی ادائیگی اور مصارف

زکوٰۃ کے مصارف

اسلام کی منجملہ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صدقہ وخیرات کی رقم خود اپنے ہی ہم جنسوں پر خرچ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ چناں چہ قرآنِ کریم میں زکوٰۃ وصدقات کے مصارف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ.

(التوبۃ: ٦٠)

زکوٰۃ وہ حق ہے (۱) مفلسوں کا (۲) محتاجوں کا (۳) اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں (سرکاری سفیروں) کا (۴) اور جس کا دل لبھانا مقصود ہو (۵) اور (غلاموں) کی گردنیں چھڑانے میں (٦) اور جو تاوان بھریں (مقروض ہوں) (۷) اور اللہ کے راستہ میں (۸) اور راستہ کے مسافر کو، یہ اللہ کا مقرر کردہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

مذکورہ آٹھ مصارف میں سے تالیفِ قلب اسلام کے لئے دل لبھانے کا مصرف اب باقی نہیں رہا؛ اس لئے کہ اسلام کے غلبہ اور اس کی تعلیمات عام ہوجانے کے بعد اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی، بقیہ مصارف میں ''عاملین'' سے مراد اسلامی حکومت کے وہ کارندے ہیں جو عوام سے زکوٰۃ کی وصولی پر مامور ہیں، تو ان کی تنخواہ زکوٰۃ کی رقم سے دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ تنخواہ کی مقدار حاصل شدہ زکوٰۃ کی رقم کے نصف سے زائد نہ ہو، اور غلام باندی اس دور میں نہیں ہیں؛ لیکن اگر کسی دور میں کسی جگہ پائے جائیں تو ان کو آزاد کرانے میں زکوٰۃ کی رقم لگائی جاسکتی ہے۔

تاہم ان میں سے اکثر مصارف کی بنیاد محتاجگی اور ضرورت مندی پر ہے، اور یہ بات متعین ہے کہ زکوٰۃ پر اصلاً ضرورت مندوں کا حق ہے، جو ضرورت مند نہ ہو اس کے لئے زکوٰۃ لینا قطعاً جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ بعض احادیث میں ہے کہ: ''جو شخص ضرورت بھر مال ہونے کے باوجود بھیک مانگے گا وہ دراصل جہنم کے انگارے اکٹھا کرنے والا ہوگا''۔ **من سأل وعنده ما يغنيه فانما يستكثر من جمر جهنم الخ.** (ابوداؤد شریف ۲۳۰/۱) اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ جس کے پاس ایک دن کی روزی روٹی کا نظم ہو اس کے لئے روٹی کا سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ **ولا يسأل من له قوت يومه من الغداء والعشاء.** (البحر الرائق ۲۵۰/۲، مجمع الانہر ۲۲٦/۱، و مثلہ فی البدائع ۱٦۱/۲)

زکوٰۃ خوش دلی سے دی جائے

اہل ثروت حضرات کو ہمیشہ خوش دلی اور بشاشت کے ساتھ زکوٰۃ نکالنی چاہئے، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے اس عبادت کو انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی، اور کبھی بھی زکوٰۃ دیتے ہوئے دل تنگ نہ ہوں، اور نہ اسے اپنے اوپر بوجھ سمجھیں، زکوٰۃ کو بوجھ سمجھنا یہ قیامت کی علامات میں سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب امت میں پندرہ خصلتیں عام ہو جائیں گی تو ان پر پے در پے مصائب اور بلاؤں کا نزول ہوگا۔ ان باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ زکوٰۃ کو ٹیکس سمجھنے لگیں گے۔ و الزکوٰۃ مغرماً. (ترمذی شریف ۲/ ٤٥) اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص جتنی خوش دلی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے کاروباری برکت سے نوازتے ہیں اور نقصانات سے حفاظت رہتی ہے۔

احسان نہ جتائیں

زکوٰۃ دے کر کسی غریب پر احسان نہ جتانا چاہئے؛ بلکہ غریب کا احسان ماننا چاہئے کہ اس نے ہمارا صدقہ قبول کر کے ہمارا فرض ادا کرنے میں تعاون کیا؛ کیوں کہ اگر غرباء نہ ہوں تو مال دار لوگ اپنے فریضے سے ہرگز سبک دوش نہیں ہو سکتے؛ لہٰذا لازم ہے کہ مال دار ہمیشہ غرباء کے احسان مند رہیں اور انہیں زکوٰۃ دے کر الٹے احسان نہ جتائیں اور نہ ان سے کسی دنیوی صلہ کے متمنی رہیں اور نہ انہیں ذلیل سمجھیں۔ قرآن کریم میں اس بارے میں صاف ہدایت دی گئی:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ، وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى، وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى، كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا، لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا، وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ.

(البقرة: ٢٦٢ - ٢٦٣ - ٢٦٤)

وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں اور نہ ایذاء پہنچاتے ہیں، ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے پروردگار کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ نرم جواب دینا اور درگذر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے جس کے ساتھ اذیت ہو، اور اللہ بے پروا ہے اور نہایت تحمل والا ہے۔ اے ایمان والو مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس شخص کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کو دکھانے کو، اور یقین نہیں رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر، پس اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر پڑی کچھ مٹی، پھر اس پر زور کی بارش برسی تو کر ڈالا اس کو بالکل صاف، کچھ ہاتھ نہیں لگتا ایسے لوگوں کے ثواب اس چیز کا جو انہوں نے کمایا اور اللہ نہیں دکھاتا سیدھی راہ کافروں کو۔

احادیثِ شریفہ میں بھی احسان جتانے کے عمل کی شدید مذمت وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلاثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَلْمَنَّانُ الَّذِىْ لاَ يُعْطِىْ شَيْئاً اِلاَّ مَنَّهٗ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلَفِ الْفَاجِرِ وَالْمُسْبِلُ اِزَارَهٗ. (مسلم شریف: ۱/ ۷۱، و مثله فی سنن ابی داؤد ۲/ ۵۶۵)

تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز گفتگو نہیں فرمائیں گے: (۱) وہ احسان جتانے والا جس کی عادت دے کر احسان جتانے کی ہے (۲) وہ شخص جو اپنا سامان فروخت کرنے کے لئے جھوٹی قسم کھاتا ہے (۳) وہ شخص جو اپنا کپڑا (پائجامہ وغیرہ) ٹخنے سے نیچے لٹکانے کا عادی ہے۔

افسوس ہے کہ آج کل بہت سے اہل خیر قطعاً اس کا لحاظ نہیں رکھتے اور چندہ دے کر بے دھڑک احسان جتاتے ہیں اور ایسا انداز اختیار کرتے ہیں جس سے لینے والے کو اذیت ہوتی ہے، اس طرز عمل کو بدلنے کی ضرورت ہے، ورنہ نیکی برباد گناہ لازم آجائے گا۔

تندرستی میں صدقہ افضل ہے

نیز یہ بھی خیال رہے کہ ایسے وقت کے صدقہ میں زیادہ ثواب ہے جب کہ مال کی زیادہ ضرورت ہو اور اس کی طرف دل لگا رہے، ورنہ زندگی سے مایوسی کے وقت اور دلی انقباض کے وقت کے صدقہ کا وہ ثواب نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ: ''سب سے افضل صدقہ کون سا ہے''؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ:

اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشٰى الْفَقْرَ وَتَأْمَلَ الْغِنٰى وَلاَ تُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلاَنٍ كَذَا وَلِفُلاَنٍ كَذَا اَلاَ وَقَدْ كَانَ لِفُلاَنٍ. (بخاری شریف ۱/ ۱۹۱، مسلم شریف ۱/ ۳۳۲)

سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور تمہارے دل میں مال کی چاہت ہو اور فقر وفاقہ کا اندیشہ اور مال وثروت کی امید ہو، اور اتنی تاخیر مت کرو کہ جب جان بلب ہو جاؤ تو کہو کہ فلاں کے لئے یہ ہے اور فلاں کے لئے وہ ہے، خبردار! اب تو وہ فلاں (وارث) کے لئے ہو چکا ہے۔

یعنی انتقال کے وقت تو وراثت کی رو سے جس کا جو حق ہے وہ مل ہی جائے گا اور خود آدمی کا اپنے مال پر اختیار ختم ہو جائے گا، بہر حال مصارف کی رعایت کرتے ہوئے زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اسی سلسلہ میں بعض ضروری مسائل ذیل میں درج کئے جارہے ہیں:

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے نیت ضروری ہے

فقیر کو زکوٰۃ دیتے وقت، یا وکیل کو سپرد کرتے وقت، یا کل مال سے الگ کرتے وقت زکوٰۃ

کی نیت ضروری ہے۔ **وشرط صحة أدائها نيةٌ مقارنةٌ لأدائها للفقير أو وكيله أو لعزل ما وجب.** (مراقی الفلاح ۳۸۹، شامی زکریا ۱۸۷/۳، بیروت ۱۷٤/۳، هندية ۱۷۰/۱، البحر الرائق ۳٦۸/۲، مجمع الانهر ۱۹٦/۱، الاشباه والنظائر جدید ۱۷۸)

اگرادائیگی کے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں کی

اگر دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں کی اور بعد میں نیت کی اور زکوٰۃ کا مال بعینہٖ فقیر کے قبضہ میں ہے ابھی اس نے خرچ نہیں کیا تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، اور اگر فقیر کے پاس مال خرچ ہوجانے یا ضائع ہوجانے کے بعد زکوٰۃ کی نیت کی تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ **اذا دفع المزكي المال الى الفقير ولم ينو شيئاً ثم حضرته النية عن الزكوٰة ينظر ان كان المال قائماً فى يد الفقير صار عن الزكوٰة وان تلف لا.** (تاتارخانية ۱۹۷/۳) **ولو مقارنة حكمية كما لو دفع بلا نية ثم نوىٰ والمال قائم بيد الفقير.** (مراقی الفلاح ۳۹۰، شامی زکریا ۱۸۷/۳، ومثله فی الهندية ۱۷۱/۱، البحر الرائق ۳٦۸/۲، الاشباه جديد ۱۷۸، تبيين الحقائق ۳۲/۲)

مال دیئے بغیر زکوٰۃ کا وکیل بنانا

اگر کسی کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور ابھی مال نہیں دیا؛ بلکہ کہا کہ آپ میری طرف سے زکوٰۃ ادا کردیں تو اس کے ادا کرنے سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ **ولذا لو أمر غيره بالدفع عنه جاز.** (شامی زکریا ۱۸۹/۳، تاتارخانية زکریا ۲۲۷/۳، المحيط البرهانی ۲٤۰/۳، البحر الرائق ۳۷۱/۲)

وکیل دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے

اگر ایک شخص کو مالک نے اداءِ زکوٰۃ کا وکیل بنایا اس نے مالک کی اجازت کے بغیر دوسرے کو وکیل بنادیا تو بھی جائز ہے۔ **للوكيل بدفع الزكاة أن يؤكل غيره بلا إذن.**

(شامی زکریا ۱۸۹/۳، البحر الرائق ۳۷۱/۲)

زکوٰۃ کے مستحق کون لوگ ہیں؟

زکوٰۃ درج ذیل لوگوں کو دی جاسکتی ہے:

(۱) فقراء (جن کے پاس نصاب کے بقدر مال نہ ہو)

(۲) مساکین (جو کسی بھی مال کے مالک نہ ہوں)

(۳) اسلامی حکومت کے وہ کارندے جو زکوٰۃ وعشر کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں۔

(۴) ایسے غلام جو اپنی آزادی کے لئے مدد کے طالب ہوں۔

(۵) ایسے قرض دار جن کو قرض سے سبک دوشی کے لئے زکوٰۃ دی جائے، جب کہ ان کے پاس اپنی ذاتی مالیت قرض کی ادائیگی کے لئے باقی نہ ہو۔

(۶) وہ غازیانِ اسلام اور مجاہدین جو اپنی مالی بے سروسامانی کی وجہ سے اسلامی لشکر سے بچھڑ گئے ہوں۔ (گویا جہاد کرنے کے لئے زکوٰۃ کی رقم سے مجاہدین کی مدد کی جاسکتی ہے)

(۷) وہ مسافر جو سفر کے دوران ضرورت مند ہوجائیں۔ (اگرچہ اپنے وطن میں مال وثروت والے ہوں اور گھر سے فوری طور پر مال منگانا مشکل ہو)

هو الفقير: وهو من يملك ما لا يبلغ نصاباً ولا قيمته من اى مال كان ولو صحيحاً مكتسباً. والمسكين: وهو من لا شئ له. والمكاتب والمديون: الذى لا يملك نصاباً ولا قيمته فاضلاً عن دينه. وفى سبيل الله: وهو منقطع الغزاة او الحاج. وابن السبيل: وهو من له مال فى وطنه وليس معه مال. والعامل عليها يعطى قدر ما يسعه وأعوانه. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ۳۹۲، درمختار مع الشامی زکریا ۲۸۳/۳ تا ۲۹۰) **(قوله: ومنقطع الغزاة) اى الذين عجزوا عن اللحوق بجيش الاسلام لفقرهم بهلاك النفقة او الدابة او غيرهما فتحل لهم الصدقة وان كانوا كاسبين إذ الكسب يقعدهم عن الجهاد.** (شامی زکریا ۲۸۹/۳، بیروت ۲۶۱/۳، ومثله فى البحر الرائق ۴۲۲/۲، هندية ۱۸۹/۱)

نوٹ: دورِ نبوت میں ایک مصرف یہ بھی تھا کہ لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے یا نومسلموں کو اسلام پر جمانے کے لئے بطورِ تالیفِ قلب زکوٰۃ خرچ کی جاتی تھی؛ لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہوچکا ہے؛ لہٰذا محض نومسلم ہونے کی وجہ سے ان پر زکوٰۃ صرف نہ ہوگی؛ البتہ اگر وہ فقیر یا مسکین ہوں تو اس اعتبار سے انہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ **وسكت عن المؤلفة قلوبهم لسقوطهم (درمختار) اى فى**

خلافة الصديق لما منعهم عمر رضی الله عنهما وانعقد علیه اجماع الصحابة الخ.

(شامی زکریا ۲۸۷/۳-۲۸۸، ومثله فی الهدایة ۲۰۴/۱، والتفصیل فی البدائع الصنائع ۱۵۳/۲)

زکوٰۃ میں ایک فقیر کو بیک وقت کم از کم کتنا مال دیا جائے؟

بیک وقت ایک فقیر کو اتنی مقدار دینا مستحب ہے کہ وہ دن بھر کسی سے سوال کرنے کا محتاج نہ رہے، اور وہ مقدار اس کے لئے اور اس کے اہل وعیال کے لئے کافی ہو۔ **عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: اغنوهم فی هٰذا الیوم.** (دار قطنی ۱۳۳/۲) **وندب الاغناء عن السؤال فی ذٰلک الیوم.** (هندیة ۱۸۸/۱، تبیین الحقائق ۱۳۰/۲) **یندب دفع ما یغنیه یومه عن السوال، واعتبار حاله من حاجة وعیال (درمختار) وفی الشامی: والاوجه أن ینظر إلی ما یقتضیه الحال فی کل فقیر من عیال وحاجة أخریٰ کدهن وثوب وکراء منزل وغیر ذٰلک کما فی الفتح.** (شامی بیروت ۲۷۶/۳)

ایک فقیر کو بیک وقت مکمل نصاب کا مالک بنانا مکروہ ہے

ایک فقیر کو یک مشت اتنا مال دینا کہ وہ صاحبِ نصاب ہوجائے بہتر نہیں ہے؛ البتہ اگر وہ مقروض ہو اور قرض کی ادائیگی کے لئے بڑی رقم دی تو حرج نہیں۔ **اذا اعطی من زکاته مأتی درهم او ألف درهم الی فقیر واحد فان کان علیه دین مقدار ما دفع الیه......، أو کان صاحب عیال یحتاج الی الانفاق علیهم فانه یجوز ولا یکره وان لم یکن علیه دین ولا صاحب عیال فانه یجوز عند اصحابنا الثلاثة ویکره.** (تاتارخانیة زکریا ۲۲۱/۳، ومثله فی الدر المختار ۳۰۳/۳)

ضروری تنبیہ: بعض سرمایہ دار اس مسئلہ سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں کہ بسا اوقات ان پر کاروباری یا حکومت کا قرض اتنا زیادہ ہوجاتا ہے کہ ان کے اصل سرمایہ سے بڑھ جاتا ہے تو وہ لوگوں کے پاس جاکر یہ کہتے ہیں کہ ہم مقروض ہونے کی وجہ سے مستحق زکوٰۃ ہوگئے، اس لئے زکوٰۃ

کے مال سے ہمیں قرض کی ادائیگی میں تعاون دیا جائے اس طرح وہ لاکھوں روپیہ کا مطالبہ رکھتے ہیں، تو ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ پہلے اپنی ذاتی مالیت (جائیداد گاڑیاں وغیرہ) فروخت کرکے اپنا قرض ادا کریں، اوراس کے بعد بھی قرض ادا نہ ہوتو اب تعاون کا مطالبہ کریں، اس سے پہلے ان کا اپنے کوزکوٰۃ کا مستحق کہنا غریبوں کی سخت حق تلفی ہے۔

قریبی رشتہ داروں کا حق

قریبی رشتہ دار (جن میں ولادت اورزوجیت کارشتہ نہ ہو) زکوٰۃ کے اہم مستحقین میں سے ہیں، ان کوزکوٰۃ دینے میں دوگنا ثواب ملتا ہے، ایک زکوٰۃ کا دوسرے صلہ رحمی اور قرابت کا۔ (واضح رہے کہ باپ، دادا، اولاد اورشوہر بیوی کے علاوہ بقیہ سب ضرورت مند رشتہ داروں، مثلاً بھائی بہن، چچا، پھوپھی، ماموں اور بھانجے وغیرہ کوزکوٰۃ دینا شرعاً درست ہے؛ بلکہ افضل ہے)۔ **عن سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن الصدقة على المسكين صدقة وإنها على ذی الرحم اثنتان صدقة وصلة.** (ترمذی شریف ۱۴۲/۱، شعب الإیمان للبیهقی ۲۳۹/۳ حدیث: ۳۴۲۶، ومثله فی مصنف ابن ابی شیبة ۵۴۵/۶) **عن ام كلثوم بنت عقبة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "افضل الصدقة على ذی الرحم الكاشح.** (شعب الایمان ۲۳۹/۳) **ولا يصح دفعها لكافر...... وأصل المزكی وفرعه وزوجته الخ.** (مراقی الفلاح) **قال الطحطاوی: ومن سوى ما ذكر يجوز الدفع إليهم كالأخوة والأخوات والأعمام والعمات والأخوال والخالات الفقراء؛ بل هم أولى لما فيه من الصلة مع الصدقة.** (طحطاوی ۳۹۳، هٰكذا فی الهندية ۱۹۰/۱)

غریب بھائی بہن کوزکوٰۃ دینا

غریب بھائی بہن کوزکوٰۃ دینا نہ صرف جائز ہے؛ بلکہ اس میں دوہرا ثواب ہے، ایک زکوٰۃ کا دوسرے صلہ رحمی کا۔ **قالوا: الافضل صرف الصدقة الى اخواته ذكوراً او اناثاً.**

(مجمع الانهر ۲۲۶/۱، تاتارخانية زكريا ۲۰۶/۳، طحطاوی جدید ۷۲۲)

سوتیلی ماں، بہو یا داماد کو زکوٰۃ دینا

آدمی اپنی سوتیلی ماں، بہو (بیٹے کی بیوی) یا داماد (بیٹی کے شوہر) کو زکوٰۃ دے سکتا ہے، جب کہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں۔ **ویجوز دفعها لزوجة ابیه وابنه وزوج ابنته.** (شامی زکریا ۲۹۳/۳، تاتارخانیة زکریا ۲۱۱/۳، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۵۳۹/۹-۵۴۰)

گھر کے خادموں کو زکوٰۃ دینا

گھر میں کام کرنے والے غریب ملازمین کو ان کی تنخواہوں کے علاوہ انعام کے طور پر کسی خوشی کے موقع پر جو کچھ دیا جاتا ہے، اس میں زکوٰۃ کی رقوم کو صرف کرنا درست ہے۔ **وکذا (ای یجوز) ما یدفعه الی الخدم من الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرها بنیة الزکوٰة کذا فی معراج الدرایة.** (عالمگیری ۱۹۰/۱)

عیدی کے عنوان سے زکوٰۃ

عیدی کے عنوان سے مستحقِ زکوٰۃ حضرات کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ **مستفاد: دفع الزکوٰة الی صبیان اقاربه برسم عید او إلی مبشر او مهدی الباکورة جاز.** (درمختار ۳۰۷/۳، طحطاوی علی المراقی ۷۱۵، تاتارخانیة ۲۱۸/۳، هندیة ۱۹۰/۱)

زکوٰۃ کو ہبہ یا قرض کہہ کر دینا

زکوٰۃ کی نیت سے ہبہ یا قرض کے نام سے روپئے دیئے تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی (یعنی فقیر کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے) **ولا یشترط علم الفقیر أنها زکاة علی الأصح حتی لو أعطاه شیئاً وسماه هبةً أو قرضاً ونویٰ به الزکاة صحت.** (مراقی الفلاح ۳۹۰، هندیة ۱۷۱/۱، مجمع الانهر ۱۹۶/۱، البحر الرائق زکریا ۳۷۰/۲، تبیین الحقائق ۳۲/۲) **وشرط صحة أدائها نیة مقارنة له أی للأداء (درمختار) وفی الشامی: قوله (نیة) أشار إلی أنه لا اعتبار للتسمیة، فلو سماها هبة أو قرضاً تجزیه فی الأصح.** (شامی زکریا ۱۸۷/۳، بیروت ۱۷۴/۳)

سمجھ دار بچے کو زکوٰۃ دینا

اگر فقیر سمجھ دار بچہ کو زکوٰۃ دی یا کپڑے پہنائے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ **وکذا لو کان الصبی یأخذ القبض بان کان لا یرمی به ولا یخدع عنه.** (تاتارخانية زکریا ۲۱۱/۳، هندية ۱۹۰/۱) **کما لو کساه بشرط أن یعقل القبض.** (شامی زکریا ۱۷۱/۳)

مال دار شوہر کی غریب بیوی کو زکوٰۃ دینا

اگر کسی عورت کا شوہر مال دار ہو؛ لیکن وہ خود غریب اور تنگ دست ہو تو ایسی عورت کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ **ویجوز الدفع لزوجة غنی الفقیرة.** (طحطاوی ۳۹۳، هندية ۱۸۹/۱، تبیین الحقائق ۱۲۶/۲)

مال دار اولاد کے تنگ دست باپ کو زکوٰۃ دینا

اگر کوئی باپ فقیر اور محتاج ہو اور اس کی اولاد مال دار اور صاحبِ نصاب ہو تو زکوٰۃ کی مد سے اس شخص کی امداد جائز ہے؛ کیوں کہ اولاد کی مال داری کی وجہ سے باپ کو مال دار نہیں سمجھا جائے گا۔ **ویجوز صرفها الی الاب المعسر وان کان ابنه موسراً.** (هندية ۱۸۹/۱، تاتارخانية زکریا ۲۱۰/۳) **بخلاف الکبیر فإنه لا یعد غنیاً بغنی أبیه ولا الأب بغنی ابنه.** (شامی بیروت ۲۷۰/۳)

غریب کی شادی میں زکوٰۃ خرچ کرنا

اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ جو شخص غریب اور فقیر ہو اسے زکوٰۃ دینا درست ہے؛ لیکن آج کل غریب بچیوں کی شادی کے نام پر جو باقاعدہ چندہ کیا جاتا ہے اس میں یہ شرعی خرابی پیش آتی ہے کہ اولاً دو ایک اصحابِ خیر کے تعاون سے نصاب کے بقدر رقم جمع ہوجاتی ہے؛ لیکن واہی تباہی رسومات اور لمبی چوڑی دعوتوں کے انتظام کے لئے مزید رقم کا سوال جاری رہتا ہے، تو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ بقدر نصاب مال حاصل ہونے کے بعد مزید زکوٰۃ کی رقم لینا ہرگز جائز نہیں ہے، اور دینے والے کو اگر اصل صورتِ حال معلوم ہو تو اس کے لئے دینا بھی درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ

ڈابھیل ۹/۵۲۹)اس لئے ایسی جگہوں پر اگر خرچ ناگزیر ہو تو امدادی رقم سے تعاون کیا جائے، زکوٰۃ نہ دی جائے، احوط یہی ہے۔ **لا یحل ان یسأل شیئاً من القوت من له قوت یو مه بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب ویأثم معطیه ان علم بحاله لإعانته علی المحرم.** (درمختار زکریا ۳/۳۰۶، ومثله فی الهندیة ۱/۱۸۸) **وفي الشامي : لکنه یجعل هبة وبالهبة للغني او لمن لا یکون محتاجاً إلیه لا یکون اٰثماً الخ.** (شامي زکریا ۳/۳۰۶)

فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دی بعد میں پتہ چلا کہ وہ مال دار ہے

اگر کسی شخص نے اپنی زکوٰۃ کسی شخص کو فقیر سمجھ کر دی (مثلاً وہ شخص فقراء کی لائن میں کھڑا تھا یا فقیروں جیسا حلیہ اس نے اختیار کر رکھا تھا) بعد میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ لینے والا شخص مستحق زکوٰۃ نہ تھا تو دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ **دفع بتحر لمن یظنه مصرفاً – إلی قوله – وإن بان غناه أو کونه ذمیاً أو أنه أبوه أو ابنه أو إمرأته أو هاشمی لا یعید.** (درمختار زکریا ۳/۳۰۲-۳۰۳، عالمگیری ۱/۱۹۰، تبیین الحقائق ۲/۱۲۷، بدائع ۲/۱۸۳، فتح القدیر ۲/۲۷۵، مراقی الفلاح ۳۹۳) **واعلم ان المدفوع الیه لو کان جالساً فی صف الفقراء یصنع صنعهم او کان علیه زیهم او سأله فاعطاه کانت هٰذه الاسباب بمنزلة التحری.** (شامی زکریا ۳/۳۰۲)

زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں تقسیم کرنا

زکوٰۃ کی رقم سے طلبہ کو کتابیں تقسیم کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ طلبہ باشعور اور مستحق زکوٰۃ ہوں (لہٰذا بہت ناسمجھ بچوں یا مال دار بچوں کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی) جیسا کہ ذیل کی عبارت سے مستفاد ہے۔ **وجاز دفع القیمة فی زکوٰة وعشر الخ.** (درمختار بیروت ۳/۱۹۵) **وفی سبیل اللّٰه وهو منقطع الغزاة، وقیل الحاج، وقیل طلبة العلم.** (درمختار بیروت ۳/۲۶۱) **یصرف المزکی إلی کلهم أو إلی بعضهم...... تملیکاً لا اباحة.** (درمختار بیروت ۳/۲۶۳) **ویصرف إلی مراهق یعقل الأخذ.** (شامی زکریا ۳/۲۹۱) **الا اذا دفع له الطعام کالکسوة اذا کان یعقل القبض والا فلا.** (البحر الرائق زکریا ۲/۴۲۴، الولوالجیة ۱/۱۷۹)

زکوٰۃ کی رقم سے غریبوں کے کپڑے بنانا

زکوٰۃ کی رقم سے غریب مستحقین کو کپڑے وغیرہ بنا کر دینا جائز ہے۔ **مستفاد: إلا إذا دفع له الطعام كالكسوة اذا كان يعقل القبض والا فلا.** (البحر الرائق ٤٢٤/٢) **كما لو كساه بشرط أن يعقل القبض.** (شامی زکریا ١٧١/٣)

زکوٰۃ کی رقم سے بنے ہوئے فلیٹ غریبوں کو الاٹ کرنا

زکوٰۃ کی رقم سے فلیٹ اور مکانات تعمیر کر کے انہیں غریبوں میں بطور ملکیت تقسیم کرنا اور انہیں رجسٹری کر کے خود مختار مالک بنانا درست ہے، اس سے مالکان کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ **مستفاد: وجاز دفع القيمة في زكوٰة وعشر الخ.** (درمختار بیروت ١٩٥/٣) **والاوجه أن ينظر إلى ما يقتضيه الحال في كل فقير من عيال وحاجة أخرى الخ.** (شامی بیروت ٢٧٦/٣)

مسافر ضرورت سے زائد مال نہ لے

مسافر جو اپنے وطن میں مال دار ہو اور راستہ میں کسی وجہ سے ضرورت مند ہو جائے تو اس کے لئے زکوٰۃ لینے کے بجائے مناسب یہ ہے کہ کسی سے قرض لے لے، اور وطن پہنچ کر ادا کر دے، اور اگر زکوٰۃ لینا ہی ناگزیر ہو تو صرف ضرورت کے بقدر ہی لے، اس سے زائد لینا اس کے لئے درست نہیں؛ لیکن اگر اندازہ لگا کر بقدر ضرورت لیا، پھر وطن واپسی تک خرچ سے کچھ روپئے بچ گئے تو یہ باقی ماندہ رقم صدقہ کرنا اس پر لازم نہیں ہے۔ **وقال في الفتح ايضاً: لا يحل له اى لابن السبيل ان يأخذ اكثر من حاجته والاولىٰ له ان يستقرض ان قدر ولا يلزمه ذٰلك لجواز عجزه عن الاداء ولا يلزمه التصدق بما فضل في يده عند قدرته على ماله.** (شامی زکریا ٢٩٠/٣، المحیط البرهانی ٢١١/٣، ومثله فی تبیین الحقائق ١١٦/٢-١١٧، تاتارخانية زکریا ٢١٨/٣، عالمگیری ١٨٨/١، البحر الرائق ٢٤٢/٢)

فقیر شخص کا زکوٰۃ لے کر مالدار پر خرچ کرنا

اگر کسی فقیر مستحق زکوٰۃ شخص کو زکوٰۃ کی رقم ملی پھر اس نے وہ رقم اپنی خوشی سے کسی مالدار یا غیر مستحق زکوٰۃ شخص پر خرچ کردی یا کار خیر میں صرف کردی، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ **في قصة بريرة رضي الله عنها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "هو لها صدقة ولنا هدية".** (بخاری شریف ۲۰۲/۱، مسلم شریف ۳۴۵/۱) **مستفاد: وحيلة التكفين بها التصدق على الفقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما، وكذا في تعمير المسجد.**

(درمختار بیروت ۱۷۷/۳، تاتارخانیة زکریا ۲۰۸/۳)

ریلیف میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا

سیلاب یا آفاتِ سماویہ سے دوچار بے کس اور غریب لوگوں پر زکوٰۃ کی رقم تملیکاً صرف کرنا جائز ہے (لیکن جو لوگ مستحق زکوٰۃ نہ ہوں ان پر زکوٰۃ کی رقم صرف نہیں کی جائے گی) **مصرف الزكوٰة: هو فقير وهو من له ادنى شيء إي دون نصاب.** (درمختار ۳۸۳/۳، کتاب الفتاویٰ ۳۰۴/۳)

زکوٰۃ کی رقم سے فساد زدگان کی امداد

اگر کسی علاقہ میں فساد پھیل جائے تو جو لوگ فساد سے متأثر ہوکر بے گھر اور بے بس ہوگئے ہوں ان کی امداد میں زکوٰۃ کی رقومات صرف کرنا جائز ہے؛ بلکہ ایسے مصیبت زدہ لوگ زکوٰۃ کے زیادہ مستحق ہیں۔ (کتاب الفتاویٰ ۳۰۴/۳)

قیدیوں کی رہائی کے لئے زکوٰۃ کی رقم کا استعمال

بے قصور نادار مسلمان قیدیوں کی رہائی کے لئے ان کی طرف سے اصالۃً یا وکالۃً قبضہ کرنے کے بعد ان کی اجازت سے زکوٰۃ کی رقومات کا استعمال جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۴۰/۱۴-۲۴۴)

مقروض کو زکوٰۃ دینا

جو شخص فقیر اور مقروض ہو اس کو زکوٰۃ دینا افضل ہے؛ کیوں کہ وہ نسبۃً زیادہ محتاج ہے۔

الـدفـع للمديون اولىٰ منه للفقير، اى اولى من الدفع للفقير الغيرالمديون لزيادة احتياجه. (درمختار مع الشامی زکریا ۲۸۹/۳، بیروت ۲۶۱/۳، ومثله فی الهندیة ۱۸۸/۱، طحطاوی علی المراقی ۳۹۲، تبیین الحقائق ۱۲٤/۲) **والـدفع إلى من عليه الدين أولى من الدفع إلى الفقير كذا فى المضمرات.** (هندیة ۱۸۸/۱، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳۹۹/۳)

کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں؟

درج ذیل لوگوں کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے:

(۱) باپ، دادا، پردادا، نانا، پرنانا۔ اسی طرح دادی، نانی، وغیرہ الخ۔

(۲) لڑکے لڑکیاں، پوتے، نواسے، پوتیاں، نواسیاں الخ۔

(۳) بیوی اور شوہر۔

(۴) غلام باندی۔

(۵) کافر۔

(۶) صاحبِ نصاب مال دار۔

(۷) صاحبِ نصاب مال دار کے غلام باندی۔

(۸) مال دار کا چھوٹا بچہ۔

(۹) سادات (بنو ہاشم آلِ علی، آل عباس وغیرہ)

(۱۰) بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام باندی۔

ولا يصح دفعها لكافر وغنى يملك نصاباً أو ما يساوى قيمته من أى مال كان فاضل عن حوائجه الأصلية وطفل غنى وبنى هاشم ومواليهم......، وأصل المزكى وفرعه وزوجته ومملوكه. (مراقی الفلاح ۳۹۳، درمختار مع الشامی زکریا ۳/ ۲۹٤ تا ۲۹۹، تبیین الحقائق ۱۲۲/۲-۱۲۶، عالمگیری ۱۸۸/۱-۱۸۹، البحر الرائق ۲٤٤/۲، هدایة ۲۰٦/۱) **ولا إلى مملوكه أى الغنى ولو مدبراً.** (درمختار بیروت ۲٦۹/۳)

زکوٰۃ کی رقم سے تبلیغی جماعت میں جانا

کوئی شخص اپنی ذاتی زکوٰۃ کی رقم سے تبلیغی جماعت یا کسی بھی دینی سفر میں نہیں جا سکتا (البتہ کسی غریب مستحق شخص کو زکوٰۃ کی رقم ملی اور وہ اس کے ذریعہ جماعت میں چلا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے) **أما تفسيرها فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن الملك من كل وجه لله تعالىٰ.** (هندية ۱/۱۷۰) **وكذا لا يبنى بها الحج والجهاد.** (تبيين الحقائق ۲/۱۲۰، هندية ۱/۱۸۸) **وقد قال في البدائع: في سبيل الله جميع القرب، فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله وسبيل الخيرات إذا كان محتاجاً.** (شامي بيروت ۳/۲۶۱)

اصول وفروع کو زکوٰۃ دینا

اپنے باپ، دادا، لڑکوں اور پوتوں کو زکوٰۃ دینے سے فرض ادا نہ ہوگا۔ **من قطع المنفعة عن الملك من كل وجه فلا يدفع لأصله وفرعه.** (الدر المختار زكريا ۲/۱۷۳، ومثله في التاتارخانية زكريا ۳/۲۰۶، هندية ۱/۱۸۸) **لان المنفعة لم تنقطع من كل وجه.** (البحر الرائق ۲/۲۴۳)

بیوی شوہر کو اور شوہر بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا

بیوی شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی اور شوہر بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ **ولا يعطي زوجته بلاخلاف بين اصحابنا، وكذا لا تعطي المرأة زوجها عند أبي حنيفة.** (تاتارخانية زكريا ۳/۲۰۷، هندية ۱/۱۸۹، شامي كراچی ۲/۲۵۸، زكريا ۳/۱۷۳، البحر الرائق ۲/۲۴۴)

سادات بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان والوں کو زکوٰۃ (صدقاتِ واجبہ) کے استعمال سے منع فرمایا ہے؛ لہٰذا خانوادۂ ہاشمی (سادات، خانوادۂ رسول) اور ان کے آزاد کردہ غلاموں کو زکوٰۃ دینا کسی حال میں درست نہ ہوگا۔ **(قوله وبني هاشم ومواليهم) اى لا يجوز الدفع**

لهم لحديث البخاری: ''نحن اهل بيت لا تحل لنا الصدقة" ولحديث ابی داؤد: مولی القوم من انفسهم. (البحر الرائق ٢٤٦/٢، بدائع الصنائع ١٦٢/٢) **من مسلم فقير غير هاشمی ولا مولاه أی معتقه.** (الدر المختار علی الشامی کراچی ٢٥٨/٢، هندية ١٨٩/١، تاتارخانية زکريا ٢١٣/٣، طحطاوی ٧٢٠ دارالکتاب ديوبند)

نوٹ: اس مسئلہ کے بارے میں ابوعصمہؒ کے حوالہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے کہ جہاں حکومت اسلامی کی طرف سے بنو ہاشم کے وظائف مقرر نہ ہوں، وہاں انہیں زکوٰۃ دینا درست ہے۔ مگر یہ قول فقہاء کے نزدیک مرجوح اور ناقابلِ اعتبار ہے۔ صحیح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ سادات بنو ہاشم کو زکوٰۃ لینا ہرگز جائز نہیں ہے؛ البتہ زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کے علاوہ نفلی صدقات سے ان کی مدد کی جاسکتی ہے؛ بلکہ پیغمبر علیہ السلام سے نسبی نسبت کی بنا پر ان کی مالی خدمت بڑا کارِ ثواب ہے۔ **واطلق الحكم فی بنی هاشم ولم يقيد بزمان ولا بشخص لاشارة الی رد رواية ابی عصمة عن الامام انه يجوز الدفع الی بنی هاشم ......، اما التطوع والوقف فيجوز الصرف اليهم الخ.** (البحر الرائق ٢٤٦/٢)

بنو ہاشم سے کون لوگ مراد ہیں؟

بنو ہاشم سے درج ذیل ۵/خاندان کے افراد مراد ہیں: (۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد (۲) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد (۳) حضرت جعفر کی اولاد (۴) حضرت عقیل کی اولاد (۵) حضرت حارث بن عبدالمطلب کی اولاد (ابولہب بھی اگر چہ بنو ہاشم میں ہے؛ لیکن اس کو اور اس کی اولاد کو یہ شرف حاصل نہیں ہے) **وقيده المصنف فی الکافی تبعاً لما فی الهداية وشروحها بآل علی وعباس وجعفر وعقيل وحارث بن عبد المطلب ومشی عليه الشارح الزيلعی والمحقق فی فتح القدير وصرحها باخراج ابی لهب واولاده من هٰذا الحكم؛ لان حرمة الصدقة لبنی هاشم كرامة من اللّٰه تعالیٰ لهم ولذريتهم حيث نصروا النبی عليه الصلاة والسلام فی جاهليتهم واسلامهم،**

وابـولهب كان حريصاً على اذى النبى ﷺ فلم يستحقها بنوه. (البحر الرائق ٢/ ٢٤٦، شامی زکریا ٣/ ٢٩٩، بیروت ٣/ ٢٧٠، بدائع الصنائع ٢/ ١٦٢، تاتارخانیة زکریا ٣/ ٢١٣، هندية ١/ ١٨٩)

کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے

زکوٰۃ کا روپیہ کسی کافر پر صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ **ولا يـجوز صـرف الـزكوة الى الـكـافـر بلا خلاف، لحديث معاذؓ: خذها من أغنيائهم وردها الى فقرائهم.** (بدائع الصنائع ٢/ ١٦١، هداية ١/ ٢٠٥، البحر الرائق ٢/ ٢٤٢، تاتارخانية زكريا ٣/ ٢١١، درمختار زكريا ٣/ ٣٠١) **واما أهل الذمة فلا يجوز صرف الزكوٰة إليهم بالاتفاق.** (عالمگيري ١/ ١٨٨)

پاگل اور ناسمجھ بچہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں

پاگل اور ناسمجھ بچہ کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی؛ البتہ اگر ان کا ولی ان کی طرف سے قبضہ کرلے تو زکوٰۃ درست ہوجائے گی۔ **سئـل عبد الكريمؒ عمن دفع زكوٰة ماله الى صبى قال ان كـان مـراهـقـاً يعقل الاخذ جاز والا فلايجوز، ولو دفع الى المعتوه فهو على هٰذا التفـصيـل ولو دفع الى المجنون لا يجوز.** (المحيط البرهانى ٣/ ٢١٤) **دفـع الزكوٰة الى صبيان اقاربه برسم عيد ...... جاز. (درمختار) وفى الشامى: قوله الى صبيان اقاربه اى العقلاء والا فلا يصح الا بالدفع الى ولى الصغير.** (شامی زکریا ٣/ ٣٠٧، بیروت ٣/ ٢٧٧)

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک ضروری ہے

زکوٰۃ کی ادئیگی کے لئے فقیر کو باقاعدہ مالک وقابض بنانا شرط ہے، تملیک کے بغیر زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ **لا يـجـوز الـزكوٰة الا اذا قبضها الفقير او قبضها من يجوز القبض له لولايته عـليه.** (المحيط البرهانى ٣/ ٢١٤) **ويشتـرط ان يـكـون الـصـرف تمليكاً لا اباحة.** (الدر المختار مع الشامى بيروت ٣/ ٢٦٣) **الـزكوٰة يجب فيها تمليك المال لان الايتاء فى قوله تعالىٰ: ﴿واٰتوا الزكوٰة﴾ يقتضى التمليك.** (تبيين الحقائق ٢/ ١١٨، البحر الرائق ٢/ ٢٠١)

زکوٰۃ کی رقم مسجد وغیرہ میں نہیں لگ سکتی

زکوٰۃ کی رقم براہِ راست مسجد وغیرہ کی تعمیر اوراس کی ضروریات میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔ **ولا یبنی بها مسجداً لانعدام التملیک وهو الرکن.** (هداية ۱/ ۲۰۵، درمختار زکریا ۳/ ۲۹۱، المحیط البرهانی ۳/ ۲۱۲، هندية ۱/ ۱۸۸، تاتارخانية ۳/ ۲۰۸، الفتاویٰ الولوالجية ۱/ ۱۸۰)

رفاہی اور مفادِ عامہ کے کاموں میں زکوٰۃ لگانا جائز نہیں

رفاہی ضروریات مثلاً راستوں، پلوں اور پانی کی ٹنکیوں شفاخانوں وغیرہ کی تعمیر میں زکوٰۃ کا روپیہ لگانا درست نہیں ہے، ان جگہوں پر صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ **لا تصرف فی بناء مسجد وقنطرة...... ورباط.** (تاتارخانية زکریا ۳/ ۲۰۸، هندية ۱/ ۱۸۸، تبیین الحقائق ۲/ ۱۲۰) **ولا یصرف إلی بناء مسجد (درمختار) وفی الشامی: قوله: (نحو مسجد) کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل ما لا تملیک فیه.** (شامی بیروت ۳/ ۲۶۳، هندية ۱/ ۱۸۸)

زکوٰۃ کے مال سے میت کی تجہیز وتکفین

میت کی تجہیز وتکفین میں براہِ راست زکوٰۃ کا روپیہ لگانا جائز نہیں ہے (البتہ اگر سخت ضرورت ہو تو کسی غریب مستحق کو زکوٰۃ کی رقم دے دی جائے پھر وہ اپنی طرف سے تجہیز وتکفین میں لگادے تو ایسا کرنا درست ہوگا) **ولا یجوز ان یکفن بها میت الخ.** (هندية ۱/ ۱۸۸) **والحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هٰذه الاشیاء (درمختار) وفی الشامی: ویکون له ثواب الزکوٰة وللفقیر ثواب هٰذه القرب.** (شامی زکریا ۳/ ۲۹۳، طحطاوی ۳۹۳، البحر الرائق زکریا ۲/ ۴۲۳، تبیین الحقائق ۲/ ۱۲۱) **وحیلة التکفین بها التصدق علی الفقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لهما. (درمختار) وفی الشامی: أی ثواب الزکوٰة للمزکی وثواب التکفین للفقیر.** (شامی بیروت ۳/ ۱۷۷)

زکوٰۃ سے میت کا قرض ادا کرنا

میت مقروض کا قرض زکوٰۃ کی رقم سے ادا کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں تملیک نہیں پائی جاتی۔(البتہ مذکورہ حیلہ یہاں بھی اختیار کیا جاسکتا ہے)(مرتب) **ولا یقضی بها دین المیت.** (هندية ۱/۱۸۸، البحر الرائق ۲/، تبيين الحقائق ۲/۱۲۱)

زکوٰۃ کے مال سے فقراء کی دعوت

اگر مستحق فقراء کو ایک جگہ بٹھا کر کھانا کھلا دیا تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، ان کو کھانے کا مالک بنانا ضروری ہے۔(بعض مدارس میں یکجا بٹھا کر طلبہ کو کھانا کھلانے کا رواج ہے، تو منتظمین کو چاہئے کہ وہ زکوٰۃ کی رقم تملیک کر کے کھانے میں خرچ کیا کریں، ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی) **واما الاطعام ان دفع الطعام اليه بيده يجوز ايضاً، وان كان لم يدفع اليه ويأكل اليتيم لم يجز لانعدام الركن وهو التمليك.** (البحر الرائق كوئٹه ۲/۲۰۱، ومثله فى البدائع ۲/۱۴۳) **وأخرج بالتمليك الإباحة فلا تكفى فيها فلو أطعم يتيماً ناوياً بهٖ الزكاة لا تجزيه إلا إذا دفع إليه المطعوم.** (طحطاوى ۳۸۹، الدر المختار على رد المحتار ۳/۱۷۱، مجمع الانهر ۱/۱۹۲، الولوالجية ۱/۱۷۸، تاتارخانية زكريا ۳/۲۱۴)

زکوٰۃ میں فقیر کو عارضی طور پر مکان دینا

فقیر کو مکان ایک مدت تک رہنے کے لئے دیا اور اس کے کرایہ میں زکوٰۃ کی نیت کر لی تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ **وخرج بالمال المنفعة فلو أسكن فقيراً داره سنةً ناوياً للزكاة لايجزيه.** (طحطاوى ۳۸۹، الدر المختار على الشامى ۳/۱۷۲، مجمع الانهر ۱/۱۹۲، البحر الرائق ۲/۲۰۱)

رفاہی ہسپتال میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا

ہسپتال کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم لگانا جائز نہیں ہے؛ البتہ زکوٰۃ کی رقم سے دوائیں خرید کر غرباء

اور مستحق لوگوں کو دینا شرعاً درست ہے؛ لیکن غیر مستحق لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم سے خریدی گئی دوائیں دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ **ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا اباحةً.** (درمختار مع الشامی بیروت ۲۶۳/۳، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۴۶/۱۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴۰۵/۳)

مسجد یا مدرسہ کے مقدمہ کے لئے زکوٰۃ خرچ کرنا

زکوٰۃ کا روپیہ مسجد یا مدرسہ کے مقدمہ میں براہِ راست خرچ کرنا جائز نہیں ہے، اس مقصد کے لئے امدادی رقومات حاصل کرنی چاہئیں، اگر بہت سخت ضرورت ہو تو زکوٰۃ کا روپیہ کسی غریب شخص کو دے دیا جائے پھر وہ اپنی طرف سے مسجد یا مدرسہ کے مقدمہ میں لگادے۔ **لا یصرف إلی بناء نحو المسجد ......، وقدمنا أن الحیلة لن یتصدق علی الفقیر، ثم یأمره بفعل هٰذه الاشیاء.** (شامی زکریا ۲۹۳/۳، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۴۱/۱۴)

مدارس میں زکوٰۃ دینے میں دوہرا ثواب

مدارس میں زکوٰۃ خرچ کرنے میں دوہرا ثواب ملے گا ایک زکوٰۃ کی ادائیگی کا دوسرے علم کی اشاعت اور دین کے تحفظ کا۔ **مستفاد: التصدق علی الفقیر العالم أفضل من التصدق علی الجاهل.** (عالمگیری ۱۸۷/۱، درمختار زکریا ۳۰۴/۳، بیروت ۲۷۵/۳، البحر الرائق ۴۳۶/۲، تبیین الحقائق ۱۲۴/۲، احکام زکوٰۃ **از:** مفتی رفیع صاحب عثمانی ۴۴، فتاویٰ دارالعلوم ۲۱۸/۶)

تملیک اور حیلۂ تملیک

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے غریب مستحق کو مالک بنانا شرط ہے، اور جہاں تملیک نہ پائی جائے (مثلاً تعمیرات یا رفاہی امور) وہاں زکوٰۃ کی ادائیگی درست نہ ہوگی، اصل مسئلہ یہی ہے؛ لیکن فقہاء نے ضرورت کے موقع پر حیلۂ تملیک کی گنجائش دی ہے۔ **من علیه الزکوٰة إذا أراد أن یکفن میتاً عن زکوٰة ماله لا یجوز، فالحیلة أن یتصدق بها علی فقیر من أهل المیت ثم هو یکفن به المیت فیکون له ثواب الصدقة و لأهل المیت ثواب**

التكفين، وكذٰلک فی جمیع أبواب البر الذی لا یقع به التملیک کعمارة المساجد وبناء القناطر والرباطات لا یجوز صرف الزکوٰة إلی هٰذه الوجوه. والحیلة أن یتصدق بمقدار زکوٰة علی فقیر ثم یأمره بعد ذٰلک بالصرف الی هٰذه الوجوه فیکون للمتصدق ثواب الصدقة ولذٰلک الفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرة. (تاتارخانية زکريا ۱۰/ ۳۱۸)

تنبیه: یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حیلہ اصل قانون کا درجہ نہیں رکھتا؛ بلکہ واقعی ضرورت کی تکمیل اور قانون کے حدود کی حفاظت کے لئے حیلہ اختیار کرنے کی اجازت مجبوراً دی جاتی ہے، اور حیلہ کے بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر منشأ شریعت کی تکمیل کے لئے حیلہ کیا جائے تو بلا کراہت اس کی گنجائش ہوتی ہے، اور اگر مقاصد شریعت کو نظر انداز کر کے حیلہ کیا جائے تو ایسا حیلہ سخت مکروہ ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص اپنے اوپر زکوٰۃ کے وجوب کو ساقط کرنے کے لئے حیلہ کرے تو اس کی اجازت نہ ہوگی؛ البتہ اگر دینی ضرورت کی تکمیل کے لئے حیلہ کیا جائے جب کہ اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہو تو یہ بلا کراہت درست ہوگا۔ مثلاً کسی جگہ دینی پسماندگی کی وجہ سے مسلم آبادی کا دین وایمان خطرہ میں ہے اور زکوٰۃ کے علاوہ امدادی رقوم سے وہاں دینی تعلیم کا نظام قائم کرنا مشکل ہے، تو اس طرح کی سخت ضرورتوں کے مواقع پر حیلۂ تملیک کی گنجائش ہوتی ہے، اور جہاں حیلہ کے بغیر ضرورت پوری ہوسکتی ہو تو وہاں حیلۂ تملیک جائز نہ ہوگا۔ **فذهب علماء نا رحمهم اللّٰه تعالیٰ أن کل حیلة یحتال بها الرجل لابطال حق الغیر أو لإدخال شبهة فیه أو لتمویه باطل فهی مکروهة، وفی العیون وفی جامع الفتاویٰ لا یسعه ذٰلک. وکل حیلة یحتال بها الرجل لیتخلص بها عن حرام او لیتوصل بها إلی حلال فهی حسنة.** (تاتارخانية زکريا ۱۰/ ۳۱۳، کفایت المفتی ٤/ ۲۸۵)

آج کل حیلۂ تملیک اپنانے میں بہت لاپرواہی برتی جاتی ہے، اور عام طور پر حیلہ ہی کو قانون کا درجہ دے دیا گیا ہے، چناں چہ زکوٰۃ کی رقومات بے تکلف حیلۂ تملیک کے بعد غیر مصارف میں صرف کی جاتی ہیں، اور اس بے احتیاطی کا کوئی احساس تک نہیں ہوتا، حالاں کہ یہ معاملہ بہت

نازک ہے، مبتلا بہ شخص کو فی ما بینہ و بین اللہ دیانۃً فیصلہ کرنا چاہئے کہ آیا واقعۃً حیلۂ تملیک کی ضرورت ہے یا نہیں، اگر ضمیر مطمئن ہو تو اس کا اقدام کیا جائے ورنہ اس سے احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: محمود الفتاویٰ ۴۸/۳-۵۶ مفتی احمد خانپوری مدظلہ)

حیلۂ تملیک کی کئی صورتیں

(۱) فقیر کو زکوٰۃ کے مال کا بالکلیہ مالک بنادیا جائے، پھر اس سے کہا جائے کہ فلاں جگہ پر خرچ کی ضرورت ہے، تم اپنی طرف سے وہاں خرچ کردو، تو اگر وہ برضا ورغبت اس جگہ خرچ کردے گا تو اس عمل کا اسے ثواب ملے گا، اور زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی۔

والحیلة لمن أراد ذٰلک أن یتصدق ینوی الزکوٰة علی فقیر ثم یأمر بعد ذٰلک بالصرف إلی هٰذه الوجوه فیکون لصاحب المال ثواب الصدقة ولذٰلک الفقیر ثواب هٰذا الصرف. (تاتارخانیة زکریا ۲۰۸/۳، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۵۰۵/۹)

(۲) فقیر سے کہا جائے کہ تم اپنے طور پر قرض لے کر فلاں ضرورت میں خرچ کردو، اور خرچ کے بعد فقیر کے قرض کی ادائیگی زکوٰۃ کی رقم سے کردی جائے، تو ایسی صورت میں بلاشبہ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ **والدفع إلی من علیه الدین أولی من الدفع إلی الفقیر.** (هندیة ۱۸۸/۱)

(۳) مدرسہ کا جتنا ماہانہ خرچ بشمول مطبخ تعلیم وتنخواہ مدرسین آتا ہو اس کو طلبہ کی تعداد پر تقسیم کرکے جو حاصل آئے اتنی رقم ہر طالب علم پر بطور فیس مقرر کردی جائے، اور ہر مہینے فیس کے بقدر رقم بطور وظیفہ طالب علم کو دے کر اس سے بطور فیس واپس لے لی جائے، تو فیس کی شکل میں جو رقم واپس آئے گی اس کو مدرسہ کی ہر طرح کی ضرورت میں خرچ کرنا جائز رہے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۵۰/۵، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۶۰۳/۹ محمود الفتاویٰ ۴۷/۲)

کیا داخلہ فارم پر لکھا ہوا وکالت نامہ حیلۂ تملیک کے لئے کافی ہے؟

آج کل بعض مدارس میں طلبہ سے فارم داخلہ پر لکھوالیا جاتا ہے کہ: ”میں مہتمم صاحب کو

اپنی طرف سے مدرسہ کے فنڈ میں سے زکوٰۃ وصول کرکے ضروریات میں خرچ کرنے کا اختیار دیتا ہوں‘‘ اور محض اس اجازت کو حیلۂ تملیک کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے، حالاں کہ یہ محض کاغذی کارروائی ہوتی ہے اس میں عملاً قبضہ وغیرہ کچھ نہیں ہوتا، بریں بنا اس توکیل کو معتبر ماننے میں بعض اکابر مفتیانِ عظام نے بجا طور پر تردد ظاہر کیا ہے۔(دیکھئے: محمود الفتاویٰ ۲/۴۲-۴۳)

تاہم یہ حیلہ اسی وقت درست ہوسکتا ہے جب کہ ہر طالب علم کے نام کھاتہ کھول کر ایک خاص رقم اس کی طرف اس طرح منتقل کی جائے کہ وہ اس میں خود تصرف کرنے کا مجاز ہو، اس کے بعد وہ مہتمم مدرسہ کو اپنے کھاتے سے رقم نکالنے کی اجازت دے تو یہ اجازت معتبر مانی جائے گی، اس کے برخلاف جہاں اصل پر طالب علم کا کچھ اختیار نہیں ہے وہاں توکیل کا کیا مطلب ہے؟ (مرتب)

مدرسہ کا مہتمم کس کا وکیل ہے؟

اصل میں مدرسہ کا مہتمم چندہ دہندگان کا وکیل ہے کہ وہ اس چندہ کی رقم کو مصارف میں خرچ کرے؛ لیکن بعض اکابر نے اسے بعض خاص مسائل میں من وجہ طلبہ مدرسہ کا بھی وکیل مانا ہے، اسی بنا پر مہتمم کے قبضہ میں آتے ہی معطیان کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا قول کیا جاتا ہے۔(مستفاد: تذکرۃ الرشید ۱۶۴-۱۶۵، امداد الفتاویٰ ۲/۳۱۶، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۴/۲۷۵-۲۷۶، ڈابھیل ۹/۵۱۱) **مستفاد: بخلاف ما إذا ضاعت في يد الساعي لان يده كيد الفقراء.** (درمختار کراچی ۲/۲۷۰)

جس مدرسہ میں مصرفِ زکوٰۃ نہ ہو اس میں زکوٰۃ صرف کرنا

جس مدرسہ یا مکتب میں فی الوقت زکوٰۃ کا مصرف موجود نہ ہو اس کے لئے زکوٰۃ کی رقم چندہ میں اکٹھا کرنا جائز نہیں ہے۔(فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۴/۲۹۷-۲۹۸)

مقروض کے قرض کو معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی

مقروض کو قرض سے بری کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اگر کسی نے مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دی پھر اس سے اپنا قرض وصول کرلیا تو یہ درست ہے۔ **ولا يجزی عن الزكاة دين أبرئ**

عنه فقير بنيتها. (طحطاوى ۳۹۰) **والحيلة أن يعطى المديون زكاته ثم يأخذها عن دينه.** (طحطاوى ۳۹۰، ومثله فى الشامى زكريا ۱۹۰/۳، البحر الرائق ۲۱۱/۲، هندية ۱۷۱/۱)

زکوٰۃ کی رقم حج میں لگانا

کوئی شخص اپنی ذاتی زکوٰۃ کی رقم خود اپنے حج فرض یا نفل میں خرچ نہیں کرسکتا، اس سے اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (البتہ کسی غریب مستحق شخص کو زکوٰۃ کی رقم ادا کی اور وہ اس رقم سے حج کو چلا جائے تو اس کی اجازت ہے) **ولا يجوز أن يبنى بالزكوٰة المسجد وكذا القناطر...... والحج الخ.** (هندية ۱۸۸/۱، تبيين الحقائق ۱۲۰/۲، شامى بيروت ۲۶۳/۳)

مال زیادہ سمجھ کر زیادہ زکوٰۃ ادا کردی

اگر کسی شخص نے مال کا حساب لگایا، اس کے بعد زکوٰۃ ادا کردی، پھر دوبارہ حساب لگایا تو مال کم نکلا، تو زائد زکوٰۃ کو آئندہ سال کی زکوٰۃ میں شمار کرنا درست ہے۔ **رجل ظن أن ماله خمس مائة فأدى زكوٰة خمس مائة ثم ظهر أن ماله أربع مائة كان له أن يجعل الزيادة من السنة الثانية؛ لأن الزيادة إن لم تقع زكوٰة أمكن جعلها تعجيلاً فتجعل تعجيلاً.** (فتاوىٰ قاضى خان على هامش الهندية ۲۶۳/۱)

زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا

بہتر ہے کہ ہر شہر والے اپنی زکوٰۃ اپنے شہر کے فقراء و مستحقین پر صرف کریں؛ لیکن اگر دوسری جگہ کے لوگ زیادہ مستحق ہوں تو دوسری جگہ زکوٰۃ کی رقم بھیجنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ مثلاً بہت سے رشتہ دار ضرورت مند دوسرے شہر میں رہتے ہوں، یا بہت سے مدارس ایسے پسماندہ علاقوں میں واقع ہیں جہاں تعاون کرنا دین کی بقا کے لئے ضروری ہے تو وہاں زکوٰۃ کی رقم بھیجنا نہ صرف جائز بلکہ زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ **ويكره نقل الزكاة من بلد إلى بلد...... إلا أن**

يـنقلها الإنسان إلى قرابتهٖ أو إلى قوم هم أحوج من أهل بلده لما فيه من الصلة او زيـادة دفع الحاجة. (هـداية ۲۰۸/۱، عـالـمـگيـرى ۱۹۰/۱ومثـله فى المحيط البرهانى ٤٤٠/۲، مجمع الانهر ۲۲٦/۱) **او الـى طـالـب علم، وفى المعراج: التصدق على العالم الفقير افضل.** (درمختار زكريا ۳۰٤/۳)

رمضان میں زکوٰۃ ادا کرنے کا ثواب

رمضان المبارک میں چوں کہ ہر فرض عبادت کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے اس لئے رمضان میں زکوٰۃ دینے میں انشاء اللہ ستر گنا ثواب ملنے کی امید ہے۔(لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساری زکوٰۃ رمضان ہی میں نکال دی جائے اور غیر رمضان میں فقراء کی ضرورتوں کا خیال نہ رکھا جائے، بلکہ حسبِ ضرورت ومصلحت خرچ کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے) **فـي الـحـديث الطويل ومـن أدىٰ فـريضة فيه كان كمن أدىٰ سبعين فريضةً فيما سواه.** (الحديث) (الترغيب والتـرهيـب ٥٧/۲، البيهـقى فى شعب الإيمان ۳۰٥/۳، مشكاة شريف ۱۷۳، جامع الاحاديث للسيوطى ۱۳۸/۹ حديث: ۲۷٦۲۷)

زکوٰۃ کی رقم چوری ہوگئی

اگر زکوٰۃ کی رقم الگ کر کے رکھی ہوئی تھی اور وہ چوری ہوگئی یا کسی اور طرح ضائع ہوگئی، تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی دوبارہ ادا کی جائے؛ اس لئے کہ مصرف پر خرچ نہیں ہوئی، اور تملیک نہیں پائی گئی۔ **لو افرز من النصاب خمسة ثم ضاع لا تسقط عنه الزكوٰة.** (البحر الرائق كراچى ۲۱۸/۲، تاتارخانية زكريا ۲٤۰/۳، هندية ۱۸۲/۱، خانية ۲٦۲/۱)

صدقۃ الفطر کے مسائل

روزہ کی زکوٰۃ

روزہ دار کتنا ہی اہتمام کرے روزہ کے دوران کچھ نہ کچھ کوتاہی ہو ہی جاتی ہے، کھانے پینے اور روزہ توڑنے والی باتوں سے بچنا تو آسان ہوتا ہے لیکن لغو کلام، فضول مصروفیات اور نامناسب گفتگو سے مکمل احتراز نہیں ہو پاتا، اس لئے اس طرح کی کوتاہیوں کی تلافی کے لئے شریعت میں رمضان المبارک کے ختم پر صدقۃ الفطر کے نام سے گویا کہ روزہ کی زکاۃ الگ سے واجب قرار دی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُوْلَةٌ وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ.

(أبو داؤد شريف حديث ١٦٠٩، سنن ابن ماجه ٢٢٧/١، حديث: ١٨٢٧)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کو ضروری قرار دیا جو روزہ دار کے لئے لغو اور بے حیائی کی باتوں سے پاکیزگی کا ذریعہ ہے، اور مسکینوں کے لئے کھانے کا انتظام ہے، جو شخص اسے عید کی نماز سے پہلے ادا کردے تو یہ مقبول زکاۃ ہوگی اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صدقۂ فطر واجب ہونے کے دو مقاصد ہیں: (۱) روزہ کی کوتاہیوں کی تلافی۔ (۲) امت کے مسکینوں کے لئے عید کے دن رزق کا انتظام، تاکہ وہ بھی اس روز لوگوں کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔ اسی لئے پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ: أَغْنُوْهُمْ عَنِ السُّؤَالِ فِي هٰذَا الْيَوْمِ۔ (منهاج المسلم ٣٤٤) یعنی اس دن مسکینوں پر اتنا خرچ کرو کہ وہ سوال سے بے نیاز ہو جائیں۔

اس لئے صاحبِ وسعت مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ صدقۂ فطر بروقت ادا کرنے کا اہتمام کریں، جیسا کہ حدیثِ بالا میں فرمایا گیا کہ نمازِ عید سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہے، اسی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عید سے دو تین دن پہلے ہی صدقۃ الفطر ادا کردیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد شریف حدیث: ۱۶۱۰) اور یہ مناسب بھی ہے تاکہ مستحق حضرات پہلے ہی سے عید کی تیاری کرسکیں۔

اب ذیل میں صدقۃ الفطر سے متعلق چند ضروری مسائل ذکر کئے جاتے ہیں:

صدقۂ فطر کس پر واجب ہے؟

جو شخص زندگی کی لازمی ضروریات کے علاوہ اتنی قیمت کے مال کا مالک ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہو سکے اس شخص پر عید الفطر کے دن صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ (صدقۂ فطر اور زکوٰۃ کے وجوب میں قدرے فرق ہے، زکوٰۃ میں مال نامی ہونا لازمی ہے، صدقۂ فطر میں یہ ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی ادائیگی کا وجوب سال گذرنے کے بعد ہوتا ہے، صدقۂ فطر فوراً واجب ہو جاتا ہے۔ البتہ اس معاملہ میں زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر متحد ہیں کہ یہ مال قرض اور ضرورت اصلی سے زائد ہونا چاہئے، ورنہ زکوٰۃ اور صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا)۔ **تجب علی حر مسلم مکلف مالک لنصاب او قیمته وان لم یحل علیه الحول.** (طحطاوی ۳۹٤، تاتارخانیة زکریا ۳/٤٥٣، هدایة ۱/۲۰۸)

خالی پڑے مکانات کی قیمت پر صدقۂ فطر واجب ہے

اگر کسی کے پاس کئی مکانات ہیں ایک میں وہ رہتا ہے بقیہ خالی پڑے ہیں اور ان کی قیمت نصاب یا اس سے زائد ہے اور ان پر اس کا گذارہ نہیں تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ (بہشتی زیور ۳/۴۳) **واذا کان داراً لا یسکنها ویؤاجرها او لا یؤاجرها تعتبر قیمتها فی الغناء، وکذا إذا سکنها وفضل شئ عن سکناه تعتبر قیمة الفاضل فی النصاب، ویتعلق بهٰذا النصاب احکام وجوب صدقة الفطر.** (تاتارخانیة زکریا ۳/٤٥٤، خانیة علی الهندیة ۱/۲۲۷، بزازیة علی الهندیة ٤/۱۰٦)

مسافر پر صدقۂ فطر

جس طرح صاحبِ نصاب مقیم پر صدقۂ فطر واجب ہے اسی طرح مسافر مستطیع پر بھی صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے، اور عید کے دن وہ مسافر جہاں موجود ہو وہیں کی قیمت لگائی جائے گی۔ **فتجب علی مسافر...... ویعتبر مکانه لنفسه...... وعلیه الفتویٰ.** (الدر المنتقی علی مجمع الانهر ۱/۲۲٦، الفتاویٰ الولوالجیة ۱/۲٤٤)

جومریض رمضان کے روزے نہ رکھ سکا ہو اس پر صدقۂ فطر

جوشخص بیماری کی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھ سکا ہو؛ لیکن وہ عید الفطر کی صبح صادق کے وقت صاحب نصاب ہو تو اس پر صدقۂ فطر لازم ہوگا۔ **المسافر والمريض اذا افطرا في رمضان لا تبطل عندهما صدقة الفطر.** (الولوالجية ۲٤٤/۱) **من سقط عنه الصوم بعذر لم تسقط فطرته.** (طحطاوی ۳۹۵، خانية ۲۳۰/۱، تاتارخانية زكريا ٤٦٣/۳، هندية ۱۹۲/۱)

مال ضائع ہونے کے باوجود صدقۃ الفطر کا وجوب برقرار

اگر کسی شخص پر حسب ضابطہ صدقۃ الفطر واجب ہو چکا تھا، پھر اس کا سب مال ضائع ہو گیا تو بھی صدقۃ الفطر اس سے ساقط نہ ہوگا؛ بلکہ جب بھی گنجائش ہوگی اس پر صدقۂ فطر کی ادائیگی لازم ہوگی۔ **ان صدقة الفطر تتعلق بذمة المؤدى لا بماله ......، بدليل انه لو هلك ماله لا تسقط الصدقة.** (بدائع الصنائع زكريا ۲۰۸/۲) **فلا تسقط الفطرة...... بهلاك المال بعد الوجوب.** (درمختار زكريا ۳۱٤/۳، خانية ۲۳۲/۱)

صدقۃ الفطر کے وجوب کا وقت

صدقۃ الفطر کے واجب ہونے کا وقت عید الفطر کی صبح صادق ہے؛ لہٰذا جوشخص اس وقت کو نصاب کے مالک ہونے کی حالت میں پائے اس پر صدقۂ فطر واجب ہوگا۔ **ووقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثاني من يوم الفطر.** (هندية ۱۹۲/۱، ومثله في البدائع الصنائع ۲۰٦/۲، خانية ۲۳۲/۱، هداية ۲۱۱/۱، تاتارخانية زكريا ٤٥۱/۳)

مال دار عید کے دن سے قبل فقیر ہو گیا

جوشخص پہلے سے مال دار اور صاحب نصاب تھا؛ لیکن عید الفطر کی صبح صادق سے قبل فقیر ہو گیا اور اس نے فقیر ہونے کی حالت میں صبح کی تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا۔ **ولو افتقر الغني قبله لم تجب.** (هندية ۱۹۲/۱، شامی زكريا ۳۲۲/۳)

فقیر شخص عید کے دن صبح صادق سے پہلے مال دار ہوگیا

جو شخص فقیر تھا؛ لیکن عید الفطر کی صبح صادق سے قبل مالدار ہوگیا اور اس نے مالدار ہونے کی حالت میں صبح کی تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ **او كان فقيراً فاستغنى ان كان ذٰلك قبل طلوع الشمس تجب عليه الفطرة.** (بدائع الصنائع زكريا ۲/۲۰٦ ،هندية ۱/۱۹۲)

فقیر شخص عید کے دن صبح صادق کے بعد مال دار ہوا

اگر کسی شخص نے عید کے دن فقیر ہونے کی حالت میں صبح صادق کی اس کے بعد وہ اسی دن نصاب کے بقدر مالک ہوگیا تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا۔ **او كان فقيراً فاستغنى إن كان ذٰلك قبل طلوع الشمس تجب عليه الفطرة، وان كان بعده لا تجب عليه.**

(بدائع الصنائع زكريا ۲/۲۰٦ ، شامى زكريا ۳/۳۲۲)

نابالغ بچوں کی طرف سے صدقۂ فطر

جو نابالغ بچے خود کسی نصاب کے مالک نہ ہوں ان کی طرف سے ان کے باپ پر صدقۂ فطر نکالنا واجب ہے، اور اگر وہ بچے خود صاحبِ نصاب ہوں تو ان کے مال میں سے صدقۂ فطر نکالا جائے گا۔ **وتجب عن نفسهٖ و طفلهٖ الفقير الخ.** (عالمگیری ۱/۱۹۲) **وان كانوا اغنياء يخرجها من مالهم.** (طحطاوى على المراقى ۳۹٤، هداية ۱/۲۰۸، تاتارخانية زكريا ۳/٤٦۰)

کم فہم یا پاگل اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر

اگر کوئی آدمی عقل کے اعتبار سے کمزور یا پاگل ہو تو اس کی طرف سے بھی صدقۂ فطر نکالا جائے گا اگر چہ وہ بڑی عمر کا ہو، یعنی اگر وہ فقیر ہو تو باپ اپنے مال سے اس کا صدقۂ فطر نکالے گا، اور اگر وہ مجنون خود مال دار ہو تو اس کے مال سے صدقۂ فطر نکالا جائے گا۔ **والمعتوه والمجنون بمنزلة الصغير سواء كان الجنون اصلياً بان بلغ مجنوناً او عارضياً هو الظاهر من المذهب.** (تاتارخانية زكريا

۴۶۰/۳) **حتى تجب على الصبي و المجنون اذا كان لهما مال ......، قلت فلو كانا فقيرين لم تجب عليهما بل على من يمونهما.** (شامی زکریا ۳۱۳/۳، عالمگیری ۱۹۲/۱)

بڑی اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر

عاقل بالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا باپ پر ضروری نہیں ہے؛ لیکن اگر وہ بچے باپ کی پرورش میں رہتے ہوں اور باپ ان کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کردے تو درست ہوجائے گا۔ **لا عن زوجته وولده الكبير العاقل ولو أدى عنهما بلا إذنٍ أجزأ استحساناً للإذن عادةً أي لو في عياله وإلا فلا.** (درمختار زکریا ۳۱۷/۳، تاتارخانیة ۴۵۹/۳-۴۶۱، هداية ۲۰۹/۱، البحر الرائق ۲۵۲/۲ کراچی)

کیا بیوی کا صدقۂ فطر شوہر پر ہے؟

بیوی کا صدقۂ فطر شوہر پر واجب نہیں ہے؛ لیکن اگر اس کی طرف سے ادا کردے تو ادا ہوجائے گا، خواہ بیوی سے اجازت لی ہو یا نہ لی ہو۔ **ولا يخرج احد الزوجين عن صاحبه ......، ولو اعطى صدقة الفطر عن زوجته اجزأه وان لم يأمره ذلك، وفي الخانية وعليه الفتوىٰ.** (تاتارخانية زکریا ۴۶۰/۳-۴۶۱، درمختار بیروت ۲۸۵/۳، زکریا ۳۱۷/۳، هداية ۲۰۹/۱، مراقی الفلاح ۳۹۵)

حمل کی طرف سے صدقۃ الفطر واجب نہیں

جو بچہ عید الفطر کے روز ماں کے پیٹ میں ہو اس کی طرف سے اس کے باپ پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہے۔ **ولا يخرج عن الحمل لانعدام كمال الولاية ولانه لا يعلم حيوته.**

(بدائع الصنائع زکریا ۲۰۳/۲، هندية ۱۹۲/۱، خانية ۲۳۰/۱، تاتارخانية زکریا ۴۶۲/۳)

مرحومین کی طرف سے صدقۃ الفطر نہیں

جس شخص کا انتقال عید الفطر کی صبح صادق سے قبل ہوجائے اس کی طرف سے صدقۂ فطر

واجب نہیں ہوتا۔ **فمن مات او افتقر قبله ...... لا تلزمه.** (مراقی الفلاح ۳۹۵، درمختار مع الشامی زکریا ۳۲۲/۳، هندية ۱۹۲/۱)

صدقۃ الفطر کی ادائیگی کا مستحب وقت

مستحب یہ ہے کہ عیدالفطر کے دن نماز عید کے لئے جانے سے پہلے پہلے صدقۃ الفطر ادا کردیا جائے۔ **عن ابن عمرؓ ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یأمر باخراج الزکوٰة قبل الغدو للصلاة یوم الفطر.** (ترمذی شریف ۱٤٦/۱) **والمستحب ان یخرج الناس الفطرة یوم الفطر قبل الخروج الی المصلی.** (هداية ۲۱۱/۱، تاتارخانية زکریا ٤٥۱/۳، هندية ۱۹۲/۱، خانية ۲۳۲/۱)

صدقۂ فطر رمضان میں ادا کرنا

صدقۂ فطر رمضان المبارک میں بھی دینا درست ہے؛ البتہ رمضان المبارک سے قبل ادا کرنا مفتی بہ قول کے مطابق درست نہ ہوگا۔ **والمختار إذا دخل شهر رمضان یجوز وقبله لا یجوز، وفی الظهیریة: وعلیه الفتویٰ.** (تاتارخانية زکریا ٤٥۲/۳)

عید کی نماز کے بعد صدقۂ فطر ادا کرنا

افضل یہ ہے کہ عیدالفطر کی نماز سے قبل فطرہ ادا کردیا جائے؛ لیکن اگر اس وقت ادا نہ کیا تو بعد میں جب چاہے ادا کرسکتا ہے، اور جب بھی ادا کرے گا وہ ادا ہی کہلائے گا، اس کو قضاء نہیں کہا جائے گا۔ **ولا تسقط صدقة الفطر بالتاخیر وان طال وکان مؤدیاً لا قاضیاً.** (مجمع الانهر ۲۲۸/۱، بدائع الصنائع ۲۰۷/۲، البحر الرائق زکریا ٤٤٥/۲)

صدقۂ فطر کی شرعی مقدار

صدقۂ فطر کی مقدار ایک صاع کھجور، کشمش یا جو یا نصف صاع گیہوں (یا اس کا آٹا یا ستو) ہے نصف صاع کی مقدار موجودہ اوزان کے اعتبار سے ایک کلو ۵۷۴ر گرام ۶۴۰ر ملی گرام ہوتی ہے، اس کی

قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔ **وهی نصف صاع من بر او دقیقه او سویقه او صاع تمر او زبیب او شعیر.** (حاشية الطحطاوی علی المراقی ۳۹۵) **ان الصاع من الزبیب منصوص علیه فی الحدیث الصحیح فلا تعتبر فیه القیمة.** (شامی زکریا ۳/۳۱۹، مستفاد: ایضاح المسائل ۹۸)

صاحبِ حیثیت لوگوں کے لئے مشورہ

آج کل نصف صاع کے اعتبار سے ایک صدقۂ فطر کی مقدار (بہت کم بیٹھتی ہے، جو بڑے مال داروں کے لئے کوئی حیثیت اور وقعت نہیں رکھتی، اس لئے ایسے لکھ پتی اور کروڑ پتی سرمایہ دار حضرات کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لئے نصف صاع گیہوں کی قیمت لگانے کے بجائے ایک صاع (تین کلو ڈیڑھ سو گرام) کھجور یا کشمش کا حساب لگایا کریں، اس میں ان کو ثواب زیادہ ملے گا اور فقراء کا نفع زیادہ ہوگا۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بصرہ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: پیغمبر علیہ السلام نے ایک صاع کھجور یا جو یا آدھا صاع گیہوں کا صدقہ ضروری قرار دیا ہے، جو ہر آزاد، غلام، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر لازم ہے، لیکن جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہاں تشریف لائے اور یہ دیکھا کہ گیہوں کا بازاری بھاؤ سستا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر وسعت فرمائی ہے، اس لئے اگر تم صدقۂ فطر ہر چیز کا ایک صاع کے حساب سے نکالو تو زیادہ بہتر ہے۔ (ابوداؤد شریف ۱/۲۲۹ حدیث: ۱۶۲۲)

اس سے معلوم ہوا کہ وسعت رکھنے والے صاحبِ حیثیت لوگوں کو اضافہ کے ساتھ صدقۂ فطر نکالنا چاہئے۔ **قال فی البذل: قوله صاعاً من کل شیءٍ ای من الحنطة وغیرها لکان احسن.** (بذل المجهود بیروت ٦/٤٥٤)

صدقۂ فطر میں بازاری بھاؤ کا اعتبار ہے

صدقۂ فطر میں بازاری بھاؤ کا اعتبار ہوتا ہے، کنٹرول یا راشن کی دوکانوں کے ریٹ کا اعتبار

نہیں ہے۔ **مستفاد: ویقوم فی البلد الذی المال فیه.** (درمختار مع الشامی زکریا ۳/ ۲۱۱، ہندیة ۱/ ۱۸۰، فتح القدیر ۲/ ۲۱۹، فتاویٰ رحیمیه ۳/ ۱۱۳، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۹/ ٦٢٤)

چاول وغیرہ سے صدقۂ فطرادا کرنا

اگر منصوص اشیاء (گیہوں، جو، کھجور، کشمش) کے علاوہ غلہ جات مثلاً چاول کے ذریعہ صدقۂ فطرادا کیا جائے تو اس میں وزن کا نہیں؛ بلکہ قیمت کا اعتبار ہوتا ہے، یعنی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو وغیرہ کی جو قیمت بازار میں ہو اس کے بقدر چاول لے کر اسے صدقہ کردیا جائے۔ **وما لم ینص علیه کذرة وخبز یعتبر فیه القیمة.** (درمختار کراچی ۲/ ٣٦٤، فتاویٰ محمودیه میرٹھ ١٤/ ٣٨٣، مرغوب الفتاویٰ ٣/ ٣٨٤)

ایک فقیر کو پورا صدقۂ فطر دیں

بہتر یہ ہے کہ ایک آدمی کا صدقۂ فطر ایک ہی مستحق فقیر کو دیا جائے اور ایک صدقۂ فطر متعدد فقراء کو تقسیم کرکے دینا کم از کم مکروہ تنزیہی ہے؛ البتہ کئی لوگوں پر واجب ہونے والا صدقۂ فطر ایک فقیر کو دینے میں حرج نہیں۔ **ویتحصل من هذا الجواب أن الدفع إلی متعدد مکروه تنزیهاً ککراهة التاخیر.** (شامی بیروت ۳/ ۲۹۱، زکریا ۳/ ۳۳۲) **ویجوز دفع ما یجب علی جماعة إلی مسکین واحد کذا فی التبیین.** (عالمگیری ۱/ ۱۹۳، تاتارخانیة زکریا ۳/ ٤٦١)

سادات کے لئے صدقۃ الفطر حلال نہیں

سادات (خانوادۂ بنی ہاشم) کو صدقۃ الفطر دینا درست نہیں ہے۔ **ولو اعطی الی بنی هاشم لا یجوز.** (تاتارخانیة زکریا ۳/ ٤٦١، مراقی الفلاح ۳۹۳، هندیة ۱/ ۱۸۹، هدایة ۱/ ۲۰٦)

فطرہ کی رقم مسجد یا قبرستان میں لگانا

فطرہ کی رقم کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے؛ لہٰذا جس طرح مسجد اور قبرستان وغیرہ میں

زکوۃ لگانا جائز نہیں اسی طرح فطرہ کی رقم لگانا بھی درست نہ ہوگا۔ **ومصرف هٰذه الصدقة ما هو مصرف الزكوٰة، كذا في الخلاصة.** (هندية ۱/ ۱۹٤) **ويشترط ان يكون الصرف تمليكاً لا اباحةً ......، لايصرف الى بناء مسجد ولا الى كفن ميت وقضاء دينه.**

(درمختار مع الشامی زكريا ۲۹۱/۳، البحر الرائق ۲٤۳/۲)

صدقۂ فطر کافر فقیر کو دینا

صدقۂ فطر ذمی کافر فقیر کو دینے کی گنجائش ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ مسلمان کو دیا جائے (اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابویوسفؒ کی ایک روایت سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے اور بعض مشائخ نے اس پر فتویٰ بھی دیا ہے؛ لیکن صاحب ہدایہ اور متون کی عبارات جواز پر دال ہیں؛ البتہ جو کافر مسلمانوں سے برسر پیکار ہوں جنہیں اصطلاح میں حربی کہا جاتا ہے ان کو زکوۃ یا صدقۂ فطر وغیرہ دینا بالاتفاق ناجائز ہے)۔ **وجاز دفع غيرها وغير العشر والخراج إليه أى الذمي ولو واجباً كنذر وكفارةٍ وفطرةٍ خلافاً للثاني وبقوله يفتىٰ وأما الحربي ولو مستأمناً فجميع الصدقات لا تجوز له اتفاقاً.** (درمختار) **وفي الشامي قلت: لكن كلام الهداية وغيرها يفيد ترجيح قولهما وعليه المتون.**

(شامی بیروت۲۷۲/۳، زكريا ۳۰۱/۳، هندية ۱۸۸/۱، تاتارخانية زكريا ٤٦۱/۳، بهشتی زیور اختری حاشیه ۱۳٦/۳)

مسافر شخص صدقۃ الفطر میں کہاں کا حساب لگائے؟

مسافر صاحب نصاب شخص عید کے دن خود جہاں موجود ہو اسی جگہ کے اعتبار سے صدقۂ فطر کی قیمت لگائے گا (مثلاً ہندوستان کا رہنے والا شخص اگر عید کے دن سعودی عرب میں موجود ہو تو وہ سعودی عرب میں نصف صاع گیہوں کی قیمت سے صدقۂ فطر ادا کرے گا) **فتجب على مسافر ...... ويعتبر مكانه لنفسه الخ وعليه الفتوىٰ.** (الدر المنتقى ۲۲٦/۱، الولوالجية ۳٤٤/۱)

غیر ملک میں مقیم شخص کا صدقۂ فطر کس حساب سے نکالیں؟

اگر کوئی غیر ملکی شخص مثلاً ہندوستان میں اپنا صدقۂ فطر ادا کرانا چاہے تو اسے ہندوستان کی نہیں؛ بلکہ اپنے ملک کی قیمت کا اعتبار کرنا ہوگا (مثلاً ہندوستان کا کوئی شخص ملازمت کے لئے دوسرے ملک گیا ہوا ہے اور وہ وہاں سے اپنے گھر والوں کو فون کرتا ہے کہ اس کا صدقۂ فطر وطن میں ادا کردیا جائے تو وہ جس ملک میں مقیم ہے وہاں نصف صاع گیہوں کی جو قیمت بنتی ہے اسی اعتبار سے اس کی طرف سے صدقۂ فطر نکالا جائے گا، ہندوستان کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا) **ویعتبر مکانه لنفسه الخ وعلیه الفتویٰ.** (الدر المنتقی ۲۲٦/۱، الولوالجیة ۲٤٤/۱)

کتاب الاضحیة

(قربانی کے منتخب مسائل)

قَالَ اللّٰهُ تبَارَکَ وَتَعَالیٰ:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكاً لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ ط فَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهٗ اَسْلِمُوْا ط وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ○ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِى الصَّلٰوةِ لا وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ق فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ج فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ط كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ ط وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ○

(الحج: ۳۴ – ۳۷)

ترجمہ: اور ہر قوم کے واسطے ہم نے قربانی مقرر کردی ہے؛ تاکہ وہ اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں کو ذبح کرتے ہوئے جو ان کو اللہ نے عطا فرمائے ہیں، پس تمہارا معبود ایک اللہ ہے، سو اسی کی تابع داری کرتے رہو، اور آپ (اے پیغمبر!) عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجئے۔ جو ایسے لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا نام لیجئے تو ان کے دل کانپ جائیں اور جو ان پر پڑنے والی (مصیبتوں) کو جھیلنے والے ہیں، اور نماز کے قائم رکھنے والے ہیں، اور ہمارے دئے ہوئے رزق میں سے کچھ نہ کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اور (ہم نے) کعبہ پر پیش کرنے کے لئے تمہارے لئے اونٹ مقرر کئے ہیں جو تمہارے لئے اللہ کی نشانیاں ہیں (اس سے حج کی قربانیوں کی طرف اشارہ ہے) تمہارے واسطے ان میں بھلائی ہے، سو ان پر لائن لگا کر اللہ کا نام پڑھو، پھر جب ان کے کروٹ گر پڑیں (یعنی انہیں ذبح کر دیا جائے) تو ان میں سے کھاؤ اور کھلاؤ صبر سے بیٹھ رہنے والے اور بے قراری کا اظہار کرنے والے (محتاجوں) کو، اسی طرح ہم نے (ان جانوروں کو) تمہارے بس میں کر دیا؛ تاکہ تم احسان مانو۔ اللہ کے دربار میں ان کا نہ تو گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون؛ لیکن اس کے دربار میں تمہارے دل کا ادب ہی باریاب ہوتا ہے (کہ کس نیت سے قربانی پیش کی گئی) اسی طرح اللہ نے ان کو تمہارے لئے مسخر کر دیا کہ تم اللہ کی بڑائی پڑھو، اس بات پر کہ تم کو (اللہ نے صحیح) راہ سجھائی، اور اے پیغمبر! آپ نیکی کرنے والوں کو بشارت سنا دیجئے۔

مسائل قربانی

عظیم قربانی؛ جو یادگار بن گئی

یہ انسانی تاریخ کا ایسا اثر انگیز واقعہ ہے جس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ذرا تصور کیجئے کہ ۸۶ رسالہ بوڑھا شخص جو آرزو کے باوجود ابھی تک اولاد کی نعمت سے سرفراز نہ تھا، اور بارگاہِ خداوندی میں سراپا سوال بن کر یہ دعا کیا کرتا تھا:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ. (الصّٰفّٰت: ۱۰۰) اے میرے رب مجھے نیک اولاد سے نواز یئے۔

بالآخر ایک دن اس کی یہ فریاد اس کے رب نے سن ہی لی، اور ایک حلیم، بردبار اور باوقار بیٹے کی نہ صرف بشارت سنائی؛ بلکہ ''ہونہار اسماعیل'' کی صورت میں- وہ مبارک بیٹا عطا بھی کر دیا گیا- بڑھاپے کی اولاد کی قدر وہی جان سکتا ہے جسے ایسے حالات سے سابقہ پڑا ہو؛ لیکن وہ باپ جسے یہ بیٹا عطا ہوا تھا وہ کوئی عام انسان نہ تھا، وہ تو اللہ کا خلیل اور توحید و انابت الی اللہ میں اپنے بعد آنے والی انسانیت کا امام بننے والا تھا، اس لئے رب العالمین کے دستور کے مطابق اطاعت وانقیاد اور بے چون و چرا امتثال امر کی کسوٹی پر اسے پرکھنے کا عمل شروع ہوا؛ چناں چہ اولاً اس معصوم جگر کے ٹکڑے کو اس کی والدہ ماجدہ کے ساتھ- مکہ معظّمہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آنے کا حکم صادر رہوا- جسے وہ اللہ کا سچا خلیل پوری خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے بلا تاخیر بجالایا، دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہوتے گئے- مکہ معظّمہ جو کسی زمانہ میں غیر آباد تھا اب آباد ہو چکا تھا- اور وہ نورِ نظر، لختِ جگر پیارا سا ''اسماعیل'' اب جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا اور امید ہو چلی تھی کہ یہ ہونہار بیٹا اب اپنے بوڑھے باپ کا سہارا بنے گا، اور ضعف و کمزوری کی عمر میں اس کا ہاتھ بٹائے گا؛ لیکن عین اسی زمانہ میں جب کہ نظروں میں روشن مستقبل کے خواب سجائے جا رہے تھے، اس خلیل اللہ- ابراہیم- کو خواب میں یہ حکم ربی پہنچا کہ: ''اب ہمیں تمہارے عزیز از جان نورِ نظر کی جان کی قربانی منظور ہے''، ذرا سوچئے کیسا دل دوز حکم ہے؟ اس حکم سے دل پاش پاش ہو جائے تو بجا ہے، آرزوؤں کے بعد حاصل شدہ ایک ہونہار جوان بیٹے کو ایک بوڑھا باپ اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، کیا مادیت کی دنیا میں کوئی اسے سوچ بھی سکتا ہے؟ لیکن انسانیت کی تاریخ کا یہ روشن ورق آج بھی سچی تاریخ کے صفحات پر نقش ہے اور تا قیامت نقش رہے گا- کہ جس حکم کی تعمیل کو دنیا والے سوچ بھی نہیں سکتے تھے- اللہ کے خلیل- ابراہیم علیہ السلام- نے اس حکم ربی کو بسر

وچشم قبول کر کے برملا اس کی تعمیل کا شرف حاصل کیا، اور اپنے لئے ابدی شرافت وعظمت مقدر کرالی۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اس تعمیل حکم میں وہ سعادت آثار بیٹا - اسماعیل - اپنے عظیم والد - ابراہیم خلیل اللہ - کے شانہ بشانہ نظر آیا، اور بجا طور پر ذبیح اللہ - کے مبارک لقب کا حق دار بنا - اللہ تعالیٰ کو ان باسعادت باپ بیٹے کی یہ ادائیں ایسی پسند آئیں کہ قیامت تک ان کا نام روشن فرما دیا اور اپنی مقدس کتاب - قرآنِ کریم - میں بڑے اچھوتے انداز میں ان کا تذکرہ فرمایا، آپ بھی پڑھئے اور سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کس طرح کی اطاعت چاہتے ہیں، اور اطاعت شعار بندوں کا اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں کتنا بلند مقام ہے، ارشاد خداوندی ہے:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ. رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ. فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ. فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی، قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ، سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ. فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ. وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ. قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا، اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ. اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ. وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ. وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ. سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ. کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ. اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ. (الصّٰفّٰت: ۹۹-۱۱۱)

اور فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں، وہی مجھے راہ دکھائے گا، (اور عرض کیا) میرے رب مجھے نیک فرزند عطا فرمایئے، پس ہم نے انہیں ایک متحمل مزاج بیٹے کی بشارت دی، پھر جب وہ (بیٹا) آپ کے ساتھ محنت کی عمر کو پہنچا تو فرمایا: میاں صاحب زادے! میں نے خواب میں تمہیں ذبح کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو سوچو تمہاری کیا رائے ہے؟ اس (بیٹے) نے کہا: ابا جان! آپ کو جو حکم ربی ہوا ہے اسے کر گذریے، آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے، پس جب دونوں (باپ بیٹے) نے دل سے حکم مانا اور (بیٹے کو ذبح کے لئے) پیشانی کے بل لٹا دیا، اور ہم نے پکارا اے ابراہیم! تم نے خواب سچ کر دکھایا، ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ عطا کرتے ہیں، یقیناً یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی، اور اس کے بدلہ میں ہم نے ایک بڑا جانور ذبح کے لئے دیا اور بعد میں آنے والے لوگوں میں یہ چرچا ہم نے باقی رکھا کہ ابراہیم پر سلامتی ہو، ہم مخلص بندوں کو ایسا ہی (شاندار) صلہ دیتے ہیں، بے شک وہ (ابراہیم) ہمارے مؤمن بندوں میں ہیں۔

ان آیتوں کو پھر پڑھیں، بار بار پڑھیں، رحمٰن ورحیم اور رؤف وشکور رب کے ذریعہ اپنے مخلص بندوں کی کیسی قدر دانی ہوتی ہے؟ اس کا اظہار ان آیات کے ایک ایک لفظ سے ہو رہا ہے، اس ربِ شکور کی رحمت تو آج بھی عام ہے، بس بندوں کی طرف سے انابت واطاعت کی ضرورت ہے، کاش اس کا کچھ حصہ ہمیں بھی نصیب ہو جائے، آمین۔

سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح اللہ ہیں

اہلِ تحقیق حضرات مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ السلام ہی ذبیح اللہ تھے، اور انہی کی یاد میں قربانی کا حکم امت محمدیہ کو دیا گیا ہے، اور تفسیر کی بعض روایات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے صاحب زادے سیدنا حضرت اسحٰق علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کے ذبیح اللہ ہونے کی جو بات لکھی گئی ہے، محققین علماء نے اسے قبول نہیں کیا؛ کیوں کہ نہ صرف قرآن کے اسلوب؛ بلکہ موجودہ توریت کی عبارات سے بھی اس کی نفی ہوتی ہے، اور مفسرین نے لکھا ہے کہ دراصل یہودیوں نے روایتی تعصب کا ثبوت دیتے ہوئے ذبیح اللہ ہونے کی شرافت اپنے مورثِ اعلیٰ سیدنا حضرت اسحٰق علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کی ہے، اور ان کی پھیلائی ہوئی روایتوں سے متأثر ہوکر بعض اسلامی روایتوں میں بھی حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ذبیح اللہ کہہ دیا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے، اور اس کی تائید درج ذیل شواہد سے ہوتی ہے:

الف: قرآنِ پاک میں جہاں حضرت اسماعیل کی بشارت مذکور ہے وہاں ان کی صفت ''حلیم'' بیان کی گئی ہے، جب کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے لئے جو بشارت دی گئی اس میں ''علیم'' کا لفظ آیا ہے، یہ دونوں صفات دونوں پر الگ الگ منطبق ہیں، اور بلاشبہ حلیم کی صفت ذبیح اللہ کے لئے نہایت موزوں اور مطابق ہے۔

ب: سورۂ ''والصّٰفّٰت'' میں اولاً حضرت اسماعیل کے لئے بشارت پھر آپ کی قربانی کا تذکرہ ہے اور اس مضمون کے ختم ہونے کے بعد آگے ﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ﴾ کہہ کر نئے مضمون کی ابتدا کی گئی ہے، یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ پہلی بشارت الگ تھی اور دوسری بشارت الگ ہے۔

ج: ذبح وقربانی کا واقعہ بالاتفاق مکہ معظّمہ میں پیش آیا اور یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی مقیم تھے نہ کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام۔

د: توریت میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس بیٹے کی قربانی پیش کی وہ اکلوتے بیٹے تھے، اور یہ بات اسی وقت درست ہوسکتی ہے جب کہ اسماعیل علیہ السلام کو ہی ذبیح اللہ مانا جائے؛ کیوں کہ یہ امر متحقق ہے کہ اولاً حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور اس کے ۱۳ ر یا ۱۴ ر سال کے بعد حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (تلخیص بتفسیر ابن کثیر مکمل ۱۱۳۱-۱۱۳۴، معارف القرآن ۷/ ۴۶۲-۴۶۶)

اسلام میں قربانی کا حکم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مخدوم اور دیگر تمام مخلوقات کو انسان کا خادم بنایا ہے، ان خادموں میں جاندار بھی ہیں اور بے جان بھی ہیں، بے جان چیزوں سے تو آدمی نفع اٹھاتا ہی ہے اور جانداروں سے بھی انتفاع اس کے لئے جائز کیا گیا ہے، مگر ان سے انتفاع کی شکلیں مختلف ہیں، کسی کو سواری کے کام میں لیا جاتا ہے، کسی پر بوجھ لادا

جاتا ہے، بعض جانوروں کے بالوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، انہی فوائد میں سے ایک اہم فائدہ گوشت کھانے کا بھی ہے؛ کیوں کہ طبعی طور پر انسان گوشت خور واقع ہوا ہے، تاہم شریعت نے ایسے جانوروں کے گوشت کو حرام کردیا ہے جن میں ظاہری یا باطنی خبث پایا جاتا ہو، چناں چہ خنزیر اور سباع بہائم وغیرہ ظاہری خبث کی وجہ سے حرام کئے گئے، جب کہ غیر اللہ پر بھینٹ چڑھائے جانے والے جانوروں کو باطنی خبث کی بنا پر حرام کیا گیا ہے۔

اب دنیا میں پرانی قوموں سے یہ دستور رہا ہے کہ جانوروں کے خون بہانے کو تقرب کا ذریعہ سمجھا گیا، اور حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے واقعہ میں اللہ کی رضا جوئی کی خاطر جنتی مینڈھے کی قربانی کرا کر عملاً اس دستور کو صحیح رخ دے دیا گیا، اور اسلام میں بھی یہ طریقہ نہ صرف یہ کہ مشروع؛ بلکہ مطلوب ومحمود قرار پایا، اور وسعت والوں پر خاص دنوں میں متعینہ جانوروں میں سے قربانی پیش کر کے تقرب خداوندی کے حصول کو واجب قرار دیا گیا، اوراس پر اتنی تاکید کی گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سخت تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ وَجَدَ سَعَةً لِاَنْ يُّضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلاَ يَحْضُرْ مُصَلَّانَا. (رواہ الحاکم ۳۸۹/۲، الترغيب والترهيب مكمل ۲۵۶)

جو آدمی قربانی کی گنجائش رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

پیغمبر علیہ السلام کے درج بالا ارشاد سے اسلام میں قربانی کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایام قربانی میں قربانی سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں

قربانی کے ایام میں دیگر عبادات کے مقابلہ میں قربانی کا عمل اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے، چناں چہ ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ فَاِنَّهُ لَتَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ فَرْشِهٖ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلاَفِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطَيِّبُوْا بِهَا نَفْساً. (سنن ابن ماجه: ۳۱۲۶، ترمذی شريف: ۱۴۹۳، الترغيب والترهيب مكمل ۲۵۵)

قربانی کے دن میں کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے اور یہ قربانی کا جانور قیامت کے میدان میں اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا، اور قربانی میں بہایا جانے والا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبولیت کا مقام حاصل کرلیتا ہے؛ لہٰذا خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

قربانی کے بجائے صدقہ کافی نہیں

واضح ہو کہ ایامِ قربانی میں جانور کا ذبح کرنا ہی لازم ہے، جانور کی قیمت کے صدقہ سے کام نہیں چل

سکتا ہے، اور جو شخص وسعت کے باوجود قربانی نہیں کرے گا وہ سخت گنہگار ہوگا؛ کیوں کہ وہ واجب کا تارک ہے۔ **ومنها انه لا يقوم غيرها مقامها في الوقت حتى لو تصدق بعين الشاة او قيمتها في الوقت لا يجزئه عن الاضحية.** (هندية ٥/٢٩٣، بدائع الصنائع زكريا ٤/٢٠٠، جامع الفتاوىٰ ٤/٣٩٠)

نوٹ: آج کل بعض ماڈرن ذہن والے لوگ قربانی کے بجائے صدقہ کرنے پر زور دیتے ہیں تو ان کی یہ بات شریعت کے قطعاً خلاف ہے، اور ہرگز لائق توجہ نہیں ہے۔

ذیل میں قربانی سے متعلق چند اہم مسائل درج کئے جا رہے ہیں، ان مسائل کے انتخاب میں دیگر کتب کے علاوہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے رسالہ ''احکامِ قربانی'' اور حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مفتی مدرسہ شاہی کے مقبول عام رسالہ ''مسائل قربانی وعقیقہ'' سے خصوصاً استفادہ کیا گیا ہے۔ **فجزاهم الله تعالىٰ أحسن الجزاء:**

قربانی کے ایام

قربانی کے ایام تین ہیں، یعنی ۱۰-۱۱/اور ۱۲/ذی الحجہ، اس سے پہلے یا بعد میں قربانی معتبر نہیں ہے۔ **وقت الاضحية ثلاثة ايام: العاشر والحادي عشر والثاني عشر اولها افضلها وآخرها ادونها.** (هندية ٥/٢٩٥، بدائع الصنائع زكريا ٤/١٩٨، خانية ٣/٣٤٥، جواهر الفقه ١/٤٤٨، آپ کے مسائل اور ان کا حل ٤/١٨٦، مسائل قربانی وعقیقه ١٢)

کون سے دن قربانی افضل ہے؟

۱۰/ذی الحجہ کو قربانی کرنا سب سے افضل ہے، اس کے بعد ۱۱/اور ۱۲/ذی الحجہ کا درجہ ہے۔ **يوم النحر الىٰ آخر ايامه وهي ثلاثة، افضلها اولها ثم الثاني ثم الثالث.** (درمختار مع الشامي كراچی ٦/٣١٦، زكريا ٩/٤٥٨، تاتارخانية زكريا ١٧/٤١٦، مجمع الانهر ٤/١٧٠، البحر الرائق زكريا ٩/٣٢٢)

رات میں قربانی کرنا

ایام قربانی میں رات میں قربانی کرنا بھی بکراہت معتبر ہے (لیکن روشنی وغیرہ کا اچھا انتظام رکھیں، ایسا نہ ہو کہ اندھیرے کی وجہ سے ذبح میں کمی رہ جائے) **وكره تنزيهاً الذبح ليلاً لاحتمال**

الغلط. (درمختار زكريا ٩/٤٦٣، كراچى ٦/٣٢٠، هندية ٥/٢٩، مجمع الانهر ٤/١٧٠، خانية ٣/٣٤٥، بدائع الصنائع زكريا ٤/٢٢٣، فتاوىٰ محمودیه ڈابھیل ١٧/٤٥٦، جامع الفتاوىٰ ٤/٤٥٨، مسائل قربانی وعقیقه ١٢)

قربانی کے وقت میں شہراور دیہات کا فرق

قربانی کا اصل وقت ۱۰؍ذی الحجہ کی صبح صادق سے شروع ہوکر ۱۲؍ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے تک رہتا ہے؛ البتہ جس بڑی آبادی میں عید کی نماز ہوتی ہے وہاں نماز عیدالاضحیٰ کے بعد ہی قربانی درست ہوگی اور جہاں نماز عید جائز نہ ہو جیسے چھوٹے گاؤں ودیہات تو وہاں صبح صادق کے فوراً بعد سے قربانی درست ہے۔ **واول وقتها بعد فجر النحر...... وآخره قبيل غروب اليوم الثالث.** (ملتقى الابحر ٤/١٦٩) **وقت الاضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النحر الا انه لا يجوز لاهل الامصار الذبح حتى يصلى الامام العيد.** (هداية ٤/٤٢٩، درمختار زكريا ٩/٤٦٠، كراچى ٦/٣١٨، بدائع الصنائع زكريا ٤/١٩٨، هندية ٥/٢٩٥، مسائل قربانى وعقيقه ١٤)

نوٹ:- تاہم دیہات والوں کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ سورج طلوع ہونے کے بعد ہی قربانی کریں۔ **والوقت المستحب للتضحية في حق أهل السواد بعد طلوع الشمس.** (هندية ٥/٢٩٥)

عیدالاضحیٰ کی نماز کا وقت

عیدالاضحیٰ کی نماز کا اصل وقت دس ذی الحجہ کی اشراق سے لے کر زوال تک ہے، اس میں جو نماز پڑھی جائے گی وہ ادا کہلائے گی، اور اگر کسی عذر سے اگلے دن نماز پڑھی جائے گی تو وہ قضا کے درجہ میں ہوگی۔ **ووقت الصلاة من الارتفاع إلى الزوال......، فإن اشتغل الإمام فلم يصل أو ترك عمداً حتى زالت فقد حل الذبح بغير صلاة فى الأيام كلها لأنه بالزوال فات وقت الصلاة، وإنما يخرج الإمام فى اليوم الثانى والثالث على وجه القضاء.** (شامى بيروت ٩/٣٨٦، زكريا ٩/٤٦١، هندية ١/١٥٠، طحطاوى على المراقى ٥٣٢)

عید کی نماز کے بعد خطبہ سے قبل قربانی

اگر عید کی نماز کے بعد خطبہ سے قبل قربانی کی تو درست ہوجائے گی؛ لیکن ایسا کرنا اچھا نہیں

ہے، بہتر یہ ہے کہ خطبہ کے بعد ہی قربانی کی جائے۔ **وأول وقتها بعد الصلاة إن ذبح في مصر أي بعد أسبق صلاة عيد ولو قبل الخطبة ولكن بعدها أحب. (درمختار) وقال في المنح وعن الحسن: لو ضحىٰ قبل الفراغ من الخطبة فقد أساء.**

(درمختار مع الشامي بيروت ۳۸۵/۹، زكريا ٤٦١/٩، هندية ٢٩٥/٥)

امام نے بلاطہارت نماز عید پڑھادی تو قربانی کا کیا حکم ہے؟

اگر امام نے بھولے سے بلا وضو نماز عید پڑھادی پھر عیدگاہ میں مجمع منتشر ہونے کے بعد اسے یاد آیا تو دوبارہ نماز عید کا حکم نہیں ہے؛ لیکن اگر مجمع منتشر ہونے سے قبل یاد آ گیا تو عید کی نماز دہرائی جائے گی ہتاہم اگر کوئی شخص ایسی صورت میں نماز دہرانے سے قبل قربانی کردے تو استحساناً اس کی قربانی درست مانی جائے گی۔ **تبين أن الإمام صلى بغير طهارة تعاد الصلاة دون الاضحية لأن من العلماء من قال: لا يعيد الصلاة إلا الإمام وحده فكان للاجتهاد فيه مساغاً. وفي المجتبى: إنما تعاد قبل التفرق لا بعده. (درمختار) هٰذا تقييد لإطلاق المتن وهو وجيه لما في الإعادة بعد التفرق من المشقة.** (شامي بيروت ۳۸۷/۹، زكريا ٤٦١/٩، هندية ٢٩٥/٥، بدائع الصنائع زكريا ٢١٢/٤، البحر الرائق زكريا ٣٢٢/٩، جامع الفتاوىٰ ٣٧٦/٤)

عیدگاہ کی نماز کے بعد قربانی

اگر عیدگاہ میں نماز عید ادا کر لی گئی ہو اور محلوں کی مساجد میں نماز عید میں دیر ہو تو بھی قربانی کرنا درست ہے۔ **ان ضحى بعد ما فرغ اهل الجبانة قبل اهل المسجد، قيل في هٰذه الصورة يجوز قياساً واستحساناً.** (تاتارخانية زكريا ٤١٩/١٧، هندية ٢٩٥/٥، درمختار زكريا ٤٦٠/٩، كراچى ٣١٨/٦، الدر المنتقىٰ ١٦٩/٤، بدائع الصنائع زكريا ٢١٢/٤)

قربانی کی صحت کے لئے شہر میں کسی بھی جگہ نماز عید ہونا کافی ہے

اگر شہر میں کسی جگہ نماز عید الاضحیٰ پڑھ لی جائے تو پورے شہر والوں کے لئے قربانی کرنا

درست ہوجاتا ہے،اس میں عیدگاہ یا جامع مسجد وغیرہ کی نماز پر صحت کا مدار نہیں ہے۔ **ان كــــان يصلي في المصر في موضعين ...... اذا صلى اهل احد المسجدين ايهما كان جاز ذبح الاضاحي.** (بدائع الصنائع زكريا ٢١١/٤، مجمع الانهر ١٧٠/٤، درمختار مع الشامي زكريا ٤٦٠/٩، كراچي ٣١٨/٦، تاتارخانية زكريا ٤١٩/١٧، هندية ٢٩٥/٥، فتاویٰ رحيميه زكريا ٣٩/١٠، جامع الفتاویٰ ٤٥٩/٤، مسائل قرباني وعقيقه ١٤)

جس شہر میں قربانی کی جائے وہیں کی نماز عید کا اعتبار ہے

اگر کسی شخص نے دوسرے شہر میں قربانی کا انتظام کیا ہو تو اسی شہر میں نماز عید کے بعد قربانی درست ہوگی (بالفرض اگر مالک کے شہر میں نماز عید نہ ہوئی ہو تو اس کا انتظار نہیں کیا جائے گا) **ان الرجل اذا كان في مصر واهله في مصر آخر فكتب اليهم ليضحوا عنه فانه يعتبر مكان التضحية، فينبغي ان يضحوا عنه بعد فراغ الامام من صلاته في المصر الذي يضحىٰ عنه فيه.** (هندية ٢٩٦/٥، بدائع الصنائع زكريا ٢١٣/٤، تاتارخانية زكريا ٤٢٢/١٧، الفتاویٰ الولوالجية ٧٩/٣)

جس شہر میں فتنہ اور انتشار کی وجہ سے نماز عید پڑھنا ممکن نہ ہو وہاں قربانی کب کریں؟

اگر کسی شہر میں آپسی انتشار یا کرفیو وغیرہ کی وجہ سے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ ۱۰/ ذی الحجہ کو زوال کے وقت تک انتظار کیا جائے اس کے بعد قربانی کی جائے؛ لیکن اگر کوئی شخص زوال سے پہلے ہی قربانی کرلے تو مختار قول کے مطابق اس کی قربانی بھی درست ہوجائے گی۔ **بلدة فيها فتنة فلم يصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز في المختار. (درمختار) لأن البلدة صارت في هٰذا الحكم كالسواد، وفي التاتارخانية وعليه الفتوىٰ.** (در مختار مع الشامي بيروت ٣٨٧/٩، زكريا ٤٦٢/٩، هندية ٢٩٥/١، البحر الرائق زكريا ٣٢٢/٩، بدائع الصنائع زكريا ٢١٣/٤)

اگر شہر میں ۱۰؍ذی الحجہ کو نماز عید نہ پڑھی جائے تو قربانی کب کرے؟

اگر کسی عذر کی وجہ سے ۱۰؍ذی الحجہ کو نماز عیدالاضحیٰ نہ پڑھی جاسکے تو نمازِ عید کا وقت گذرنے یعنی زوال ہوجانے کے بعد قربانی کرنا درست ہے، اور زوال سے پہلے قربانی درست نہ ہوگی۔ **وبعد مضی وقتها لو لم يصلو لعذر (درمختار) ووقت الصلاة من الارتفاع إلى الزوال.** (درمختار مع الشامی بیروت ۳۸۶/۹، زكريا ۴۶۱/۹، بدائع الصنائع زكريا ۲۱۳/۴، البحر الرائق زكريا ۳۲۲/۹، هندية ۲۹۵/۵، جامع الفتاویٰ ۳۷۵/۴، مسائل قربانی وعقیقه ۱۰)

گیارہویں ذی الحجہ کو قربانی نماز عید پر موقوف نہیں

اگر کسی وجہ سے دس ذی الحجہ کے بجائے گیارہ یا بارہ ذی الحجہ کو نماز عیدالاضحیٰ پڑھی جارہی ہو تو ایسی صورت میں نماز عید سے پہلے بھی قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ **ويجوز في الغد وبعده قبل الصلاة.** (شامی بیروت ۳۸۶/۹، زكريا ۴۶۱/۹، البحر الرائق زكريا ۳۲۲/۹، هندية ۲۹۵/۵، تاتارخانية زكريا ۴۱۸/۱۷، الدر المنتقى بيروت ۱۶۹/۴)

دیہات میں شہر کی نمازِ عید سے قبل قربانی

گاؤں ودیہات میں ۱۰؍ذی الحجہ کو صبح صادق کے فوراً بعد سے قربانی کی اجازت ہے، حتی کہ اگر دیہات کے بعض لوگ شہر میں عید کی نماز پڑھنے جائیں اور گھر والے ان کی واپسی سے قبل قربانی کردیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ **ولو ان رجلاً في اهل السواد دخل المصر لصلاة الاضحى وامر اهله ان يضحوا عنه جاز ان يذبحوا عنه بعد طلوع الفجر.**

(هندية ۲۹۶/۵، تاتارخانية زكريا ۴۲۲/۱۷، الفتاویٰ الولو الجية ۷۹/۳)

شہری کا دیہات میں قربانی کرانا

اگر شہری شخص نے دیہات میں قربانی کا نظم کیا ہو، یا اپنا جانور پہلے ہی دیہات میں بھیج دیا ہو تو وہاں صبح صادق کے فوراً بعد اس کی قربانی درست ہوجائے گی، شہر کی نماز عید کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔

حیلة: مصری اراد التعجیل ان یخرجها لخارج المصر فیضحی بها اذا طلع الفجر.

(درمختار زکریا ۹/۴۶۱، کراچی ۶/۳۱۸، مجمع الانهر ۴/۱۷۰، البحر الرائق زکریا ۹/۳۲۱، هندیة ۵/۲۹۶، هدایة ۴/۴۳۰، تاتارخانیة زکریا ۱۷/۴۲۲، الفتاویٰ الولوالجیة ۳/۷۹، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۱۷/۴۵۲، فتاویٰ رحیمیه ۱۰/۴۰) **والمعتبر مکان الاضحیة فلو کانت فی السواد والمضحی فی المصر جازت قبل الصلاۃ.** (شامی زکریا ۹/۴۶۱، کراچی ۶/۳۱۸، مجمع الانهر ۴/۱۷۰، البحر الرائق زکریا ۹/۳۲۱، بدائع الصنائع زکریا ۴/۲۱۳، هدایة ۴/۴۳۰، مسائل قربانی وعقیقه ۲۳)

کم قیمت کی بنا پر دوسری جگہ قربانی

سستی قیمت کی بنا پر دوسری جگہ قربانی کرانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن یہ بات یاد رہے کہ مالی عبادات میں جتنا زیادہ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے ثواب اتنا ہی زیادہ ملتا ہے۔ **سبعة من الرجال اشتروا بقرة بخمسین درهماً للأضحیة، وسبعة آخرون اشتروا سبع شیاه بمائة درهم، تکلموا أن الأفضل هو الأول أو الثانی؟ والمختار أن الأفضل هو الثانی.**

(هندیة ۵/۲۹۹، خانیة ۳/۳۴۹، شامی زکریا ۹/۴۶۶، کراچی ۶/۳۲۲، الفتاویٰ الولوالجیة ۳/۸۱، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۱۷/۳۵۵، کتاب الفتاویٰ ۴/۱۳۹، جامع الفتاویٰ ۴/۴۱۹، مسائل قربانی وعقیقه ۲۲)

دکھاوے کے لئے گراں قیمت جانور خریدنا

آج کل بعض لوگ محض ناموری اور دکھاوے کے لئے گراں قیمت جانور خریدتے ہیں اور پھر اس کا خوب چرچا کرکے خوش ہوتے ہیں، تو اس ریاکاری کے ساتھ ثواب کی امید رکھنا محض فریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی عمل مقبول ہے جو خالص اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے، ریاکاری کا جانور کتنا ہی قیمتی ہو اللہ کی نظر میں اس کی کوئی قیمت نہیں۔ قال تعالیٰ: ﴿لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰکِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ﴾ (الحج: ۳۷، مسائل قربانی وعقیقه ۲۷)

قربانی کا وجوب

قربانی کے وجوب کے شرائط

قربانی کے وجوب کی شرائط حسبِ ذیل ہیں:

(۱) آزاد ہونا۔

(۲) مسلمان ہونا۔

(۳) ایام قربانی میں مقیم ہونا۔

(۴) ایامِ قربانی میں بقدرِ نصاب مال (روپیہ پیسہ، سونا چاندی یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد ساز وسامان) کا مالک ہونا۔

وإنما تجب على حر مسلم مقيم موسرٍ. (مجمع الانهر ٤/١٦٦) **وشرائطها: الإسلام والإقامة واليسار الذي يتعلق به وجوب صدقة الفطر (درمختار) بان ملك مائتي درهم أو عرضاً يساويها الخ.** (درمختار مع الشامي زكريا ٩/٤٥٢، كراچی ٦/٣١٢، بدائع الصنائع زكريا ٤/١٩٥، هندية ٥/٢٩٢، خانية ٣/٣٤٤، آپ کے مسائل اوران کا حل ٤/١٧٣، جواهر الفقه ١/٤٤٨، تحفۂ رمضان ١٠٦، مسائل قربانی وعقیقه ١٣)

نوٹ: واضح ہو کہ قربانی اور صدقۂ فطر کے وجوب میں مال پر سال گذرنا یا مالِ نامی ہونا شرط نہیں ہے۔

قربانی کا سببِ وجوب

قربانی کا سببِ وجوب ایام قربانی ہیں، (پس جو شخص ایامِ قربانی کو اس حالت میں پائے کہ اس میں قربانی کے وجوب کی مذکورہ بالا شرطیں پائی جارہی ہوں تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور ایامِ

قربانی سے قبل قربانی معتبر نہ ہوگی) **وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت الخ.** (بدائع الصنائع ١٩٨/٤، درمختار مع الشامی زکریا ٤٥٣/٩، فتح القدیر زکریا ٥١٩/٩، البحر الرائق زکریا ٣١٧/٩، تاتارخانية زكريا ٤٠٤/١٧)

ایک ملک کا شخص اگر دوسرے ملک میں قربانی کرائے تو کہاں کی تاریخ کا اعتبار ہوگا

اگر ایک ملک کا شخص دوسرے ملک میں اپنی قربانی کا کسی کو وکیل بنائے تو قربانی کے وقت میں تو جانور کی جگہ کا اعتبار ہوگا؛ لیکن تاریخ میں قربانی کرانے والے شخص کے ملک کی تاریخ کا اعتبار ہوگا؛ اس لئے کہ قربانی کا سببِ وجوب دس ذی الحجہ کی صبح صادق کے وقت قربانی کی استطاعت ہے، اور اس کا تعلق خود آدمی کی ذات سے ہے، اور سببِ وجوب پائے جانے کے بعد یہ قربانی کس وقت ادا کی جائے؟ اس کا تعلق جانور سے ہے کہ وہ جس جگہ موجود ہوگا اس جگہ کے اعتبار سے فیصلہ کیا جائے کہ اگر وہ شہر میں ہے تو نماز عید کے بعد ہی اس کی قربانی جائز ہوگی، اور اگر دیہات میں ہے تو صبح صادق کے بعد بھی قربانی درست ہوسکتی ہے۔

اس مسئلہ کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اصل، مستطیع شخص پر قربانی کا وجوب ہے اور اس کی فرع قربانی کا مقام اور محل ہے، بریں بنا جہاں اصل ہی کا وجود نہ ہو وہاں فرع پر کیسے حکم لگایا جاسکتا ہے؟ **إن سبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر والغنى شرط الوجوب.** (فتح القدير بيروت ٥٠٦/٩، زكريا ٥١٩/٩) **ويعتبر مكان المذبوح لامكان المالك.** (خانية ٣٤٥/٣) **وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت؟ لأن الواجبات المؤقتة لا تجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ونحوهما، وأيام النحر ثلاثة: يوم الأضحى وهو اليوم العاشر من ذى الحجة والحادى عشر والثانى عشر.** (بدائع الصنائع ١٩٨/٤)

وأما شرائط أدائها: فمنها الوقت فى حق المصرى بعد صلاة الإمام،

والمعتبر مكان الأضحية لامكان المضحى، وسببها طلوع فجر يوم النحر. (البحر الرائق کراچی ۱۷۳/۸، انوار رحمت ۳۹۱)

والدليل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلاة وإنما لم تجب على الفقير لفقد الشرط وهو الغنى وإن وجد السبب. (شامی بیروت ۳۷۹/۹، زکریا ۴۵۳/۹)

ضروری نوٹ: اب اس مسئلہ میں دو جہتیں پائی جاتی ہیں:

(۱) ایسے ملک سے قربانی کا وکیل بنانا جہاں تاریخ مقدم ہے مثلاً سعودیہ کا رہنے والا کوئی شخص ہندوستان میں اپنی قربانی کرانے کا حکم دے، تو ایسی صورت میں حکم واضح ہے کہ ہندوستان میں جب تک دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق نہ ہو یہ قربانی شرط ادانہ پائے جانے کی وجہ سے درست اور معتبر نہیں ہوسکتی، اور اس صورت میں بہرحال قربانی کے جانور کی جگہ کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔

(۲) ایسے ملک سے قربانی کا وکیل بنانا جہاں تاریخ مؤخر ہے، مثلاً ہندوستان کا کوئی شخص سعودیہ عرب میں اپنی قربانی کے لئے وکیل بنائے تو ایسی صورت میں جب تک ہندوستان میں دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق نہ ہو جائے اس وقت تک سعودیہ میں اس کی واجب قربانی ادا نہ ہوگی؛ کیوں کہ صبح صادق سے قبل سببِ وجوب ہی نہیں پایا گیا جو کہ اس مسئلہ میں اصل کی حیثیت رکھتا ہے، اور مجموعی طور پر تمام جزئیات کے مطالعہ سے یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے، اور جن بعض حضرات مفتیانِ کرام نے بہرصورت مکانِ اضحیہ کا اعتبار کرنے کی بات کہی ہے وہ علی الاطلاق درست نہیں ہے۔ (مرتب)

مال دار شخص ایام قربانی سے قبل فقیر ہو جائے؟

جو شخص مال دار تھا، اسی وقت اس نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تھا، پھر وہ جانور گم یا ضائع ہوگیا، اور جب قربانی کا وقت آیا تو یہ مالدار فقیر ہوگیا، یعنی صاحب نصاب نہیں رہا تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی لازم نہیں ہے۔ **لا ان ارتد او اعسر او سافر فی آخره.** (شامی زکریا ۴۵۸/۹، کراچی ۳۱۶/۶) **ولو اشترى الموسر شاة للاضحية فضاعت حتى**

انتقص نصابه وصار فقيراً فجاء ت ايام النحر فليس عليه ان يشترى شاة اخرى.

(هندية ٥/ ٢٩٢، جامع الفتاوىٰ ٤/ ٣٨٦)

فقیر شخص ایام قربانی میں مال دار ہوجائے

جو شخص پہلے فقیر تھا، عین ایامِ قربانی میں یا قربانی کے تیسرے دن آخری وقت میں صاحبِ نصاب ہوگیا تو اس پر قربانی لازم ہوگی۔ **وعليه يتخرج ما اذا صار اهلاً للوجوب فى آخره، بان اسلم او اعتق او ايسر او اقام تلزمه.** (شامی زکریا ٩/ ٤٥٨، کراچی ٦/ ٣١٦، هندية ٥/ ٢٩٣) **ولا يشترط ان يكون غنيا فى جميع الوقت، حتى لو كان فقيراً فى اول الوقت ثم ايسر فى آخره تجب عليه.** (هندية ٥/ ٢٩٢، جامع الفتاوىٰ ٤/ ٣٩٢)

قربانی کرنے کے بعد فقیر مال دار ہوجائے

اگر فقیر شخص نے اپنی طرف سے قربانی کردی تھی پھر وہ قربانی کے آخری دن مال دار ہوگیا تو اب اس پر دوبارہ قربانی لازم ہوجائے گی اور پہلی قربانی نفلی شمار ہوگی؛ کیوں کہ وہ قربانی عدمِ وجوب کی حالت میں ادا کی گئی ہے۔ **ولو ضحى الفقير ثم ايسر فى آخره عليه الاعادة فى الصحيح.** (شامی زکریا ٩/ ٤٥٨، کراچی ٦/ ٣١٦، تاتارخانية زکریا ١٧/ ٤١٤، هندية ٥/ ٢٩٣)

مال دار کی قربانی کا جانور گم ہوگیا

جس صاحبِ استطاعت شخص پر قربانی واجب ہوا اور اس نے جو جانور قربانی کی نیت سے رکھا ہو وہ قربانی سے پہلے گم ہوجائے تو اس پر اس کی جگہ دوسرے جانور کی قربانی لازم ہوگی۔ **ان المنذورة لو هلكت او ضاعت تسقط التضحية بسبب النذر غير انه ان كان موسراً تلزمه اخرى بايجاب الشرع ابتداءً.** (شامی زکریا ٩/ ٤٧١، جامع الفتاویٰ ٤/ ٤١١، مجمع الانهر بيروت ٤/ ١٧٣، بدائع الصنائع زکریا ٤/ ٢١٦، هندية ٥/ ٢٩٩)

مال دار کی قربانی کا جانور مر گیا

مال دار شخص نے قربانی کے لئے جو جانور متعین کیا تھا اگر وہ قربانی سے قبل مر جائے تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی لازم ہوگی۔ **وکذا لو ماتت فعلی الغنی غیرها لا الفقیر.** (درمختار بیروت ۳۹٤/۹، زکریا ٤٧١/۹، مجمع الانهر بیروت ١٧٣/٤، بدائع الصنائع زکریا ٢١٦/٤، هندية ٢٩٩/٥)

غنی کے جانور کے بچہ کا حکم

غنی نے قربانی کے لئے جو جانور متعین کیا تھا اس نے قربانی سے قبل بچہ جن دیا تو اس بچہ کی قربانی غنی پر لازم نہیں ہے۔ **اما فی الموسر فلا یلزمه ذبح الولد یوم الاضحی، فان ذبح الولد یوم الاضحی قبل الام او بعدها جاز، ولو لم یذبحه وتصدق به حیا جاز.** (هندية ٣٠١/٥، درمختار زکریا ٤٦٧/٩، کراچی ٣٢٣/٦، بزازية ٢٩٤/٦)

غنی کا قربانی کے جانور کو بدلنا

غنی شخص کو اختیار ہے کہ وہ اپنا متعین کردہ جانور قربانی سے قبل بدل لے اور اس کی جگہ دوسرے جانور کی قربانی کرے؛ کیوں کہ غنی شخص کے متعین کرنے سے قربانی کا جانور متعین نہیں ہوتا؛ لہٰذا اسے بدلنے کا اختیار رہتا ہے۔ **واما الذی یجب علی الفقیر دون الغنی فالمشتری للاضحیة اذا کان المشتری فقیراً بان اشتری فقیر شاة ینوی ان یضحی بها وان کان غنیاً لا تجب علیه بشراء شیء.** (هندية ٢٩١/٥، البحر الرائق زکریا ٣٢٠/٩، تاتارخانية زکریا ٤١١/١٧، الفتاویٰ الولوالجية ٨٢/٣، المحیط البرهانی ٤٥٩/٨، احسن الفتاویٰ ٤٨٨/٤، مسائل قربانی وعقیقه ٢٧)

فقیر پر قربانی کا وجوب

فقیر شخص اگر قربانی کی نیت سے جانور خریدے تو اس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے، اور اس پر اسی متعین جانور کی قربانی کرنا لازم ہوتا ہے۔ **وان کان فقیراً اجزأه ذٰلک، لانها انما تعینت بالشراء فی حقه.** (شامی زکریا ٤٧١/٩، ٤٦٥/٩، کراچی ٣٢٥/٦) **هل تصیر**

الاضحية واجبة بالشراء بنية الاضحية ...... ان كان المشترى فقيراً ...... تصير واجبة. (تاتارخانية زكريا ۱۷/۱۱/ ٤۱۱، هندية ٥/ ۲۹۱، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۱۷/ ٥/ ۳۱)

فقیر شخص کی قربانی کا جانور گم ہوگیا

اگر ایسے شخص نے جس پر قربانی واجب نہ تھی کوئی جانور قربانی کی نیت سے خرید لیا تھا، پھر وہ قربانی سے قبل گم ہوگیا تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی لازم نہیں ہے۔ **لو اشتریٰ شاة للاضحية وهو معسر...... ثم ضلت فلا شيء عليه ولا يجب عليه شيء آخر.** (بدائع الصنائع زکریا ٤/ ۲۰۰، هندية ٥/ ۲۹۹، تاتارخانية زكريا ۱۷/ ۱۳/ ٤، تبيين الحقائق زكريا ٦/ ٤٨٢، جامع الفتاویٰ ٤/ ٤۱۲)

فقیر شخص کی قربانی کا جانور مرگیا

فقیر شخص نے قربانی کے لئے جانور خریدا تھا یا بطور نذر متعین کیا تھا پھر وہ قربانی سے قبل مرگیا، تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی لازم نہیں ہے۔ **وكذا لو ماتت فعلى الغنى غيرها لا الفقير.** (درمختار بيروت ۹/ ۳۹٤، زكريا ۹/ ٤۷۱، هندية ٥/ ۲۹۹، تبيين الحقائق زكريا ٦/ ٤٨٢)

فقیر کے جانور کے بچہ کا حکم

فقیر شخص نے جو جانور قربانی کے لئے متعین کر رکھا تھا، اس نے قربانی سے قبل بچہ جن دیا تو ایسی صورت میں فقیر پر جانور اور اس کے بچہ دونوں کی قربانی لازم ہے؛ کیوں کہ یہ جانور فقیر کی طرف سے نذر کے درجہ میں ہے، اور نذر کے سب منافع بھی نذر ہی کے حکم میں ہوتے ہیں، اور ذبح کے بعد اس بچہ کا گوشت صدقہ کرنا لازم ہے، خود استعمال کرنا جائز نہیں۔ **ولدت الاضحية ولداً قبل الذبح يذبح الولد معها، فان خرج من بطنها حيا فالعامة انه يفعل به ما يفعل بالام...... الا انه لا يأكل منه بل يتصدق به.** (درمختار مع الشامی زکریا ۹/ ٤٦۷، کراچی ٦/ ۳۲۲، هندية ٥/ ۳۰۲، خانية ۳/ ۳٥٤، بزازية ٦/ ۲۹٤، جواهر الفقه ۱/ ٤٥۱، آپ کے مسائل اور ان کا حل ٤/ ۱۹۳)

فقیر کا قربانی کے جانور کو بدلنا

فقیر شخص نے اگر جانور قربانی کے لئے زبان سے کہہ کر متعین کرلیا ہو تو اب اس کے لئے بدلنے کی اجازت نہیں؛ بلکہ اسی متعین جانور کی قربانی لازم ہے۔ **اما الذی یجب علی الفقیر دون الغنی فالمشتری للاضحیة.** (ھندیة ۲۹۱/۵، البحر الرائق زکریا ۳۲۰/۹،تاتارخانیة زکریا ۴۱۱/۱۷، الفتاویٰ الولوالجیة ۸۲/۳، المحیط البرھانی ۴۵۹/۸، احسن الفتاویٰ ۴۸۸/۴، جامع الفتاویٰ ۳۸۹/۴، مسائل قربانی وعقیقه ۲۷)

گم شدہ جانور بعد میں مل گیا

اگر گم شدہ جانور بعد میں مل جائے تو اس کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) اگر مال دار کا گم شدہ جانور ملا ہے تو اس پر خاص اسی جانور کی قربانی لازم نہیں ہے؛ بلکہ کسی بھی ایک جانور کی قربانی حسبِ وجوب کرسکتا ہے۔ **ولو ضلت او سرقت فشریٰ اخریٰ فظهرت فعلی الغنی احداهما.** (درمختار زکریا ۴۷۱/۹، ھندیة ۲۹۴/۵، تاتارخانیة زکریا ۴۱۳/۱۷، بدائع الصنائع زکریا ۱۹۹/۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۹۳/۴)

(۲) فقیر شخص کا گم شدہ جانور مل گیا اور اس نے ابھی مزید کوئی جانور قربانی کی نیت سے نہیں خریدا تھا تو اس پر صرف حاصل شدہ جانور کی قربانی کرنا لازم ہے۔

(۳) اور اگر گم شدہ کے ملنے سے قبل فقیر کوئی اور جانور قربانی کے مقصد سے خرید چکا تھا بعد میں گم شدہ بھی دستیاب ہوگیا تو اب اس پر نئے خرید کردہ اور حاصل شدہ دونوں جانوروں کی قربانی لازم ہوگی۔ **ولو کان معسراً فاشتریٰ شاة واوجبها ثم وجد الاولیٰ قالوا علیه ان یضحی بهما.** (ھندیة ۲۹۴/۵، تاتارخانیة زکریا ۴۱۳/۱۷، درمختار زکریا ۴۷۱/۹، کراچی ۳۲۶/۶، الدر المنتقیٰ ۱۷۲/۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۹۳/۴، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۳۱۶/۱۷)

نابالغ ومجنون کی طرف سے قربانی

نابالغ بچہ اور دیوانہ شخص پر قربانی واجب نہیں ہے (اگرچہ وہ مال دار کیوں نہ ہوں) اسی

طرح ان کے اولیاء پر بھی ان کی طرف سے قربانی لازم نہیں؛ لیکن اگر کردیں تو بہتر ہے۔ **وأما البلوغ والعقل فليسا من شرائط الوجوب في قولهما، وعند محمد من الشرائط، حتى لاتجب التضحية في مالهما لو موسرين.** (شامی زکریا ۹/۴۵۸، کراچی ۶/۳۱۶) **لا تجب الاضحية في مال المجنون.** (تاتارخانية زكريا ۱۷/۴۰۹) **والاصح انه لا يجب ذٰلک وليس له ان يفعله من ماله ...... والمجنون في هٰذا بمنزلة الصبي.** (هندية ۵/۲۹۳، خانية ۳/۳۴۵) **ويستحب عن اولاده الصغار وعن مماليكه ويكون قربة.**

(تاتارخانية زكريا ۱۷/۴۰۷، احسن الفتاویٰ ۷/۴۹۷، کتاب الفتاویٰ ۴/۱۳۲)

اہلِ خانہ اور اولاد کی طرف سے بلا اجازت قربانی

اگر باپ کا معمول ہے کہ وہ ہر سال اپنے اہل خانہ اور چھوٹے بڑے بچوں کی طرف سے قربانی کرتا ہے تو استحساناً سب کی طرف سے قربانی درست ہے، خواہ اہل خانہ نے باقاعدہ اجازت دی ہو یا نہ دی ہو۔ **لو ضحى عن اولاده الكبار وزوجته لا يجوز الا باذنهم، وعن الثاني انه يجوز استحساناً بلا اذنهم ...... ولعله ذهب الى ان العادة اذا جرت من الاب في كل سنة صار كالاذن منهم.** (شامی زکریا ۹/۴۵۷، کراچی ۶/۳۱۵، تاتارخانية زكريا ۱۷/۴۴۴، المحيط البرهاني ۸/۴۷۳، بزازية ۶/۲۹۵، البحر الرائق زكريا ۹/۳۲۶، مسائل قربانی وعقیقہ ۳۷)

قربانی کرنے والا قربانی سے قبل وفات پاگیا؟

جس شخص پر قربانی واجب تھی اگر وہ ایام قربانی کے اندر ہی وفات پاجائے اور ابھی اس نے قربانی نہ کی ہو تو اس سے قربانی کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے؛ لہٰذا اس پر قربانی کی وصیت لازم نہ ہوگی۔ **لو كان موسراً في ايام النحر فلم يضح حتى مات قبل مضي ايام النحر سقطت عنه الاضحية حتى لا يجب عليه الايصاء.** (هندية ۵/۲۹۳-۲۹۷، خانية ۳/۳۴۷، المحيط البرهاني ۸/۴۵۷، بدائع الصنائع زكريا ۴/۲۰۳، مسائل قربانی وعقیقہ ۳۰)

ایام قربانی کے بعد وفات پانے پر وصیت لازم ہے

اگر کوئی شخص ایام قربانی۔ گذرنے کے بعد وفات پاجائے تو وفات سے قبل اس پر بکری کی قیمت کا صدقہ کرنا یا اس کی وصیت کرنا لازم ہے۔ **ولو مات بعد مضی ایام النحر لم یسقط التصدق بقیمة الشاة حتی یلزمه الایصاء به.** (هندية ٥/٢٩٣-٢٩٧، خانية ٣/٣٤٧، المحیط البرهانی ٨/٤٥٧، بدائع الصنائع زکریا ٤/٢٠٣، مسائل قربانی وعقیقه ٣٠)

مرنے والے شریک کی قربانی

اگر بڑے جانور میں حصہ لینے والے کسی شریک کا قربانی سے قبل انتقال ہوجائے اور اس کے وارثین سب عاقل بالغ ہوں اور وہ سب اس کی طرف سے قربانی کی اجازت دیں تو یہ قربانی درست ہوگی، اور اگر تمام وارثین یا ان میں سے کوئی ایک وارث اجازت نہ دے یا تمام وارثین یا ان میں سے کوئی ایک نابالغ یا غیر عاقل ہو تو ایسی صورت میں اگر میت کا حصہ لگا دیا گیا تو اس جانور میں شریک کسی بھی حصہ دار کی قربانی درست نہ ہوگی؛ کیوں کہ میت کا حصہ قربت نہ رہے گا۔ **وان مات احد السبعة المشترکین فی البدنة، وقال الورثة اذبحوا عنه وعنکم صح عن الکل استحساناً لقصد القربة من الکل، ولو ذبحوها بلا اذن الورثة لم یجزهم لان بعضها لم یقع قربة.** (درمختار زکریا ٩/٤٧١، کراچی ٦/٣٢٦، خانية ٣/٣٥١، تبیین الحقائق زکریا ٦/٤٨٤)

بغیر وصیت میت کی طرف سے قربانی

اگر کوئی شخص اپنے مرحوم اعزاء کی طرف سے نفلی قربانی کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ سلسلہ امت میں بلا کسی اختلاف کے جاری وساری ہے، اور اس طرح کی قربانی کا گوشت کوئی بھی نوش کرسکتا ہے، اس میں فقیر یا غریب کی قید نہیں ہے۔ **لو ضحی عن میت وارثه ...... وان تبرع بها عنه له الاکل، لانه یقع علی ملک الذابح والثواب للمیت.**

(شامی زکریا ٩/٤٨٤، کراچی ٦/٣٣٥، خانية ٣/٣٥٢)

حضور ﷺ کی طرف سے قربانی

اگر کوئی شخص اپنی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قربانی کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ بلکہ یہ سعادت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ **وختم ابن السراج عنه صلى اللّٰه عليه وسلم اكثر من عشرة آلاف ختمة، وضحى عنه مثل ذٰلك...... وقول علمائنا له ان يجعل ثواب عمله لغيره، يدخل فيه النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فانه احق بذٰلك.** (شامی زکریا ۱۵۳/۳، کراچی ۲۴٤/۲، اعلاء السنن ۲۷۲/۱۷، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۳۳۲/۱۷، جامع الفتاویٰ ٤۳۲/٤)

قربانی کی قضا

اگر وقت پر قربانی نہ کی جاسکی ہو اور جانور پہلے سے موجود ہو تو وقت گذرنے کے بعد اسی جانور کو زندہ صدقہ کرنا ضروری ہے، اور اگر جانور موجود نہ ہو تو پورے جانور کی قیمت کا صدقہ لازم ہے۔ **ومنها انها تقضى اذا فاتت عن وقتها، ثم قضائها قد يكون بالتصدق بعين الشاة حية وقد يكون بالتصدق بقيمة الشاة.** (هندية ۲۹٤/٥، المحيط البرهانى ٤٦٤/۸) **اما اذا اشترى فهو مخير بين التصدق بالقيمة اوالتصدق بها حية.** (شامی زکریا ٤٦٥/، کراچی ۳۲۱/٦) **وقضائها بعد مضى وقتها بالتصدق بعينها اوبقيمتها.** (فتح القدير ٤۳٦/۸، كتاب الفتاوىٰ ١٤٠/٤، ١٦٥، فتاوىٰ رحيميه ٢٥/١٠، رمضان كيسے گذاريں ١٨٠، مسائل قربانى وعقيقه ٣٣)

ایام قربانی کے بعد پورے جانور ہی کی قیمت کا صدقہ

اگر کسی شخص پر قربانی واجب تھی؛ لیکن اس نے ایام قربانی میں نہ تو قربانی کی اور نہ جانور خریدا تو بعد میں اس پر ایک بکرے کی قیمت کا غریبوں پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ (یعنی اب بڑے جانور کے ساتویں حصہ کی قیمت کافی نہ ہوگی؛ بلکہ پورے جانور ہی کی قیمت دینی ضروری ہوگی) **وقضائها**

بعد مضی وقتها بالتصدق بعينها اوبقيمتها ان كان من المضحی غنيا ولم يوجب علی نفسه شاة بعينها تصدق بقيمة شاة اشتری او لم يشتر. (هندية ٢٩٦/٥) **ولو نذر ان يضحی ولم يسم شيئاً يقع علی الشاة.** (مجمع الانهر ١٧٠/٤، فتح القدير ٤٣٦/٨، بحواله كتاب الفتاویٰ ١٤٠/٤، مسائل قربانی وعقيقه ٣٣)

کئی برسوں سے واجب قربانی نہیں کی

اگر صاحب استطاعت شخص نے وسعت کے باوجود قربانی ترک کردی اور کئی سال تک قربانی نہیں کی تو ہر سال کی قربانی کے بدلہ میں ایک بکرا یا بکری کی قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہے۔

ولو تركت التضحية ومضت أيامها تصدق بها حية ناذر (تنوير الابصار) وفی الشامی: وإن لم يشتر مثلها حتی مضت أيامها تصدق بقيمتها الخ، وقال قبلها، وإذا فاتت عن وقتها فانها مضمونة بالجزاء. (شامی بيروت ٣٨٨/٩، زكريا ٤٦٣/٩، بدائع الصنائع زكريا ٢٠٢/٤، هندية ٢٩٦/٥، جامع الفتاویٰ ٣٨٨/٤)

قربانی کے جانور

کن جانوروں کی قربانی درست ہے؟

صرف درج ذیل جانوروں کی قربانی درست ہے:

(۱) بکری (جس کے ضمن میں پالتو بھیڑ، دنبہ اور مینڈھے وغیرہ بھی شامل ہیں)

(۲) اونٹ۔

(۳) گائے (جس کے ضمن میں بھینس اور کٹڑے بھی شامل ہیں)

فهو ان يكون من الاجناس الثلاثة الغنم او الابل او البقر ويدخل فى كل جنس نوعه، والذكر والانثىٰ منه. (هندية ٢٩٧/٥، تبيين الحقائق زكريا ٤٨٣/٦، درمختار مع الشامي زكريا ٤٦٦/٩، بدائع الصنائع زكريا ٢٠٥/٤)

بھینس کی قربانی

بھینس بھی گائے کی قسم کا جانور ہے؛ لہٰذا اس کی قربانی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ **وتجوز بالجاموس لانه نوع من البقر.** (البحر الرائق زكريا ٣٢٤/٩، تاتارخانية زكريا ٤٣٤/١٧، شامی زكريا ٤٦٦/٩، کراچی ٣٢٢/٦، بزازية ٢٨٩/٦، المحيط البرهانی ٤٦٨/٨، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ٣٤٩/١٧)

فتنہ کے ڈر سے گائے کی قربانی ترک کرنا

گائے کی قربانی کرنا اسلام میں بلا شبہ جائز ہے، اور اس کی قربانی پر پابندی محض ظلم ہے؛ لیکن اگر کسی جگہ ملکی قانون کی خلاف ورزی سے فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے گائے کی قربانی سے احتراز کیا جائے تو یہ جائز ہے۔ **ما يؤدى إلى الشرشر.** (روح المعانی ٢٥٢/٧، الانعام: ١٠٨، مستفاد: فتاویٰ

محمودیہ ڈابھیل ۳۳۳/۱۷-۳۳۹، امداد الاحکام ۱۹۱/٤-۱۹۳) **أن الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة وجب تركها لأن ما يؤدى إلى الشرشر.** (تفسیر مظہری ۲۷٦/۳)

قانوناً ممنوع ہونے کے باوجود گائے کی قربانی

اگر کسی جگہ گائے کے ذبح پر قانوناً پابندی ہو پھر بھی قربانی میں گائے ذبح کر لی جائے تو یہ قربانی شرعاً درست ہے اور اس کے گوشت کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے (کیوں کہ گائے پر پابندی کا حکم شرعی نہیں ہے اور وہ فی نفسہٖ حلال جانور ہے جو کسی قانون کی وجہ سے حرام نہیں ہوسکتا)

(فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳۴۵/۱۷-۳۴۷)

قربانی کے جانوروں کی عمریں

قربانی کے جانوروں کی عمریں کیا ہوں؟ تو اس بارے میں درج ذیل تفصیل ہے:

(۱) بکرا/ بکری: ایک سال کامکمل ہو چکا ہو۔ (البتہ دنبہ یا بھیڑا اگر فربہ اور صحت مند ہو تو ایک سال سے کم بھی ان کی قربانی درست ہے، جب کہ چھ مہینہ سے زائد کے ہوں) **وصح الجذع ذو ستة أشهر من الضأن إن كان بحيث لو خلط بالثنايا لا يمكن التميز من بعد.** (درمختار ٤٦٥/۹)

(۲) بھیڑ: اگر صحت مند ہو اور دیکھنے میں بڑا لگتا ہو تو چھ مہینہ کا بھی کافی ہے۔

(۳) گائے/بھینس/کٹرا: دو سال کے مکمل ہو چکے ہوں۔

(۴) اونٹ: پانچ سال کامکمل ہو چکا ہو۔

والثنى من الغنم الذى تم له سنة وطعن فى الثانية، ومن البقر الذى تم له سنتان وطعن فى الثالثة، ومن الابل الذى تم له خمس سنين وطعن فى السادسة.

(تاتارخانية زكريا ٤٢٥/١٧، درمختار مع الشامی زكريا ٤٦٦/٩، تبيين الحقائق زكريا ٤٨٤/٦، بدائع الصنائع زكريا ٢٠٦/٤، مسائل قربانی وعقیقه ١٨)

بڑے جانوروں میں حصے

اونٹ گائے وغیرہ بڑے جانوروں میں سات حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں، جب کہ بکرا/ بکری صرف ایک حصہ ہی کی طرف سے کافی ہوتی ہے۔ **وهي شاة أو بدنة أو سبع بدنة بان اشترک مع ستة في بقرة او بعير.** (ملتقى الابحر ١٦٧/٤، تبيين الحقائق زكريا ٤٧٦/٦، بدائع الصنائع زكريا ٢٠٧/٤، هندية ٢٩٧/٥، جامع الفتاویٰ ٤٢٢/٤، مسائل قربانی وعقیقه ١٨)

سبھی شرکاء قربانی کا عبادت کی نیت کرنا ضروری ہے

بڑے جانور میں حصہ لینے والے سبھی شرکاء کا قربت وعبادت کی نیت کرنا لازم ہے، مثلاً اضحیہ، ولیمہ، عقیقہ کی نیت ہو (لہٰذا اگر کسی شخص نے غیر قربت مثلاً اپنی دکان میں گوشت بیچنے کے لئے حصہ لیا تو اس جانور میں حصہ لینے والے کسی بھی شریک کی قربانی درست نہ ہوگی)۔ **وكذا لو أراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل؛ لأن ذٰلک جهة التقرب بالشكر على نعمة الولد ذكره محمد ولم يذكر الوليمة، وينبغي أن تجوز لأنها تقام شكراً لله تعالىٰ على نعمة النكاح ووردت بها السنة.** (شامی زكريا ٤٧٢/٩) **كل يريد القربة وهو من اهلها ...... فلو اراد احدهم بنصيبه اللحم ...... لا يجوز عن واحد منهم.** (ملتقى الابحر ١٦٨/٤، شامی زكريا ٤٧٢/٩، كراچی ٣٢٦/٦، هندية ٣٠٤/٥، تاتارخانية زكريا ٤٥٠/١٧، مسائل قربانی وعقیقه ١٩)

چند شرکاء کامل کر ایک کی طرف سے قربانی کرنا

نفلی طور پر ثواب پہنچانے کی نیت سے اگر کئی لوگ ایک جانور میں یا جانور کے کسی حصہ میں مشترک طور پر شریک ہو جائیں اور اس کا ثواب کسی میت یا زندہ کو پہنچا دیں تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، اس سے دوسرے حصہ داروں کی قربانی پر بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا؛ کیوں کہ اس حصہ کے لینے سے واجب کی ادائیگی مقصود نہیں؛ بلکہ طلبِ ثواب پیشِ نظر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۴۰۷/۱۷، مسائل قربانی وعقیقہ ۵۱)

قربانی کے ساتھ ولیمہ کا حصہ لینا

ولیمہ کرنا سنت ہونے کی بنا پر موجبِ ثواب ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص بڑے جانور میں ولیمہ کے نام پر حصہ لیتا ہے تو یہ بھی درست ہے، اس سے قربانی کرنے والوں کے حصہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ **ولم یذکر الولیمة وینبغی ان تجوز.** (شامی زکریا ۹/ ٤٧٢، کراچی ٦/ ٣٢٦، بدائع الصنائع زکریا ٤/ ٢٠٩، هندية ٥/ ٣٠٤، احسن الفتاویٰ ٧/ ٥٣٦، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ١٧/ ٤٢٢، مسائل قربانی وعقیقه ١٧)

قربانی کے ساتھ عقیقہ کا حصہ لینا

بڑے جانور میں قربانی کے ساتھ عقیقہ کا حصہ رکھنا بھی درست ہے۔ **وکذا لو اراد بعضهم العقیقة عن ولد قد ولد له من قبل.** (شامی زکریا ٩/ ٤٧٢، کراچی ٦/ ٣٢٦، بدائع الصنائع زکریا ٤/ ٢٠٠، هندية ٥/ ٣٠٤، احسن الفتاویٰ ٧/ ٥٣٦، فتاویٰ رحیمیه ١٠/ ٢٥، کتاب الفتاویٰ ٤/ ١٦٨، مسائل قربانی وعقیقه ١٧)

قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کرنا

اگر قربانی کے سب شریک اجنبی ہیں اور سب اپنا حصہ مکمل وصول کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو انتفاع کی اجازت نہیں دی ہے تو ایسی صورت میں قربانی کا گوشت تول کر تمام حصہ داروں میں تقسیم کرنا لازم ہے، (اور اگر آپس میں اجازت دے رکھی ہے تو اس اہتمام کی ضرورت نہیں ہے) **ویقسم لحمها وزناً لا جزافاً.** (ملتقی الابحر ٤/ ١٦٨، درمختار زکریا ٩/ ٤٦٠، کراچی ٦/ ٣١٧، تاتارخانیة زکریا ١٧/ ٤٥٥، هندية ٥/ ٣٠٦، خانية ٣/ ٣٥١، بزازیه ٦/ ٢٩٠، جواهر الفقه ١/ ٤٥١، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ١٧/ ٤٢٦، آپ کے مسائل اور ان کا حل ٤/ ٢٠٧)

اہلِ خانہ اور دوست واحباب کے حصے الگ کرنا لازم نہیں

اگر بڑے جانور میں ایک ہی گھر کے افراد شریک ہوں یا سب حصہ دار ایک دوسرے کو انتفاع

کی مطلق اجازت دے دیں تو ذبح کے بعد اس کے گوشت کو تول کر الگ الگ کرنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ حسبِ ضرورت سب لوگ استعمال کر سکتے ہیں۔ **لو اشتری لنفسه ولزوجته واولاده الکبار بدنة ولم یقسموها تجزیهم.** (درمختار زکریا ۹/۴۶۰، کراچی ۶/۳۱۷) **ونحو ذٰلک لا بأس اذا حلل بعضهم بعضاً.** (تاتارخانیة زکریا ۹/۴۵۵، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۱۷/۴۲۴)

نذر کا حصہ بالکل الگ کرنا ضروری ہے

اگر بڑے جانور میں کسی شریک نے نذر کی قربانی کا حصہ لیا ہے تو اس حصہ کو تول کر بالکل الگ کرنا ضروری ہے؛ کیوں کہ اس حصہ کا استعمال خود حصہ دار یا کسی بھی غنی کے لئے جائز نہیں؛ بلکہ اسے فقراء میں تقسیم کرنا لازم ہے۔ **مستفاد: وانما وجبت بالنذر فلیس لصاحبها ان یأکل منها شیئاً ولا ان یطعم غیره من الاغنیاء ...... لان سبیلها التصدق.** (البحر الرائق زکریا ۹/۳۲۷، درمختار زکریا ۹/۴۶۰، کراچی ۶/۳۱۷) **اذا نذر ذبح شاة لا یأکل منها الناذر، ولو اکل فعلیه قیمة ما أکل.** (تاتارخانیة زکریا ۱۷/۴۱۵، کتاب الفتاویٰ ۴/۱۴۷) **التی لا یؤکل منها هی المنذورة ابتداءً.** (درمختار زکریا ۹/۴۷۴)

بوقتِ ذبح تمام شرکاء کی طرف سے نام بنام نیت

اگر بڑے جانور میں حصے دار متعین ہو چکے ہیں تو ذبح کے وقت ہر ایک کا نام لینا ضروری نہیں؛ بلکہ مطلق ذبح سے سب کی قربانی درست ہو جائے گی۔ **ذبح المشتراة لها بلا نیة الاضحیة جازت اکتفاء بالنیة عندالشراء.** (هندیة ۵/۲۹۴، مجمع الانهر ۴/۱۷۵) **ان الفعل انما یصیر قربة من کل واحد بنیته ...... فعدم النیة من احدهم لا یقدح فی قربة الباقین.** (بدائع الصنائع زکریا ۴/۲۰۹، الاشباه والنظائر ۴۰)

عیب دار جانور کی قربانی

سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی

جس جانور کے سینگ کا کچھ حصہ اوپر سے ٹوٹ گیا ہو (یا اس کا خول اتر گیا ہو) اس کی قربانی درست ہے؛ لیکن اگر سینگ ٹوٹنے کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو (یعنی دماغ کی ہڈی میں سوراخ ہوگیا ہو) تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ **ویضحی بالجماء هي التي لا قرن لها خلقة وكذا العظماء التي ذهب بعض قرنها بالكسر او غيره، فان بلغ الكسر الى المخ لم يجز.** (شامي زكريا ٤٦٧/٩، كراچی ٣٢٣/٦، مجمع الانهر ١٧١/٤، بدائع الصنائع زكريا ٢١٦/٤، هندية ٢٩٧/٥، البحر الرائق زكريا ٣٢٣/٩، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ٣٨٤/١٧، كتاب الفتاویٰ ١٤١/٤، فتاویٰ رحيميه ٤٩/١٠، آپ کے مسائل اور ان کا حل ١٩٠/٤، جامع الفتاویٰ ٤٠٩/٤)

جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں؟

جس جانور کے پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں (یا بچپن میں ہی اس کے سینگ کی جگہ آگ سے جلا دی گئی ہو، جس کی وجہ سے آگے سینگ نہ نکل سکے ہوں) اس کی قربانی درست ہے۔ **ويضحی بالجماء هي التي لا قرن لها خلقة وكذا العظماء التي ذهب بعض قرنها بالكسر.**

(شامي زكريا ٤٦٧/٩، هندية ٤٩٧/٥، جامع الفتاویٰ ٤٠٧/٤)

کان کٹے جانور کی قربانی

اگر جانور کا کان تھوڑا بہت کٹا ہے تو اس کی قربانی درست ہے؛ لیکن اگر کان کا اکثر حصہ کٹ گیا ہے تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ **ومقطوع اكثر الاذن، لو ذهب بعض الاذن**

…… **ان كـان كثيـراً يمنع، وان يسيراً لا يمنع.** (شـامـي زكـريا ٩/٤٦٨، كراچی ٦/٣٢٣، هـنـدية ٥/٢٩٧،البـحـر الـرائق زكريا ٩/٣٢٣، تاتارخانية زكريا ١٧/٤٢٩، جواهر الفقه ١/٤٥٠، فتاوىٰ رحيميه ١٠/٤٨، آپ کے مسائل اور ان کا حل ٤/١٨٨، جامع الفتاوىٰ ٤/٤٠٧)

بغیرکان والے جانورکی قربانی

جس جانور کے کان پیدائشی طور پر نہ ہوں تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ **والسـكـاء التـي لا اذن لهـا خـلقة، ولا تجوز مقطوعة احدى الاذنين بكمالها والتى لها أذن واحدة خلقة.** (درمـختـار مـع الشامي زكريا ٩/٤٦٩، كراچی ٦/٣٢٤، تاتارخانية زكريا ١٧/٤٢٦، هندية ٥/٢٩٧، جامع الفتاوىٰ ٤/٤٠٧)

اندھے جانورکی قربانی

جس جانورکی آنکھ کی بینائی بالکل یا اکثر چلی گئی ہوتو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔**ومقطوع اكثـر الـعيـن اى التى ذهب اكثر نور عينها.** (درمـختـار زكـريـا ٩/٤٦٨،كراچی ٦/٣٢٣، هندية ٥/٢٩٨، البحر الرائق زكريا ٩/٣٢٣، تاتارخانية زكريا ١٧/٤٢٩، آپ کے مسائل اور ان کا حل ٤/١٨٨)

پوپلے جانورکی قربانی

جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر ٹوٹ چکے ہوں تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، اور جس کے دو چار دانت ٹوٹے ہوں کہ اسے چارہ کھانے میں زیادہ دشواری نہ ہوتی ہوتو اس کی قربانی میں کچھ حرج نہیں ہے۔ **ولا بـالهتـمـاء التـي لا اسـنـان لها، ويكفي بقاء الاكثر.** (درمختار زكريا ٩/٤٦٩، كراچی ٦/٣٢٤) **واما الهتماء وهي التي لا اسنان لها فان كانت ترعى وتعتلف جازت والا فلا.** (هـنـدية ٥/٢٩٨، البحر الرائق زكريا ٩/٣٢٣، تاتارخانية زكريا ١٧/٤٢٨، جـواهـر الـفـقـه ١/٤٥٠، آپ کـے مسـائـل اور ان کا حل ٤/١٨٨، جامع الفتاوىٰ ٤/٤٠٢، مسائل قربانی وعقیقه ٣١)

زبان کٹے ہوئے جانور کی قربانی

زبان کٹا ہوا جانور جو چرنے پر قادر نہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ **وقطع اللسان في الثور يمنع وفي الشاة اختلاف...... ولو كانت الشاة مقطوعة اللسان هل تجوز التضحية بها؟ فقال نعم ان كان لا يخل بالاعتلاف وان كان يخل به لا تجوز التضحية بها.** (هندية ٥/ ٢٩٨، تاتارخانية زكريا ١٧/ ٤٢٨، شامي زكريا ٩/ ٤٧٠، مسائل قرباني وعقيقه ٣١)

دُم کٹے جانور کی قربانی

اگر دُم کا اکثر حصہ کٹا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے، اور اگر معمولی حصہ کٹا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔ **ومقطوع اكثر الذنب، لو ذهب بعض الذنب ...... ان كان كثيراً يمنع وان يسيراً لا يمنع.** (شامي زكريا ٩/ ٤٦٨، كراچى ٦/ ٣٢٣، هندية ٥/ ٢٩٧، البحر الرائق زكريا ٩/ ٣٢٣، تاتارخانية زكريا ١٧/ ٤٢٩، جواهر الفقه ١/ ٤٥٠، فتاویٰ رحيميه ١٠/ ٤٨، آپ کے مسائل اوران کا حل ٤/ ١٨٨، جامع الفتاویٰ ٤/ ٤٠٨)

بغیر دم والے جانور کی قربانی

جس جانور کی پیدائشی طور پر ہی دم ندارد ہو تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی قربانی درست ہے، جب کہ امام محمدؒ کے نزدیک اس کی قربانی جائز نہیں ہے (اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ اس کی قربانی نہ کی جائے) **الشاة إذا لم يكن لها أذن ولا ذنب خلقة، قال محمد لا يكون هٰذا ولو كان لا يجوز، وذكر في الأصل عن أبي حنيفةؒ أنه يجوز، خانية.**

(شامي زكريا ٩/ ٤٧٠، بيروت ٩/ ٣٩٣، احسن الفتاویٰ ٧/ ٥١٧)

لنگڑے جانور کی قربانی

جو جانور بالکل لنگڑا ہو یا اس قدر لنگڑا ہو کہ تین پاؤں زمین پر رکھتا ہو اور چوتھا پاؤں زمین پر رکھ ہی نہ سکتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، اور اگر چوتھا پاؤں زمین پر ٹیک کر لنگڑا کر چل سکتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔ **العرجاء التي لا تمشي الى المنسك اى التي لا يمكنها المشي برجلها العرجاء، انما تمشي بثلاث قوائم، حتى لو كانت تضع الرابعة**

علی الارض وتستعین بها جاز. (درمختار مع الشامی زکریا ۹/ ٤٦٨، کراچی ٦/ ٣٢٣، تاتارخانیة زکریا ١/ ٤٢٦، هندیة ٥/ ٢٩٧، البحر الرائق زکریا ٩/ ٣٢٣، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ١٧/ ٣٧٦، جامع الفتاویٰ ٤/ ٤١١)

خشک تھن والے اور تھن کٹے جانور کی قربانی

بکری کے دو تھنوں میں سے ایک تھن اگر خشک ہوجائے یا کاٹ دیا جائے تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی اور اگر گائے یا اونٹنی کے دو تھن کٹ جائیں یا سوکھ جائیں تو ان کی قربانی بھی جائز نہ ہوگی؛ لیکن اگر گائے یا اونٹنی کے چار تھنوں میں سے صرف ایک تھن کٹ جائے تو اس کی قربانی درست ہے۔ **والشطور لا یجزئ وهی من الشاة ما قطع اللبن عن احدی ضرعها، ومن الابل والبقر اذا انقطع اللبن من ضرعیها.** (تاتارخانیة زکریا ١٧/ ٤٣٠، تبیین الحقائق زکریا ٦/ ٤٨٢) **والجذاء مقطوعة رؤوس ضرعها او یابستها.** (درمختار زکریا ٩/ ٤٦٩- ٤٧٠، کراچی ٦/ ٤٢٤- ٤٢٥، هندیة ٥/ ٢٩٨، جامع الفتاویٰ ٤/ ٤١٧، مسائل قربانی وعقیقه ٢٨)

حاملہ جانور کی قربانی

گابھن جانور کی قربانی مکروہ ہے جب کہ ولادت کا وقت قریب ہو۔ **ان تقاربت الولادة یکره ذبحها.** (شامی زکریا ٩/ ٤٤١، کراچي ٦/ ٣٠٤، هندیة ٥/ ٢٨٧، خانیة ٣/ ٣٦٧، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ١٧/ ٣١٩، مسائل قربانی وعقیقه ٢٧)

خصی جانور کی قربانی

خصی جانور کی قربانی نہ صرف جائز بلکہ افضل اور مسنون ہے؛ کیوں کہ اس کا گوشت غیر خصی سے اچھا ہوتا ہے۔ **والخصی افضل من الفحل لانه اطیب لحماً.** (هندیة ٥/ ٢٩٩) **ویضحی بالجماء والخصی.** (درمختار زکریا ٩/ ٤٦٧، کراچی ٦/ ٣٢٣، البحر الرائق زکریا ٩/ ٣٢٣، بزازیة ٦/ ٢٨٩، مجمع الانهر ٤/ ١٧١، جواهر الفقه ١/ ٤٤٩، کتاب الفتاویٰ ٤/ ١٤٢، فتاویٰ

محمودیه ڈابھیل ۱۷/ ۳٤٠، جامع الفتاویٰ ٤/ ٤١٨، مسائل قربانی وعقیقه ٢٣)

خنثی جانور کی قربانی

خنثی جانور (جس کے بارے میں پتہ ہی نہ چل سکے کہ وہ نر ہے یا مادہ) کی قربانی درست نہیں ہے۔ **ولا بالخنثی لان لحمها لا ینضج.** (درمختار زکریا ۹/ ٤٧٠، کراچی ٦/ ٣٢٥، هندية ٥/ ٢٩٩، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ١٧/ ٣٧٩، فتاویٰ رحیمیه ١٠/ ٥٤، جامع الفتاویٰ ٤/ ٤١٨، مسائل قربانی وعقیقه ٣٠)

نجاست خور جانور کی قربانی

جو جانور صرف گندگی اور غلاظت کھاتا ہو دیگر چارہ نہ کھاتا ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے۔ **ولا الجلالة التی تأکل العذرة ولا تأکل غیرها.** (درمختار زکریا ۹/ ٤٧٠، کراچی ٦/ ٣٢٥، هندية ٥/ ٢٩٨، البحر الرائق زکریا ۹/ ٣٢٣، کتاب الفتاویٰ ٤/ ١٤٢، مسائل قربانی وعقیقه ٣٢)

جنگلی جانور کی قربانی

وحشی اور جنگلی جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔ **ولا یجوز فی الاضاحی شیٔ من الوحشی.** (هندية ٥/ ٢٩٧، البحر الرائق زکریا ۹/ ٤٣٢، تاتارخانية زکریا ١٧/ ٤٣٣، المحیط البرهانی ٨/ ٤٦٨، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ١٧/ ٣٥٦، مسائل قربانی وعقیقه ٢٩)

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہوگیا

اگر خریدتے وقت جانور صحیح سالم تھا؛ لیکن بعد میں عیب دار ہوگیا تو مال دار پر اس کے بجائے دوسرے صحیح سالم جانور کی قربانی لازم ہے، اور اگر فقیر ہے تو اسی عیب دار جانور کی قربانی کرسکتا ہے، دوسرے جانور کی قربانی اس پر لازم نہیں ہے۔ **ولو اشتراها سلیمة ثم تعیبت بعیب مانع فعلیه اقامة غیرها مقامها ان کان غنیاً وان کان فقیراً اجزأه ذٰلک.**

(درمختار زکریا ۹/۴۷۱، کراچی ۶/۳۲۵، تاتارخانیة زکریا ۱۷/۴۳۲، مجمع الانهر ۴/۱۷۳، بدائع الصنائع زکریا ۴/۲۱۶، جواهر الفقه ۱/۴۵۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴/۱۶۹)

قربانی کے وقت جانور عیب دار ہوگیا

جو جانور پہلے سے صحیح سالم تھا؛ لیکن قربانی کے لئے کوشش کرتے وقت (اچھل کود وغیرہ کی وجہ سے) عیب دار ہوگیا، تو اس کی قربانی میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ **ولا یضر تعیبها من اضطرابها عند الذبح.** (درمختار زکریا ۹/۴۷۱، کراچی ۶/۳۲۵، البحر الرائق زکریا ۹/۳۲۴، تاتارخانیة زکریا ۱۷/۴۳۲، مجمع الانهر ۴/۱۷۲، هدایة ۴/۴۳۲، بدائع الصنائع زکریا ۴/۲۱۶، هندیة ۵/۲۹۹، المحیط البرهانی ۸/۶۷، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/۳۸۷، مسائل قربانی وعقیقه ۳۱)

قربانی کیسے کریں؟

قربانی کا مسنون طریقہ

(۱) افضل یہ ہے کہ اپنی قربانی خود اپنے ہاتھ سے کرے۔ **وندب ...... أن یذبح بیدہ إن علم ذٰلک.** (درمختار مع الشامی زکریا ۹/۴۷۴، ھندیة ۵/۳۰۰، فتح القدیر زکریا ۹/۵۳۳، مبسوط سرخسی بیروت ۱۲/۱۸)

(۲) اگر خود نہ کر سکے تو کم از کم قربانی کے وقت سامنے موجود رہے۔ **وإلا شھدھا.** (درمختار مع الشامی زکریا ۹/۴۷۴)

(۳) جانور کو لٹانے سے قبل چھری تیز کرنا مستحب ہے؛ تاکہ ذبح کے وقت جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔ **وندب احداد شفرته قبل الاضجاع.** (تنویر الابصار بیروت ۹/۳۵۷، زکریا ۹/۴۲۶، ھندیة ۵/۲۸۷، البحر الرائق زکریا ۹/۳۱۱، بدائع الصنائع زکریا ۴/۱۹۰، تاتارخانیة زکریا ۱۷/۳۹۶)

(۴) جانور کو بائیں پہلو پر قبلہ رخ لٹادیں یعنی اس کے پیر قبلہ کی طرف کردیں اور اپنا دایاں پاؤں اس کے شانے پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کریں۔ **ومنھا: أن یکون الذابح مستقبل القبلة والذبیحة موجھة إلی القبلة.** (بدائع الصنائع زکریا ۴/۱۸۸-۱۸۹، اعلاء السنن کراچی ۱۷/۱۳۷، مبسوط سرخسی بیروت ۱۲/۳، الموسوعة الفقھیة بیروت ۲۱/۱۹۶-۱۹۷)

(۵) ذبح کے وقت قربانی کی نیت کرے (دل سے نیت کافی ہے، اس کے لئے الفاظ ادا کرنے ضروری نہیں) **وأما رکنھا فذبح ما یجوز ذبحه فی الأضحیة بنیة الأضحیة فی أیامھا.** (ھندیة ۵/۲۹۱)

(٦) ذبح سے پہلے بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھے۔ **وینبغی أن یسمی متصلاً بالذبح.**

(تاتارخانیة زکریا ۳۹۸/۱۷، هندیة ۲۸۵/۵ -۲۸۸)

(۷) ذبح کرتے ہوئے یہ آیتیں پڑھنا بھی ثابت ہے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ. قُلْ اِنَّ صَلوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ. (ابوداؤد شریف ۳۸٦/۲، بدائع الصنائع زکریا ۲۲۲/٤، مسائل قربانی وعقیقه ۵۰)

(۸) ذبح کے بعد یہ دعا مانگے: **اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ.** (تاتارخانیة زکریا ٤۰۰/۱۷، مسائل قربانی وعقیقه ۵۰)

ذبح کے وقت خالص ذکر ضروری ہے

جانور کو ذبح کرتے وقت ایسا جملہ کہنا ضروری ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حمد وثنا پر دال ہو، مثلاً بسم اللہ (یا سبحان اللہ، الحمد للہ، جب کہ ان کلمات سے تسمیہ کی نیت ہو) **والشرط فی التسمیة هو الذکر الخالص عن شوب الدعاء وغیره فلا یحل بقوله: اللّٰهم اغفرلی لأنه دعاء وسوال بخلاف الحمد لله، أو سبحان اللّٰه مریداً به التسمیة.**

(درمختار بیروت ۳٦٤/۹، زکریا ٤۳۷/۹، هندیة ۲۸٦/۵، البحر الرائق زکریا ۳۰۹/۹، بدائع الصنائع زکریا ۲۲۲/٤، مبسوط سرخسی بیروت ۵/۱۲)

ذبح کے وقت اردو میں اللہ کا نام لینا

اگر ذبح کرتے وقت اردو میں اللہ کا نام لیا مثلاً کہا ''خدا کے نام سے ذبح کرتا ہوں'' تو بھی ذبیحہ حلال ہوجائے گا (عربی کا کلمہ پڑھنا ضروری نہیں ہے) **بالعربیة اولا ولو قادراً علیها.** (شامی بیروت ۳٦٤/۹، زکریا ٤۳۷/۹، هندیة ۲۸۵/۵، البحر الرائق زکریا ۳۰۸/۹، تاتارخانیة زکریا ۳۹۸/۱۷)

ذبح کے وقت دعائیہ کلمہ پڑھنے سے جانور حلال نہ ہوگا

اگر ذبح کرتے وقت دعائیہ جملہ کہا مثلاً "**اللّٰهم اغفر لی**" پڑھ کر ذبح کیا تو جانور حلال نہ ہوگا (کیوں کہ یہ خالص ذکر نہیں؛ بلکہ اس میں سوال کی آمیزش ہے جب کہ ذبح کی صحت کے لئے ذکر خالص ضروری ہے) **فلا یحل بقوله: اللّٰهم اغفر لی لأنه دعاء وسوال.** (درمختار بیروت ۳۶۴/۹، زکریا ۴۳۷/۹، هندیة ۲۸۶/۵، البحر الرائق زکریا ۳۰۹/۹، تاتارخانیة زکریا ۳۹۸/۱۷)

ایک بسم اللہ سے کئی جانور ذبح کرنا

اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں:

الف: اگر دو جانوروں کو ایک کے اوپر ایک لٹایا اور بسم اللہ پڑھ کر ایک ہی حرکت سے دونوں کو ذبح کردے تو دونوں حلال ہوجائیں گے۔

ب: الگ الگ جگہوں پر جانوروں کو لٹایا ہے یا پے در پے لٹایا جارہا ہے تو ایک بسم اللہ سب کے لئے کافی نہ ہوگی؛ بلکہ ہر جانور کے لئے الگ الگ بسم اللہ پڑھنی ضروری ہوگی۔ **والمعتبر الذبح عقب التسمية قبل تبدل المجلس حتی لو اضجع شاتين احداهما فوق الاخریٰ فذبحهما ذبحة واحدة بتسمية واحدة حلا. بخلاف ما لو ذبحهما علی التعاقب لان الفعل يتعدد فتتعد التسمية.** (درمختار بیروت ۳۶۶/۹، زکریا ۴۳۹/۹، هندیة ۲۸۹/۵، البحر الرائق زکریا ۳۰۷/۹)

ذبح میں معاونت کرنے والے بھی بسم اللہ پڑھیں

جو شخص جانور کو ذبح کرانے میں چھری چلانے والے کا معاون ہو مثلاً چھری میں ہاتھ لگا رہا ہو تو اس پر بھی بسم اللہ پڑھنا واجب ہوگا۔ **وفيها أراد التضحية فوضع يده مع يد القصاب فی الذبح وأعانه علی الذبح سمی كل وجوباً.** (درمختار بیروت ۴۰۵/۹، زکریا ۴۸۲/۹)

قربانی کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے

اگر مسلمان شخص ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے (لیکن

اگر بالقصد بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دیا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا) **وتارک تسمية عمداً فان تركها ناسياً حل.** (تنویر الابصار مع الدر بیروت ۳۶۲/۹، زکریا ٤۳۳/۹، ہندية ۲۸۸/٥، البحر الرائق زکریا ۳۰٦/۹، تاتارخانية زکریا ٤۰۱/۱۷، احسن الفتاویٰ ٤۰۳/۷، جامع الفتاویٰ ۳٥۰/٤)

بوقتِ ذبح قربانی کی نیت لازم نہیں

جو جانور قربانی کی نیت سے خریدا گیا ہو یا متعین کردیا گیا ہو تو ذبح کے وقت خاص طور پر قربانی کی نیت لازم نہیں؛ بلکہ بہرحال وہ قربانی کی طرف سے معتبر ہو جائے گا؛ کیوں کہ خریداری کے وقت کی تعیین کافی ہے۔ **ذبح المشتراة لها بلا نية الاضحية جازت اكتفاء بالنية عند الشراء.** (ہندية ۲۹٤/٥،مجمع الانہر ۱۷٥/٤، الاشباہ ٤۰)

متعینہ جانور دوسرے کے نام سے ذبح کرنا

جو جانور کسی شخص نے اپنے لئے متعین کر رکھا تھا پھر اسے دوسرے کی طرف سے ذبح کردیا گیا تو بھی یہ مالک کی طرف سے ہی سمجھا جائے گا؛ کیوں کہ متعین جانور میں دوسرے کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا ہے۔ **رجل دعا قصاباً ليضحى له فضحى القصاب عن نفسه فهو عن الآمر.** (ہندية ۳۰۳/٥، درمختار زکریا ٤۷۷/۹، مجمع الانہر ۱۷٥/٤، الاشباہ والنظائر ٤۰) **لو شراها بنية الأضحية فذبحها غيره بلا إذنه، فإن أخذها مذبوحة ولم يضمنه أجزأته، وإن ضمنه لا تجزئه، وهٰذا إذا ذبحها عن نفسه.** (درمختار بیروت ٤۰۰/۹، زکریا ٤۷۷/۹)

جانور کا ذبح کب متحقق ہوگا؟

جانور کے گلے میں چار شہہ رگیں ہوتی ہیں:

(۱) حلقوم: جس سے سانس لیا جاتا ہے۔

(۲) مَری: جس سے کھانا پانی اندر جاتا ہے۔

(۳-۴) دورانِ خون والی دو رگیں۔

ان چار رگوں میں سے اگر تین رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہوجاتا ہے اور شرعی طور پر ذبح کا تحقق ہوجاتا ہے۔ **أصح الأجوبة في الأكثر عنه إذا قطع الحلقوم والمرئ والأكثر من كل ودجين يؤكل وما لا فلا.** (شامي بيروت ۳۵۶/۹، زكريا ۴۲۶/۹، هندية ۲۸۷/۵، البحر الرائق زكريا ۳۱۰/۹، تاتارخانية زكريا ۳۹۳/۱۷)

گردن میں کس جگہ چھری پھیری جائے؟

جانور کی گردن کے کسی بھی حصہ میں چھری چلائی جاسکتی ہے اس میں بیچ یا کنارے کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ **وفي الجامع الصغير: لا بأس بالذبح في الحلق كله وسطه وأعلاه وأسفله والأصل فيه قوله عليه الصلاة والسلام: الذكاة ما بين اللبة واللحيين.**

(شامي بيروت ۳۵۵/۹، زكريا ۴۲۴/۹، البحر الرائق زكريا ۳۰۹/۹، تاتارخانية زكريا ۳۹۲/۱۷)

اونٹ کو ذبح کرنے کا طریقہ

اونٹ کو حلال کرنے کا بہتر طریقہ ''نحر'' ہے، یعنی اس کا اگلا بایاں پاؤں باندھ کر کھڑے کھڑے اس کی گردن کے نچلے حصہ میں بسم اللہ پڑھ کر نیزہ مارا جائے جس سے سب رگیں کٹ جائیں اور بہنے والا خون نکل جائے؛ تاہم اگر اونٹ کو لٹا کر گائے بھینس کی طرح ذبح کیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، مگر یہ خلافِ اولیٰ ہے۔ **قال البركتي: هو قطع عروق الابل الكائنة في أسفل عنقها عند صدورها.** (الموسوعة الفقهية ۱۲۰/۴۰) **يستحب في النحر أن تكون الإبل قائمة على ثلاث معقولة اليد اليسرى فان أضجعها جاز.** (الموسوعة الفقهية ۱۲۲/۴۰)

ضروری تنبیہ: عرب وغیرہ میں تو اونٹوں کے ''نحر'' کا عام معمول ہے؛ لیکن ہمارے اطراف میں چوں کہ اونٹ کی قربانی شاذ ونادر ہوتی ہے، اس لئے نحر کا طریقہ کم ہی اختیار کیا جاتا ہے، اور لوگ اونٹ کو لٹا کر ذبح کرتے ہیں؛ لیکن اس میں بعض جگہ معلوم ہوا کہ اس کی گردن پر

تین جگہ چھری پھیرنی ضروری سمجھی جاتی ہےتو یہ التزام قطعاً بے اصل ہے، اگر ایک جگہ ذبح کرنے سے رگیں کٹ جائیں تو گردن میں دوسری جگہ چھری چلانا بالکل ضروری نہیں ہے۔ (مرتب)

گُدّی کی طرف سے جانور ذبح کرنا مکروہ ہے

حلق کے بجائے گدی کی طرف سے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے (تاہم اگر رگیں کٹ جائیں تو حلال ہوجائے گا) **وكره بعده كالجر برجلها إلى المذبح وذبحها من قفاها.** (درمختار بیروت ۳۵۷/۹، زکریا ۴۲٦/۹، هندية ۲۸۷/٥، البحر الرائق زكريا ۳۱۱/۹، بدائع الصنائع زكريا ۱۸۹/٤)

عورت کا ذبیحہ

عورت کے لئے بھی جانور ذبح کرنے کی اجازت ہے؛ لہٰذا مسلمان عورت کا ذبیحہ بلا شبہ حلال ہے۔ **فتحل ذبيحتها ولو الذابح مجنوناً او امرأة.** (درمختار بیروت ۳۵۹/۹، زکریا ۴۳۰/۹، البحر الرائق زکریا ۳۰٦/۹، اعلاء السنن کراچی ۹۲/۱۷، مبسوط سرخسی بیروت ۵/۱۲)

باشعور بچے کا ذبیحہ

اگر نابالغ بچہ باشعور ہو اور اللہ کا نام لے کر ذبح پر قادر ہو تو اس کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔ **فتحل ذبيحتهما ولو الذابح مجنوناً أو امرأة أو صبياً يعقل التسمية والذبح.** (درمختار بیروت ۳۵۹/۹، زکریا ۴۳۰/۹، هندية ۲۸۵/٥، البحر الرائق زكريا ۳۰٦/۹، فتاویٰ سراجیه ۳۸۱)

گونگے مسلمان کا ذبیحہ

اگر کوئی مسلمان گونگا ہو تو اس کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہے (کیوں کہ وہ معذوری کی وجہ سے بسم اللہ پڑھنے پر قادر ہی نہیں ہے؛ لہٰذا اس کا مسلمان ہونا ہی کافی ہے) **أو أخرس** (**درمختار**) **مسلماً أو كتابياً لأن عجزه عن التسمية لا يمنع صحة ذكوته كصلوته.** (شامی بیروت ۳٦۰/۹، زکریا ۴۳۱/۹، هندية ۲۸٦/٥، البحر الرائق زكريا ۳۰٦/۹، فتاویٰ سراجیه ۳۸۰)

مخنث شخص کا ذبیحہ

مخنث (ہیجڑا) شخص اگر مسلمان ہے تو اس کا ذبیحہ درست ہے۔ **والخنثی والمخنث تجوز ذبیحتها.** (هندية ٥/٢٨٦، مسائل قرباني وعقيقه ٤٢)

قادیانی کا ذبیحہ

قادیانی کافر ہیں، ان کا ذبیحہ حرام ہے، اگر کسی قادیانی نے اللہ کا نام لے کر کوئی جانور ذبح کیا پھر بھی وہ جانور حلال نہ ہوگا؛ بلکہ مردار کے حکم میں ہوگا۔ **وشرط كون الذابح مسلماً حلالاً.**

(شامی زکریا ٩/٤٢٧، هندية ٥/٢٨٥، احسن الفتاویٰ ٧/٤٠٢، فتاویٰ محمودیه ڈابهیل ١٧/٢٣٥، جامع الفتاویٰ ٤/٣٦٣، آپ کے مسائل اور ان کا حل ٤/٢١٨، عزیز الفتاویٰ ٦٩٧، مسائل قربانی وعقیقه ٤٢)

چرمِ قربانی اور گوشت کے مصارف

قربانی کا گوشت کہاں صرف کریں؟

افضل یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں: (۱) ایک حصہ فقراء میں تقسیم کردیں (۲) دوسرا حصہ اپنے رشتہ داروں اور دوست واحباب کو پیش کریں (۳) اور تیسرا حصہ خود اپنے استعمال میں لائیں، اور اپنی قربانی میں سے خود کھانا بھی مستحب ہے (اور ضرورت ہو تو سارا گوشت اپنے استعمال میں بھی لاسکتے ہیں اور سارا صدقہ بھی کرسکتے ہیں) **والافضل ان یتصدق بالثلث ویتخذ الثلث ضیافة لاقربائه واصدقائه ویدخر الثلث، ویستحب ان یأکل منها، ولو حبس الکل لنفسه جاز.** (شامی زکریا ۹/۴۷٤، کراچی ۶/۳۲۸، بدائع الصنائع زکریا ۲۲٤، هندیة ۵/۳۰۰، تاتارخانیة زکریا ۱۷/۴۳۷، جواهر الفقه ۱/۴۵۱، فتاویٰ محمودیه ڈابهیل ۱۷/۴۳۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل ٤/۲۰۷) **وندب ان لا تنقص الصدقة من الثلث.** (مجمع الانهر ٤/۱۷٤)

قربانی کا گوشت دعوتِ ولیمہ میں کھلانا

قربانی کا گوشت دوست واحباب کو ولیمہ میں بھی کھلایا جاسکتا ہے۔ **والافضل ان یتصدق بالثلث ویتخذ الثلث ضیافة لاقربائه واصدقائه ویدخر الثلث، ویستحب ان یأکل منها، ولو حبس الکل لنفسه جاز.** (شامی زکریا ۹/۴۷٤) **ولم یذکر الولیمة وینبغی أن تجوز لأنها تقام شکراً لله تعالیٰ علی نعمة النکاح ووردت بها السنة.** (شامی زکریا ۹/۴۷۲)

غیر مسلم کو قربانی کا گوشت دینا

قربانی کا گوشت غیر مسلم کو بھی دینا جائز ہے۔ **ویهب منها ما شاء للغنی والفقیر والمسلم والذمی.** (هندیة ۵/۳۰۰، تاتارخانیة زکریا ۱۷/۴۳۷) **وللمضحی ان یهب کل**

ذلک او یتصدق لغنی او فقیر مسلم او کافر. (اعلاء السنن کراچی ،باب بیع جلد الاضحیة ۲۵۸/۷، آپ کے مسائل اوران کا حل ۲۰۹/٤، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ٤۳٤/۱۷، کتاب الفتاویٰ ١٤٩/٤)

وصیت والی قربانی کے گوشت کا مصرف

اگر میت نے قربانی کی وصیت کر رکھی ہوتو اس قربانی کا گوشت فقراء میں صدقہ کرنا لازم ہے، غیر مستحق لوگوں کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں۔ **لو ضحی عن میت و ارثه بامره لزمه بالتصدق وعدم الاکل منها.** (شامی زکریا ٤٨٤/٩، کراچی ۳۳۵/٦، خانیة ۳٥۲/۳، جامع الفتاویٰ ٤٥٥/٤)

قربانی کا گوشت فروخت کرنا

اصل یہی ہے کہ قربانی کا گوشت فروخت نہ کیا جائے؛ بلکہ اپنے استعمال میں لائیں یا مستحقین اور ضرورت مندوں میں تقسیم کرادیں؛ لیکن اگر گوشت اتنا زیادہ ہو کہ اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں ضائع کرنے کے بجائے بہتر یہی ہوگا کہ اسے فروخت کرکے اس کی قیمت غرباء و مستحقین میں تقسیم کردی جائے۔ **وفیه اللحم لا یجوز اصلاً سواء باع بشیء ینتفع به او بشیء لا ینتفع به.** (تاتارخانیة زکریا ٤٤١/١٧، درمختار زکریا ٤٧٥/٩، ملتقی الابحر ١٧٤/٤، جواهر الفقه ٤٥٢/١، مسائل قربانی وعقیقه ٤٤)

قربانی کی کھال کا استعمال

بہتر یہی ہے کہ قربانی کی کھال صدقہ میں دے دی جائے؛ تاہم اس کو اپنے ذاتی استعمال میں لانا بھی جائز ہے جب کہ اسے بعینہٖ دباغت وغیرہ دے کر استعمال کرلیا جائے یا اس کے بدلہ میں کوئی باقی رہنے والی چیز لے لی جائے، مثلاً کھال دے کر بدلہ میں کوئی برتن لے لیا جو باقی رہنے والا ہے تو مالک کے لئے کھال سے اس طرح کا انتفاع جائز ہے؛ لیکن اگر کھال کو بیچ دیا جائے تو ایسی صورت میں اس کی قیمت کا صدقہ لازم ہوتا ہے۔ **ویتصدق بجلدها أو یعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو أو یبدله بما ینتفع به باقیاً کما مر، لا بمستهلک کخل ولحم ونحوه، کدراهم، فإن بیع اللحم أو الجلدبه أی**

بمستهلک أو بدراهم تصدق بثمنه. (درمختار بیروت ۹/ ۳۹۸، زکریا ۹/ ٤٧٥، بدائع الصنائع زکریا ٤/ ٢٢٥، تبیین الحقائق زکریا ٦/ ٤٨٦، مبسوط سرخسی بیروت ١٢/ ١٤، مسائل قربانی وعقیقه ٤٥)

کھال اور گوشت کی قیمت کا صدقہ کرنا

قربانی کی کھال یا گوشت اگر بیچ دیا جائے تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ **فان بیع اللحم او الجلد به ای بمستهلک او بدراهم تصدق بثمنه.** (درمختار زکریا ٩/ ٤٧٥، کراچی ٦/ ٣٢٨، هدایة ٤/ ٤٣٤) **فان بدل اللحم او الجلد به یتصدق به.** (ملتقی الابحر ٤/ ١٧٤، احسن الفتاویٰ ٧/ ٤٨٦، کتاب الفتاویٰ ٤/ ١٥١، مسائل قربانی وعقیقه ٤٣)

قربانی کی کھال مدارس میں دینا

قربانی کی کھال مدارس کے نادار طلبہ کو بطور صدقہ دینا درست ہے، اس میں صدقہ اور علم دین کی اشاعت دونوں کا ثواب ملنے کی امید ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۷/ ۴۶۲، کتاب الفتاویٰ ۴/ ۱۵۲، جواہر الفقہ ۱/ ۴۵۲)

قربانی کی کھال مساجد میں دینا

قربانی کی کھال مسجد میں اس غرض سے دینا کہ اسے فروخت کر کے مسجد کی مختلف ضروریات میں خرچ کیا جائے درست نہیں ہے، اسی طرح مسجد کے امام کو تنخواہ اور معاوضہ کے طور پر قربانی کی کھال دینا بھی جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۶/ ۳۷۸-۳۷۹)

کھال کا پیسہ تنخواہوں میں دینا

قربانی کی کھال فروخت کر کے جو پیسہ آئے اسے براہِ راست مدارس وغیرہ کے مدرسین وملازمین کی تنخواہوں میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ (جواہر الفقہ ۱/ ۴۵۲)

قربانی کی کھال کو مہتمم مالک بن کر فروخت کر دے؟

اگر مالک نے قربانی کی کھال مدرسہ کے مہتمم کو بطور ملکیت دے دی، اور مہتمم نے اس پر

قبضہ کرکے اسے فروخت کردیا اور اس کی رقم مدرسہ میں داخل کردی تو یہ رقم بلاتملیک مدرسہ کی تمام ضروریات (تنخواہوں، اور تعمیرات وغیرہ) میں لگائی جاسکتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۲۵۶، ۱۴/۲۷۹) **وللمضحی أن یھب کل ذٰلک أویتصدق بہٖ أو یھدیہ بغنی أوفقیر مسلم أو کافر.** (اعلاء السنن ۱۷/۲۶۲)

نوٹ: لیکن اگر مہتمم کو مالک نہیں بنایا گیا ہے؛ بلکہ کھال فروختگی کے لئے وکیل بنایا گیا ہے جیسا کہ دستور ہے، تو اس صورت میں کھال کو فروخت کرکے مستحق طلبہ پر ہی خرچ کرنا لازم ہوگا، بلاتملیک غیر مصارف میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۵۸۷)

قربانی کی کھال یا گوشت کے بدلہ میں کپڑا لینا

اگر قربانی کی کھال یا گوشت کے بدلہ میں کپڑا وغیرہ لے لیا جائے تو اس کا استعمال مالک کے لئے درست ہے (اس کی قیمت کا صدقہ واجب نہیں ہے) **والصحیح کما فی الھدایة وشروحھا: أنھما سواء فی جواز بیعھما بما ینتفع بعینه دون ما یستھلک وأیده فی الکفایة بما روی ابن سماعة عن محمدؒ: لو اشتری باللحم ثوباً فلا بأس بلبسه.**

(شامی بیروت ۹/۳۹۸، زکریا ۹/۴۷۵، تاتارخانیة زکریا ۱۷/۴۴۱، اعلاء السنن بیروت ۱۷/۲۸۶)

قربانی کے گوشت کے بدلہ میں غلہ لے کر استعمال کرنا

قربانی کا گوشت دے کر اگر پھل فروٹ یا کھانے کی کوئی چیز لے لی تو اس کا استعمال بھی استحساناً جائز ہے۔ **اشتری بلحمھا ماکولاً فأکله لم یجب علیه التصدق بقیمته استحساناً.** (شامی بیروت ۹/۳۹۸، زکریا ۹/۴۷۵، تاتارخانیة زکریا ۱۷/۴۴۱، ھندیة ۵/۳۰۱، الدر المنتقی بیروت ٤/۱۷۵)

قربانی کی کھال غنی کو بعینہٖ ہدیہ کرنا

قربانی کی کھال بعینہٖ کسی کو بھی ہدیہ کرسکتے ہیں، اس میں فقیر یا غنی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

مستفاد: لکن إذا دفع لغنی ثم دفع إلیه بنیتها یحسب. (شامی بیروت ۳۹۸/۹، زکریا ۴۷۵/۹، الدر المنتقی بیروت ۱۷۵/۴، کفایت المفتی ۲۴۳/۸)

قربانی کے جانور کے دودھ کا کیا کریں؟

اگر قربانی کے لئے متعین کردہ گائے یا بھینس دودھ دینے والی ہوتو اس کا دودھ اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے؛ بلکہ یا تو دودھ نکالیں ہی نہیں یا ضروری ہوتو دودھ نکال کر صدقہ کردیں۔ **ویکرہ الانتفاع بلبنها فان کانت التضحیة قریباً نضح ضرعها بالماء البارد وإلا حلبه وتصدق به.** (شامی بیروت ۳۹۹/۹، شامی زکریا ۴۷۶/۹)

نوٹ:- بعض جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ صورت میں قربانی کے جانور کے دودھ وغیرہ کو صدقہ کرنے کا حکم اس وقت ہے جب کہ وہ جانور گھر کا چارہ نہ کھاتا ہو؛ بلکہ باہر جنگل میں چر کر گذارا کرتا ہو؛ لیکن اگر اسے چارہ لاکر گھر میں کھلایا جاتا ہو، جیسا کہ عام معمول ہے تو اس کے دودھ کا صدقہ کرنا لازم نہیں ہے؛ بلکہ اپنے استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ **ولو اشتری بقرة حلوبةً وأوجبها أضحیة فاکتسب مالا من لبنها لیتصدق بمثل ما اکتسب ویتصدق بروثها؛ فإن کان یعلفها فما اکتسب من لبنها أو انتفع من روثها فهو له ولا یتصدق بشيء، کذا في محیط السرخسي.** (عالمگیري ۳۰۱/۵)

قربانی کے جانور پر سواری جائز نہیں

جو جانور قربانی کے لئے متعین ہے اس پر سواری کرنا یا اس پر سامان لادنا یا اس سے گاڑی کھنچوانا وغیرہ جائز نہیں ہے۔ **ولا یرکبها ولا یحمل علیها شیئاً.** (درمختار بیروت ۳۹۹/۹)

قربانی کا جانور کرایہ پر دینا

قربانی کے جانور کو کرایہ پر دینے کی اجازت نہیں ہے، اگر دے دیا تو اس سے حاصل شدہ کرایہ کو صدقہ کرنا لازم ہے۔ **ولا یؤاجرها فإن فعل تصدق بالأجرة.** (درمختار بیروت ۳۹۹/۹)

قربانی کے جانور کی رسی کا صدقہ کرنا

قربانی کی کھال کے ساتھ اس کی رسی کو بھی صدقہ کر دینا چاہئے۔ **ویتصدق بجلدها وكذا بجلالها وقلائدها.** (شامی زکریا ۴۷۴/۹، هندية ۳۰۰/۵، تاتارخانية زكريا ۴۴۲/۱۷)

قصاب کی اجرت جانور میں سے دینا

جانور ذبح کرنے اور گوشت بنانے والے قصاب کی اجرت قربانی کی کھال یا گوشت وغیرہ کے ذریعہ ادا کرنی درست نہیں ہے؛ بلکہ اجرت الگ سے دی جائے۔ **ولا يعطى اجر الجزار منها لانه كبيع ...... والبيع مكروه فكذا ما فى معناه.** (درمختار مع الشامی زکریا ۴۷۵/۹، البحر الرائق زكريا ۳۲۷/۹، تاتارخانية زكريا ۴۴۲/۱۷، هداية ۴۳۴/۴، جواهر الفقه ۴۵۲/۱)

قربانی کرنے والا شروع ذی الحجہ سے قربانی تک بال وغیرہ نہ بنائے

جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہونے کے بعد سے قربانی تک بدن کے بال اور ناخون وغیرہ نہ کاٹے۔ **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''إذا رأيتم هلال ذى الحجة وأراد أحدكم أن يضحى فليمسك عن شعره وأظفاره''.** (مسلم شريف، كتاب الأضحية ۱۶۰/۲) **قال العثمانى فى اعلاء السنن: والنهى محمول عندنا على خلاف الأولىٰ.** (اعلاء السنن ۲۰۸/۷، اهم مسائل ۱۶۹)

تکبیرِ تشریق کا وجوب

ذی الحجہ کی ۹ر تاریخ (یوم عرفہ) کی فجر کی نماز سے لے کر ۱۳ر ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد منفرد، امام، مقتدی، مرد اور عورت سب پر تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے۔ **واما وقته فاوله عقيب صلاة الفجر من يوم عرفة وآخره فى قول ابى يوسف ومحمدؒ عقيب صلاة العصر من اٰخر ايام التشريق.** (هندية ۱۵۲/۱، تبيين الحقائق ۵۴۵/۱، حلبى كبير ۵۷۴، البحر العميق ۱۴۲۹/۳)

تکبیرِ تشریق کے الفاظ

تکبیرِ تشریق ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھی جائے گی اور اس کے الفاظ یہ ہیں: **اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ.** (شامی زکریا ٦٢/٣، البحر العمیق ١٤٣١/٣، هندية ١٥٢/١، تبيين الحقائق ٥٤٥/١، حلبی کبیر ٥٧٥)

تکبیرِ تشریق کیسے پڑھی جائے؟

یہ تکبیر مرد جہراً پڑھیں گے اور عورتیں آہستہ آواز سے پڑھیں گی۔ **والمرأة تخافت بالتكبير لان صوتها عورة.** (تبيين الحقائق ٥٤٦/١، البحر العميق ١٤٣٤/٣، هندية ١٥٢/١، درمختار زكريا ٦٤/٣)

مسبوق بھی تکبیرِ تشریق پڑھے

مسبوق شخص اپنا سلام پھیرنے کے بعد تکبیرِ تشریق پڑھے گا۔ **وكذا يجب على المسبوق ويكبر بعدما قضى ما فاته.** (هندية ١٥٢/١، تبيين الحقائق ٥٤٦/١، درمختار زكريا ٦٥/٣، البحر العميق ١٤٣٤/٣)

تکبیرِ تشریق پڑھنے سے پہلے بات چیت کر لی

اگر تکبیرِ تشریق سے پہلے بات چیت کر لی تو تکبیرِ تشریق کا وجوب اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے؛ لہٰذا سلام پھیرنے کے فوراً بعد تکبیرِ تشریق پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ **فلو خرج من المسجد أو تكلم عامداً أو ساهياً أو أحدث عامداً سقط عنه التكبير.**

(شامی زکریا ٦٣/٣)

تکبیرِ تشریق سے پہلے عمداً وضو توڑ دیا

اگر نماز کے بعد تکبیرِ تشریق سے قبل جان بوجھ کر وضو توڑ دیا تو بھی تکبیرِ تشریق اس کے ذمہ

سے ساقط ہوجاتی ہے (یعنی اس کا پڑھنا واجب نہیں رہتا) **فلو خرج من المسجد أو تکلم عامداً أو ساهیاً أو أحدث عامداً سقط عنه التکبیر.** (شامی زکریا ۶۳/۳)

تکبیرِ تشریق پڑھے بغیر مسجد سے باہر آ گیا

اگر مسجد میں نماز باجماعت کے بعد تکبیر تشریق پڑھے بغیر مسجد سے باہر چلا جائے تو اب تکبیر تشریق واجب نہیں رہتی۔ **فلو خرج من المسجد أو تکلم عامداً أو ساهیاً أو أحدث عامداً سقط عنه التکبیر.** (شامی زکریا ۶۳/۳)

تکبیرِ تشریق پڑھنے سے پہلے سینہ قبلہ سے پھیر لیا

اگر سلام کے بعد تکبیر تشریق پڑھنے سے پہلے قبلہ سے سینہ پھیر لیا تو اس میں تکبیر تشریق پڑھنے یا نہ پڑھنے کے بارے میں دو روایتیں ہیں، احتیاط یہی ہے کہ تکبیر پڑھ لی جائے۔ **وفـــی استقبال القبلة روایتان.** (شامی زکریا ۶۳/۳)

سلام کے بعد تکبیرِ تشریق سے پہلے بلا ارادہ وضو ٹوٹ گیا

اگر سلام پھیرنے کے بعد ابھی تکبیر تشریق نہیں پڑھ پایا تھا کہ خود بخود وضو ٹوٹ گیا تو اصح قول یہ ہے کہ اسی حالت میں تکبیر تشریق کہہ لے، اور اس مقصد سے نیا وضو کرنا اس پر لازم نہیں ہے۔ **ولو أحدث ناسیاً بعد السلام الأصح انه یکبر ولا یخرج للطهارة.** (شامی زکریا ۶۳/۳)

باب العقيقة

(عقیقہ کے منتخب مسائل)

مسائلِ عقیقہ

عقیقہ کسے کہتے ہیں؟

بچہ کی پیدائش پر شکرانہ کے طور پر جو قربانی کی جاتی ہے اسے عقیقہ کہتے ہیں۔ **والعقیقة فی الاصطلاح: ما یذکی عن المولود شکراً لله تعالیٰ بنیة وشرائط مخصوصة.**

(الموسوعة الفقهیة ۳۰/۲۷۶، مرقاة المفاتیح ۸/۷٤)

عقیقہ کی وجہِ تسمیہ

عقیقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ''عقیق'' ان بالوں کو کہتے ہیں جو پیدائش کے وقت بچہ کے سر پر ہوتے ہیں، تو چوں کہ یہ قربانی اس وقت ہوتی ہے جب کہ یہ پیدائشی بال مونڈے جاتے ہیں اسی مناسبت سے اس قربانی کا نام ''عقیقہ'' رکھ دیا گیا۔ **سمیت بذٰلک لأنها تذبح حین یحلق عقیقه وهو الشعر الذی یکون علی المولود حین یولد من العق وهو القطع لأنه یحلق ولا یترک ذکره القاضی.** (مرقاة المفاتیح ۸/۷٤)

عقیقہ کا حکم

بچہ/بچی کی طرف سے عقیقہ کرنا واجب تو نہیں؛ البتہ مستحب ہے۔ **وإنما أخذ أصحابنا الحنفیة فی ذٰلک بقول الجمهور، وقالوا باستحباب العقیقة.** (اعلاء السنن ۱۷/۱۱۳، حاشیة ترمذی شریف ۱/۲۷۷، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶۰۵، مسائل قربانی وعقیقه ۵۳)

بچہ کی طرف سے عقیقہ کون کرے؟

اصل تو یہی ہے کہ بچہ کا والد عقیقہ کا انتظام کرے؛ لیکن اگر نانیہال والے عقیقہ کردیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، جیسا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں (حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما) کی طرف سے خود عقیقہ فرمایا۔ **قال رسول اللّٰہ ﷺ: من ولد له غلام فليعق عنه عن الابل أو البقر أو الغنم.** (اعلاء السنن ۱۲۸/۱۷) **عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: عق رسول اللّٰه ﷺ عن الحسن والحسين يوم السابع الخ.** (اعلاء السنن ۱۱۵/۱۷)

عقیقہ میں کتنے جانور ذبح کریں؟

عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بکرے/بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا/بکری ذبح کرنے کا حکم ہے۔ **عن أم كرز قالت: سمعت النبی صلی اللّٰه عليه وسلم يقول: عن الغلام شاتان مكافئتان وعن الجارية شاة.** (ابن ماجة ۲۲۸، ترمذی شریف ۲۷۸/۱، مصنف ابن ابی شبیة ۳۲۲/۱۲، اعلاء السنن ۱۱۵/۱۷، نسائی شریف ۱۶۷/۲)

اگر دو بکرے کی گنجائش نہ ہو؟

اگر لڑکے کی طرف سے دو بکرے عقیقہ کرنے کی گنجائش نہ ہو تو ایک ہی بکرے سے عقیقہ کرنا بھی درست ہے۔ (اور اگر بالکل گنجائش نہ ہو تو سرے سے عقیقہ نہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے) **وأما الغلام فيحتمل أن يكون أقل الندب فی حقه عقيقة واحدة وكماله ثنتان، والحديث يحتمل أنه لبيان الجواز فی الاكتفاء بالأقل.** (مرقاة المفاتیح ۷۹/۸-۸۰، بهشتی زیور اختری ۴۲/۳-۴۳، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶۰۶/۱۵)

کیا دونوں بکرے ایک ساتھ ذبح کرنے ضروری ہیں؟

لڑکے کی طرف سے عقیقہ کرنے میں دونوں بکروں کو ایک ساتھ ذبح کرنا ضروری نہیں ہے،

ایسا بھی کر سکتے ہیں کہ ایک بکرا آج ذبح کر دیا جائے اور دوسرا بکرا اگلے ہفتے ذبح کر دیا جائے۔ **أو دلالة على أنه لا يلزم من ذبح الشاتين أن يكون في يوم السابع فيمكن أنه ذبح عنه في يوم الولادة كبشاً وفي السابع كبشاً.** (مرقاة المفاتيح ۸/ ۸۰)

بڑے جانور میں قربانی کے ساتھ عقیقہ کا حصہ لینا

ایامِ قربانی میں قربانی کے بڑے جانور میں عقیقہ کی نیت سے حصہ لینا بلاشبہ جائز ہے۔ **وكذا لو أراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل.** (شامی زکریا ۹/ ۴۷۲، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۶/ ۴۱۲)

نوٹ: لیکن اگر وسعت ہو تو عقیقہ میں بکرے/ بکری کی قربانی ہی افضل ہے۔ **والكلام إنما هو في الإجزاء وأما الأفضلية فلا شك أنها في الغنم لحديث عائشة رضى الله تعالىٰ عنها.** (اعلاء السنن بیروت ۱۷/ ۱۳۰)

غیر ایامِ قربانی میں بڑے جانور میں عقیقے کے حصے؟

ایامِ قربانی کے علاوہ دنوں میں ایک بڑے جانور میں کئی بچوں کے عقیقے کے حصے لینے میں اختلاف ہے؛ لیکن راجح یہی ہے کہ جس طرح ایامِ قربانی میں عقیقے کے حصے لینا جائز ہے اسی طرح غیر ایامِ قربانی میں بھی درست ہے۔ (کفایت المفتی ۸/ ۲۳۴، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۵/ ۶۱۰-۶۱۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴/ ۲۴۳، مسائل قربانی وعقیقہ ۵۸)

عقیقہ سے بلائیں ٹلتی ہیں

عقیقہ سے بچہ سے بلائیں دور ہو جاتی ہیں، اور جب تک عقیقہ نہیں ہوتا ہے وہ اندیشوں میں گھرا رہتا ہے اور اس کی نشو ونما موقوف رہتی ہے۔ **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (الغلام مرتهن بعقيقته) يعني أنه محبوس سلامته عن الآفات بها......، والمعنى أنه كالشيء المرهون لا يتم الانتفاع والاستمتاع به دون فكه.** (مرقاة المفاتيح ۸/ ۷۸)

ومعنى مرتهن ورهين قيل لا ينمو نمو مثله حتى يعق عنه. (الموسوعة الفقهية ۳۰ /۲۷۷،

مستفاد: فتاویٰ رحیمیه ۲/ ۹۰)

عقیقہ کس دن کیا جائے؟

افضل یہ ہے کہ عقیقہ پیدائش کے ساتویں دن کر دیا جائے، مثلاً اگر جمعہ کو پیدائش ہوئی ہے تو جمعرات کو عقیقہ کر دیں۔ عن سمرة رضى الله عنه عن نبى الله صلى الله عليه وسلم قال: كل غلام مرتهن بعقيقته تذبح عنه يوم السابع ويحلق رأسه ويسمىٰ. (ابن ماجة ۲۲۸،

مصنف بن ابی شیبة ۳۲٦/۱۲، اعلاء السنن ۱۱۹/۱۷، ترمذی شریف ۲۷۸/۱، نسائی شریف ۱٦۷/۲)

رات میں بچہ کی پیدائش ہوئی تو دنوں کا حساب کب سے لگے گا؟

اگر رات کے وقت بچہ کی پیدائش ہوئی تو یہ رات گذرے ہوئے دن میں شامل نہ ہوگی؛ لہٰذا اگلے دن سے عقیقہ کے دنوں کا حساب لگایا جائے گا۔ (مثلاً بدھ کا دن گذار کر رات میں بچہ پیدا ہوا، تو عقیقہ کے دن کے لئے دنوں کی گنتی بدھ سے نہیں؛ بلکہ جمعرات سے شروع ہوگی، اور اگلے بدھ کو عقیقہ کرانا مستحب ہوگا) وذهب جمهور الفقهاء إلى أن يوم الولادة يحسب من السبعة ولا تحسب الليلة إن ولد ليلاً بل يحسب اليوم الذى يليها. (الموسوعة الفقهية ۳۰ /۲۷۸)

اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکیں؟

اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکیں تو ۱۴/ رویں دن یا ۲۱/ رویں دن کر دیں، ورنہ جب بھی عقیقہ کریں تو دن کے اعتبار سے ساتویں دن کریں۔ انها إن لم تذبح فى السابع ذبحت فى الرابع عشر وإلا ففى الحادى والعشرين ثم هٰكذا فى الأسابيع. (اعلاء السنن

۱۱۷/۱۷، ترمذی شریف ۲۷۸/۱، بهشتی زیور اختری ۴۲/۳)

بچہ اسپتال میں ہو تو کیا کریں؟

اگر بچہ اسپتال میں ہو تو اس کی طرف سے گھر پر عقیقہ کر دیں، عقیقہ کے لئے بچہ کا سامنے ہونا

کوئی شرط نہیں ہے، اور قربانی سے پہلے یا بعد میں اسپتال ہی میں بچہ کے بال منڈوا دیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶۱۹/۱۵)

بچہ کی طرف سے دوسرے شہر میں عقیقہ

اگر بچہ ایک شہر میں ہوا اور اس کی طرف سے دوسرے شہر میں عقیقہ کیا جائے (یا مثلاً ایک بکرا ایک جگہ اور دوسرا بکرا دوسری جگہ ذبح کرایا جائے) تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اور جب عقیقہ کے بکرے ذبح ہو جائیں تو بچہ کے بال منڈوا دئے جائیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶۱۹/۱۵)

بڑے لوگوں کی طرف سے عقیقہ

اگر کسی کا عقیقہ بچپن میں نہ کیا گیا ہو تو بڑے ہونے کے بعد بھی عقیقہ کیا جا سکتا ہے، مگر وقت مستحب کی فضیلت اسے حاصل نہ ہوگی۔ **عن محمد (ابن سيرين) لو أعلم أنه لم يعق عني لعققت عن نفسي.** (المصنف لابن ابی شیبة ۳۱۹/۱۲) **عن الحسن البصري: إذا لم يعق عنک فعق عن نفسک وإن كنت رجلاً.** (اعلاء السنن ۱۲۱/۱۷، حاشیة فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۵۱۱/۱۷) **ونص الشافعية على أن العقيقة لا تفوت بتاخيرها لكن يستحب أن لا يؤخر عن سن البلوغ.** (الموسوعة الفقهية ۲۷۹/۳۰)

کیا عقیقہ میں دعوت ضروری ہے؟

عقیقہ میں قربانی کر کے دعوت ضروری نہیں ہے؛ بلکہ چاہیں تو کچا گوشت تقسیم کر دیں یا غرباء کو کھلا دیں، یا پکا کر گھروں میں بھجوا دیں، اور چاہیں تو مختصر دعوت کر دیں (نام ونمود اور ریاکاری کی نیت نہ ہو) **ولو دعا إليها قوماً جاز.** (اعلاء السنن ۱۲۰/۱۷) **سواء فرق لحمها نيئاً أو طبخه بحموضة أو بدونها.** (شامی زکریا ۴۸۵/۹)

عقیقہ کے دن سر کے بال مونڈنا

بچپن میں اگر عقیقہ کیا جائے تو مستحب ہے کہ بچہ/ بچی کے سر کے بال مونڈ کر اس کے وزن

کے اندازے سے سونا چاندی یا اس کی قیمت صدقہ کردیں۔ **عن علیؓ قال: عقّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن الحسن بشاة فقال: یا فاطمة! احلقی رأسه وتصدقی بزنة شعره فکان وزنه درهماً أو بعض درهم.** (المصنف لابن ابی شیبة ۳۱۹/۱۲ بتحقیق الشیخ محمد عوامة، ترمذی شریف: ۱۵۱۹، اعلاء السنن ۱۱۹/۱۷، ترمذی شریف ۲۷۸/۱، مسائل قربانی وعقیقه ۵۳)

بچے کے بال ذبح سے پہلے مونڈے یا بعد میں؟

ذبح کے ساتھ ساتھ بچے کے بال مونڈ نا لازم نہیں ہے؛ بلکہ ذبح سے پہلے یا بعد میں جیسی سہولت ہو بال مونڈ سکتے ہیں، دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم نہ سمجھا جائے، جیسا کہ ناواقف لوگوں میں مشہور ہے۔ (بہشتی زیور اختری ۴۲/۳، فتاویٰ دارالعلوم دیو بند ۶۲۰/۱۵)

کیا عقیقہ کے بغیر بچہ کے بال نہیں اتار سکتے؟

اگر جلدی عقیقہ کرنے کا ارادہ یا گنجائش نہ ہو تو عقیقہ سے قبل بچہ/ بچی کے بال اتارنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر جلدی عقیقہ کا ارادہ ہو تو عقیقہ کے دن بال اتارنا مستحب ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند ۶۲۱/۱۵)

سر منڈانے کے بعد بچہ کے سر پر زعفران لگانا

عقیقہ کے دن سر منڈانے کے بعد بچہ کے سر پر زعفران وغیرہ خوشبو لگانے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ **عن بریدة رضی اللّٰه عنه قال: کنا فی الجاهلیة إذا ولد لأحدنا غلام ذبح شاةً ولطخ رأسه بدمها فلما جاء الإسلام کنا نذبح الشاة یوم السابع ونحلق رأسه ونلطخه بزعفران.** (رواه أبوداؤد حدیث: ۲۸۴۳، مشکوٰة المصابیح مع المرقاة ۸۲/۸)

کیا بڑی عمر میں بھی سر کے بال مونڈنے ضروری ہیں؟

اگر بڑی عمر میں عقیقہ کیا جارہا ہو تو سر کے بال منڈوانے ضروری نہیں ہیں؛ بلکہ بڑی عمر کی

لڑکی کے بال مونڈنا ناجائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶۲۲، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/۵۱۱، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴/۲۳۸)

مرحوم بچہ کا عقیقہ

اگر عقیقہ سے پہلے بچہ کی وفات ہوجائے تو بعد میں اس کی طرف سے عقیقہ کا حکم نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶۱۶-۶۱۷، مسائل قربانی وعقیقہ ۵۸)

عقیقہ کی کھال کا حکم

عقیقہ کے جانور کی کھال کا حکم بھی وہی ہے جو قربانی کی کھال کا ہے، بہتر ہے کہ اسے بعینہٖ صدقہ کردیا جائے یا فروخت کرکے اس کی قیمت مستحقین پر خرچ کردی جائے، اور ڈول وغیرہ بنا کر اپنے استعمال میں بھی لاسکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶۲۶، مسائل قربانی وعقیقہ ۶۱)

عقیقہ کے وقت بچہ کا نام رکھنا

بہتر ہے کہ جس دن عقیقہ کیا جائے اسی دن بچہ کا اچھا سا نام بھی رکھ دیا جائے۔ فـــــی

الحدیث: تذبح عنه یوم السابع ویسمیٰ ویحلق رأسه. (ابو داؤد شریف حدیث: ۲۸۳۷، ترمذی شریف ۱۵۲۲، وغیرہ)

ختنہ سنتِ مؤکدہ ہے

ختنہ اسلام کا شعار اور سنتِ مؤکدہ ہے، اس لئے بچپن ہی میں بچوں کی ختنہ کا اہتمام ہونا چاہئے۔ **واختلفوا فی الختان قیل انه سنة هو الصحیح.** (عالمگیری ۵/۲۵۷)

بچہ کی ختنہ کب کرائی جائے؟

بچہ کی ختنہ کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہے، اس لئے اس میں بچہ کی صحت اور حالت کو دیکھ کر مناسب وقت تجویز کرنا چاہئے۔ (اور جتنی کم عمری میں ختنہ کرائیں اتنا ہی بہتر رہتا ہے)

والأشبه عند الحنفية أن العبرة بطاقة الصبى إذ لا تقدير فيه فيترك تقديره إلى الرأى. (الموسوعة الفقهية ۲۹/۱۹)

بچہ کے کان میں اذان واقامت

مستحب ہے کہ بچہ کی پیدائش کے بعد اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کے کلمات کہے جائیں۔ **عن ابی رافع رضی اللّٰہ عنہ قال: رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أذن فی أذن الحسن بن عليٍّ حین ولدته فاطمة بالصلاة.** (ابو داؤد شریف حدیث: ۵۱۰۵، ترمذی شریف حدیث: ۱۵۱۴) **قال ملا علی قاری: والمعنی أذّن بمثل أذان الصلاة وهٰذا يدل على سنّية الأذان فی أذن المولود، وفی شرح السنة روی أن عمر بن عبد العزیز رضی اللّٰه عنه كان يؤذن فی اليمنىٰ ويقيم فی اليسرىٰ إذا ولد الصبی الخ.** (مرقاۃ المفاتیح ۸۱/۸)

بچہ کے کان میں اذان واقامت کی حکمت

پیدائش کے فوراً بعد بچہ کے کان میں اذان واقامت کے کلمات کہنے کا حکم کئی حکمتوں پر مبنی ہے، مثلاً:

الف: کلماتِ اذان سے شیطان دفع ہوتا ہے، تو گویا بچہ کو شیطان کے اثر سے بچانا مقصود ہے۔

ب: کلماتِ اذان واقامت توحید خالص اور ایمانیات کے اقرار کے ساتھ ساتھ اسلام کے سب سے اہم رکن نماز کی دعوت پر مشتمل ہیں، بریں بنا عالم عنصری میں آنے کے بعد بچہ کے پردۂ سماعت سے ان کلمات کا گذارنا دراصل اس کے دل کی گہرائیوں میں ایمان وعمل کے جذبات جاگزیں کرنے میں بہت مؤثر ہے۔ **ولعل مناسبة الآية بالأذان أن الأذان أيضاً يطرد الشيطان بقوله صلی اللّٰه علیه وسلم: إذا نودی للصلاة أدبر الشيطان له ضراط حتى لا يسمع التأذين الخ، والأظهر أن حكمة الأذان فی الأذن أنه يطوق سمعه**

أول وهلة ذكر اللّٰه تعالیٰ علی وجه الدعاء إلی الایمان والصلاة التی هی أم الأرکان. (مرقاة المفاتیح ۸۱/۸)

اذان واقامت کے ساتھ بچہ کے کان میں تعوذ پڑھنا

مستحب ہے کہ پیدائش کے بعد بچہ کے کان میں شیطان سے حفاظت کی دعا پر مشتمل یہ آیت بھی پڑھی جائے: ﴿**إنی أعیذها بک وذریتها من الشیطٰن الرجیم**﴾ (ال عمران:) (میں آپ سے اس کے لئے اور اس کی نسلوں کے لئے ملعون شیطان سے پناہ چاہتا ہوں) **قال النووی فی الروضة: ویستحب أن یقول فی أذنه: إنی أعیذها بک وذریتها من الشیطٰن الرجیم.** (مرقاة المفاتیح ۸۲/۸)

بچہ کی تحنیک

مسنون ہے کہ بچہ کی پیدائش کے بعد کسی نیک شخص سے کھجور چبوا کر اس کا شیرا یا کوئی میٹھی چیز مثلاً شہد وغیرہ بچہ کے تالو میں چٹا دیا جائے، اور نیک لوگوں سے بچہ کے لئے دعا کرائی جائے، دورِ نبوت میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے نومولود بچوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر تحنیک کرایا کرتے تھے۔ **عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یؤتیٰ بالصبیان فیبرک علیهم ویحنکهم.** (مسلم شریف حدیث: ۲۸۶، ابوداؤد شریف حدیث: ۵۱۰۶، مرقاة المفاتیح ۷۵/۸، مسائل قربانی وعقیقه ۵۸) **قوله ویحنکهم بتشدید النون أی یمضغ التمر أو شیئاً حلواً ثم یدلک به حنکه.** (مرقاة المفاتیح ۷۵/۸)

ماخذ ومراجع

(اس کتاب کی ترتیب وتالیف میں درج ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے۔مرتب)

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر
۱	القرآن الکریم	ترجمہ: حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (م:۱۳۳۹ھ)	مجمع الملک فہد مدینہ منورہ
۲	تفسیر روح المعانی	علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی بغدادیؒ (م۱۲۷۰ھ)	مکتبہ زکریا دیوبند
۳	تفسیر ابن کثیر	علامہ ابن کثیر الدمشقیؒ (م:۷۷۴ھ)	دارالسلام ریاض
۴	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ العثمانی پانی پتیؒ (م:۱۲۲۵ھ)	مکتبہ زکریا دیوبند
۵	الجامع لاحکام القرآن	الامام ابوعبداللہ محمد بن احمد الاندلسی القرطبیؒ (م:۶۶۸ھ)	دارالفکر بیروت
۶	احکام القرآن للجصاص	حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفیؒ (م:۳۷۰ھ)	سہیل اکیڈمی دیوبند
۷	تفسیر معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ (م:۱۳۹۵ھ)	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۸	صحیح البخاری	الامام ابومحمد بن اسمٰعیل بن بردزبۃ البخاریؒ (م:۲۲۶ھ)	مکتبہ الاصلاح لا لباغ مرادآباد
۹	صحیح مسلم	الامام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیریؒ (م:۲۶۱ھ)	مختار اینڈ کمپنی دیوبند دارالفکر بیروت
۱۰	جامع الترمذی	الامام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذیؒ (م:۲۷۹ھ)	مختار اینڈ کمپنی دیوبند دارالفکر بیروت
۱۱	سنن ابی داؤد	الامام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ (م:۲۷۵ھ)	اشرفی بکڈپو دیوبند دارالفکر بیروت
۱۲	سنن ابن ماجہ	الامام ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینیؒ (م:۲۷۵ھ)	اشرفی بک ڈپو دیوبند دارالفکر بیروت
۱۳	نسائی شریف	الحافظ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائیؒ (م:۳۰۳ھ)	مکتبۃ السعد دیوبند
۱۴	مسند امام احمد بن حنبل (تحقیق: احمد محمد شاکر)	الامام احمد بن محمد بن حنبلؒ (م:۲۴۱ھ)	دارالحدیث القاہرہ
۱۵	سنن الدارالقطنی	الامام حافظ علی بن عمر الدارقطنیؒ (م:۳۸۵ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت

۱۶	مجمع الزوائد	علامہ ابوبکر الہیثمیؒ (م:۸۰۷ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۷	مصنف ابن ابی شیبۃ	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبۃ العبسی الکوفیؒ (م:۲۳۵ھ)	المجلس العلمی بیروت
۱۸	شعب الایمان	الامام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقیؒ (م:۴۵۸ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۹	صحیح ابن حبان	الامام محمد بن حبانؒ (م:۳۵۴ھ)	دارالفکر بیروت
۲۰	مستدرک حاکم	حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوریؒ (م:۴۰۵ھ)	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض
۲۱	المعجم الطبرانی الاوسط	علامہ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانیؒ (م:۳۶۰ھ)	مکتبۃ المعارف ریاض
۲۲	المعجم الطبرانی الکبیر	علامہ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانیؒ (م:۳۶۰ھ)	دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۳	جامع الاحادیث	حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطیؒ (م:۹۱۱ھ)	دارالفکر بیروت
۲۴	الترغیب والترہیب	الحافظ ذکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذریؒ (م:۶۵۶ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۵	مشکوۃ المصابیح	الامام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزیؒ (م:۷۴۱ھ)	اشرفی بک ڈپو دیوبند
۲۶	مرقاۃ المفاتیح	العلامۃ علی بن السلطان محمد القاریؒ (م:۱۰۱۴ھ)	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۲۷	بذل المجہود	الشیخ ابوابراہیم خلیل احمد سہارنپوریؒ (م:۱۳۴۶ھ)	دارالبشائر الاسلامیہ
۲۸	اعلاء السنن	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (م:۱۳۹۴ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۹	العرف الشذی	افادات: امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ (م:۱۳۵۲ھ)	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۳۰	المتجر الرابح	حافظ شرف الدین عبدالمؤمن دمیاطیؒ (م:۷۰۵ھ)	دارالفکر بیروت
۳۱	زادالمعاد	ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر الدمشقیؒ "ابن قیم الجوزیۃ" (م:۷۵۱ھ)	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
۳۲	مظاہر حق	حضرت مولانا محمد قطب الدین صاحب دہلویؒ	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
۳۳	معارفِ مدنیہ	مرتب: حضرت مولانا سید طاہر حسن صاحب امروہویؒ	مکتبہ تھانوی دیوبند
۳۴	مبسوط سرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسیؒ (م:۴۸۳ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۳۵	تنویر الابصار مع الدر المختار	محمد بن عبداللہ بن احمد الخطیب التمرتاشیؒ (م:۱۰۰۴ھ)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۳۶	درمختار	شیخ علاء الدین الحصکفیؒ (م:۱۰۸۸ھ)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

نمبر	کتاب	مصنف	مطبع
۳۷	ردالمحتار (فتاوی شامی)	علامہ محمد امین الشہیر بابن عابدینؒ (م:۱۲۵۲ھ)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، دار الفکر بیروت، احیاء التراث العربی بیروت، زکریا دیوبند
۳۸	ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحلبیؒ (م:۹۵۶ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۳۹	الدرالمنتقی	محمد بن علی بن محمد الحصینی المعروف بالعلاء الحصکفیؒ (م:۱۰۸۸ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۴۰	مجمع الانہر	شیخ عبدالرحمٰن محمد بن سلیمانؒ (شیخ زادہ)(م:۱۰۷۸ھ)	دارا حیاء التراث العربی
۴۱	نورالایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالیؒ (م:۱۰۶۹ھ)	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
۴۲	مراقی الفلاح	علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفیؒ (م:۱۰۶۹ھ)	قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۳	طحطاوی علی المراقی	علامہ سید احمد الطحطاوی الحنفیؒ (م:۱۲۳۱ھ)	قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۴	فتح القدیر	علامہ برہان الدین مرغینانیؒ (م:۵۹۳ھ)	دارالفکر بیروت
۴۵	المحیط البرہانی	علامہ برہان الدین محمود بن صدرالشریعہ البخاریؒ (م:۶۱۶ھ)	ادارۃ القرآن کراچی
۴۶	غنیۃ المتملی (حلبی کبیر)	الشیخ ابراہیم الحلبی الحنفیؒ (م:۹۵۶ھ)	سہیل اکیڈمی لاہور
۴۷	فتاوی تاتارخانیہ	علامہ عالم بن علاء انصاری دہلویؒ (م:۷۸۶ھ)	زکریا بک ڈپو دیوبند
۴۸	بزازیہ علی ہامش الہندیہ	علامہ حافظ الدین محمد بن محمد المعروف بابن بزازؒ (م:۸۲۷ھ)	کتب خانہ زکریا دیوبند
۴۹	الاشباہ والنظائر	علامہ بن نجیم مصریؒ (م:۹۷۰ھ)	مکتبہ دارالعلوم دیوبند
۵۰	عالمگیری/ہندیۃ	علامہ نظام الدین و جماعۃ من العلماء	دارا حیاء التراث العربی بیروت
۵۱	البحرالرائق	العلامہ زین العابدین ابراہیم ابن نجیم الحنفیؒ (م:۹۷۰)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۵۲	فتاویٰ قاضی خاں	علامہ فخر الدین حسن بن منصور المعروف بقاضی خاںؒ (م:۵۹۲ھ)	دارا حیاء التراث العربی
۵۳	الفتاویٰ السراجیۃ	علامہ سراج الدین ابومحمد علی بن عثمان الاوسی الحنفیؒ (م:۵۷۵ھ)	مکتبہ اتحاد دیوبند
۵۴	ہدایہ	شیخ الاسلام برہان الدین المرغینانیؒ (م:۵۹۳ھ)	ادارۃ المعارف دیوبند
۵۵	بنایہ فی شرح الہدایۃ	علامہ بدرالدین العینی الحنفیؒ (م:۸۵۵ھ)	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۵۶	المختارالفتوی	العلامہ ابوالفضل مجدالدین عبداللہ بن محمود الحنفیؒ (م:۶۸۳ھ)	مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ معظمہ
۵۷	منحۃ الخالق علی البحر	علامہ ابن عابدین شامیؒ (م:۱۲۵۲ھ)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۵۸	بدائع الصنائع	العلامۃ علاء الدین ابوبکر بن سعود الکاسانی الحنفیؒ (م:۵۸۷ھ)	مکتبہ نعیمیہ دیوبند

۵۹	الفتاویٰ الولوالجیۃ	امام ابوالفتح ظہیر الدین عبدالرشید بن ابی حنیفۃؒ (م:۵۴۰ھ)	دار الایمان سہارن پور
۶۰	تبیین الحقائق	علامہ فخر الدین عثمان بن علی الزیلعیؒ (م:۷۴۳ھ)	مکتبہ زکریا دیوبند
۶۱	النہر الفائق	امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد المعروف بحافظ الدین النسفیؒ	دار الایمان سہارن پور
۶۲	تقریراتِ رافعی	علامہ عبدالقادر الرافعیؒ (م:۱۳۲۳ھ)	زکریا بک ڈپو دیوبند
۶۳	عمدۃ الرعایۃ شرح الوقایہ	العلامۃ محمد عبدالحیؒ اللکھنویؒ (م:۱۳۰۴ھ)	مرکز ادب دیوبند
۶۴	نصب الرایۃ	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعیؒ (م:۷۶۲ھ)	دار الایمان سہارن پور
۶۵	الموسوعۃ الفقہیہ	مجموعۃ من العلماء	وزارۃ الشؤن الدینیہ کویت
۶۶	البحر العمیق	امام ابوالبقاء محمد بن احمد بن محمد بن الضیاء المکی الحنفیؒ (م:۸۵۴ھ)	المکتبۃ المکیۃ
۶۷	فتاوی رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (م:۱۳۲۳ھ)	گلستاں کتاب گھر
۶۸	کفایت المفتی	مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ (م:۱۳۷۲ھ)	مکتبہ امدادیہ پاکستان
۶۹	فتاوی دار العلوم	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ (م:۱۳۴۷ھ)	مکتبہ دار العلوم دیوبند
۷۰	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ (م:۱۳۴۷ھ)	دار الاشاعت کراچی
۷۱	امداد الفتاوی	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (م:۱۳۶۲ھ)	ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند
۷۲	بہشتی زیور	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (م:۱۳۶۲ھ)	مکتبہ اختری سہارن پور
۷۳	بوادر النوادر	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (م:۱۳۶۲ھ)	مکتبہ ملت دیوبند
۷۴	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (م:۱۳۹۴ھ) حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ (م:۱۳۶۸ھ)	مکتبہ تھانوی دیوبند
۷۵	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ (م:۱۳۹۵ھ)	مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند
۷۶	امداد المفتیین	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ (م:۱۳۹۵ھ)	دار العلوم کراچی
۷۷	فتاوی محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ (م:۱۴۱۷ھ)	مکتبہ محمودیہ میرٹھ
۷۸	فتاوی محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ (م:۱۴۱۷ھ)	ڈابھیل گجرات
۷۹	فتاوی رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ (م:۱۴۲۲ھ)	مکتبہ رحیمیہ سورت گجرات
۸۰	احسن الفتاوی	حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ (م:۱۴۲۲ھ)	دار الاشاعت دہلی
۸۱	آپ کے مسائل اور ان کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ (م:۱۴۲۱ھ)	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۸۲	مرغوب الفتاویٰ	حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت گجرات

۸۳	کتاب الفتاویٰ	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۸۴	جدید فقہی مسائل	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۸۵	فتاویٰ الکوثر	حضرت مولانا مفتی عبد اللہ ولی کاوی	کنتھاریہ بھڑوچ
۸۶	جامع الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی مہربان علی صاحبؒ (م: ۱۴۲۰ھ)	ربانی بک ڈپو دہلی
۸۷	محمود الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری	مکتبہ انور ڈابھیل
۸۸	محقق ومدلل جدید مسائل	حضرت مولانا مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	اشاعت العلوم اکل کوا
۸۹	اہم مسائل	زیرنگرانی: حضرت مولانا مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	اشاعت العلوم اکل کوا
۹۰	احکام زکوٰۃ	حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی	کراچی
۹۱	ایضاح النوادر	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی	مکتبہ الاصلاح مرادآباد
۹۲	انوار رحمت	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی	مکتبہ الاصلاح مرادآباد
۹۳	ایضاح المسائل	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی	مکتبہ الاصلاح مرادآباد
۹۴	انوار مناسک	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی	مکتبہ الاصلاح مرادآباد
۹۵	مسائل قربانی وعقیقہ	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی	مکتبہ فدائے ملت مرادآباد
۹۶	رمضان کیسے گذاریں	جناب مولانا ندیم الواجدی	دارالکتاب دیوبند
۹۷	مسائل اعتکاف	جناب مولانا قاری محمد رفعت صاحب	مکتبہ رضی دیوبند
۹۸	مسائل اور علماء ہند کے فیصلے	تجاویز فقہی سیمینار	اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی
۹۹	تذکرۃ الرشید	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ (م: ۱۳۶۰ھ)	مکتبہ خلیلیہ سہارن پور
۱۰۰	ملفوظات فقیہ الامت	افادات: حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ (م: ۱۴۱۷ھ)	مکتبہ محمودیہ میرٹھ
۱۰۱	احکام میت	ڈاکٹر عبد الحئی عارفی، تحقیق: مولانا مفتی عصمت اللہ سرنخیل و رفقاء	مکتبہ یادگار شیخ سہارنپور
۱۰۲	آئینۂ رمضان	مولانا مفتی عبد الرحمٰن کوثر مدنی	
۱۰۳	آسان فقہی مسائل	مولانا عمر فاروق صاحب	
۱۰۴	مفطرات الصیام المعاصرة	ڈاکٹر احمد بن محمد الخلیل استاذ جامعۃ القصیم سعودی عرب	

مرتب کی دیگر علمی کاوشیں

رابطہ:

محمد اسجد قاسمی مظفرنگری: 09058602750